اکتوبر تا دسمبر [illegible] / شعبان المعظم تا شوال المکرم [illegible]

"سچا اسلام اور اسلام کا سچا عقیدہ، جس پر صحابۂ کرام تابعین عظام اور سلفِ اسلامیہ کے علماء و صلحا گامزن رہے۔ وہ آج کل "مسلکِ اعلیٰ حضرت" کے نام سے جانا اور پکارا جاتا ہے۔ یہ کوئی نیا دین یا نیا مسلک نہیں بلکہ ابتدائے اسلام سے رائج عقیدۂ حقہ صادقہ کا ترجمان ہے، جس کی امام عشق و محبت، شیخ الاسلام والمسلمین الشاہ امام احمد رضا محقق بریلوی رضی اللہ عنہ نے ایسی بے مثل و بے مثال نمایاں خدمت انجام دی کہ وہ سچا اور پرانا دین مسلکِ اعلیٰ حضرت کے نام سے مشہور و معروف ہو گیا۔"

(علامہ عبدالستار ہمدانی مصروفؔ برکاتی، پوربندر، گجرات)

بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب

پیشکش:۔ محمد احمد ترازی

• R.N.I. REGISTRATION NO. : 71248/99

امام احمد رضا بریلوی رحمۃ اللہ علیہ کے افکار کی ترویج کا علمی علمبردار

اکتوبر تا دسمبر ۲۰۰۴ء جلد ۱۰ شمارہ ۳ (۳۸) شعبان المعظم تا شوال المکرم ۱۴۲۵ھ

مدیر : محمد زبیر قادری

منیجر : محمد اسحٰق برکاتی

Distributed in Pakistan By :

Markazi Majlis-e-Riza

P.O.Box: 2206, Lahore, Pakistan

Distributed in England By :

THE ISLAMIC TIMES

C/o. 138, Northgate Road,

Edgeley, Stockport, SK3 9NL ENGLAND

Distributed in Australia By :

SHEHZAD ALI

P.O. Box: 51, Lurnea 2170,

NSW, AUSTRALIA

Correspondence Address: رابطہ کا پتہ:

Tehreek-e-Fikr-e-Reza تحریکِ فکرِ رضا

167, Dimtimkar Road, Nagpada, Mumbai - 400 008.

Office Address: آفس کا پتہ:

95, Undria Street (Chowki Mohalla), Mumbai - 400 008 India

فون: *5600 8260*

Website: www.fikreraza.net Email: editor@fikreraza.net

پرنٹر پبلشر محمد اسحٰق برکاتی نے [illegible] 18 [illegible]، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400008
سے چھپوا کر دفتر 167، ڈمٹمکر روڈ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ 400 008 سے شائع کیا۔

اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحمت والا

متوسلینِ رضا

نعت پاک
از: شکیل احمد اعظمی مصباحی

مرحبا عرش بریں مسند رفعت ان کی — رب تعالیٰ کو ہے معلوم حقیقت ان کی
آپ کے علم سے ظاہر ہے مقام توقیر — نا سمجھ کیسے کہیں کیسی ہے عظمت ان کی
شان محبوب کا یوں سلسلہ رکھا رب نے — انبیا دیتے ہوئے آئے بشارت ان کی
دین و دنیا کی مل جائے کوئی مانگے تو — وہ تو رحمت ہیں عطا کرنا ہے عادت ان کی
ایسا آہنگ کہ کفار لرز اٹھتے تھے — حسن گفتار سے معمور تھی سیرت ان کی
ہم گنہگار، خطاکار، سیہ کار سہی — کام کر جائے گی محشر میں شفاعت ان کی
نعتیہ شعر میں پڑھتا عقیدت سے شکیل — تاکہ مل جائے مرے فن کو ضمانت ان کی

ترجمۂ کنزالایمان کا لسانی جائزہ (قسط ۱۳)

از: ڈاکٹر صابر سنبھلی، سیف خان سرائے، سنبھل، مرادآباد

۶۱- سورۃ الصّف

آیت ۳: جناب علامہ محمود الحسن نے اس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

"بڑی بے زاری کی بات ہے اللہ کے یہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"

"چیز" کا کہنے یا نہ کہنے یا کرنے یا نہ کرنے سے کوئی تعلق نہیں۔ کام کیا جاتا ہے یا نہیں کیا جاتا۔ بات کی جاتی ہے یا نہیں کی جاتی۔ لیکن "چیز" کے ساتھ "کرنا" یا "کہنا" کے مشتقات استعمال نہیں ہوتے۔ جناب علامہ معلوم نہیں لکھتے وقت کس کیفیت میں ہوا کرتے تھے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اردو کے تشکیلی عہد میں اس طرح کا ترجمہ کیا تھا۔ وہ یہ ہے۔

"بڑی بے زاری ہے اللہ کے ہاں کہ کہو وہ چیز جو نہ کرو"

ممکن ہے شاہ صاحب کے عہد کی دلی میں اس طرح بولا جاتا ہو۔ مگر جناب علامہ نے بغیر سوچے سمجھے، بغیر غور و فکر کیے شاہ صاحب کے الفاظ کو اپنا لیا۔ امام احمد رضا نے اس آیۂ کریمہ کا یہ ترجمہ حضرت صدرالشریعہ کو املا کرایا تھا۔

"کتنی سخت ناپسند ہے اللہ کو وہ بات کہ وہ کہو جو نہ کرو"

سبحان اللہ کیا صاف اور رواں ترجمہ ہے۔

۶۲- سورۂ جمعہ

آیت ۶: جناب علامہ نے اس آیت مبارکہ کے ایک جز کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

"تو کہہ اے یہودی ہونے والو اگر تم کو دعویٰ ہے کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوائے تو مناؤ اپنے مرنے کو اگر تم سچے ہو"

خط کشیدہ الفاظ کا مفہوم کسی کی بھی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔ "مرنے کو مناؤ" اردو کا روز مرہ نہیں ہے۔ واضح ہو کہ یہ "فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ" کا ترجمہ ہے۔ ان الفاظ کا ترجمہ "موت کی تمنا کرو" بھی ہو سکتا تھا؛ لیکن جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں تسہیل کی کوئی کوشش نہیں کی، بلکہ آنکھیں بند کر کے شاہ صاحب کے ترجمے کو نقل فرمالیا۔ شاہ صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔

"تو کہہ اے یہود ہونے والو اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ تم دوست ہو اللہ کے سب لوگوں کے سوا تو مناؤ مرنے کو اگر تم سچے ہو"

"تمنا کرنے کو" کے علاوہ "سب لوگوں کے سوائے" کا مفہوم بھی واضح نہیں ہے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ لکھایا۔

"تم فرماؤ اے یہودیو اگر تمہیں یہ گمان ہے کہ تم اللہ کے دوست ہو اور لوگ نہیں تو مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچے ہو"

شاید اسی کا اثر ہو کہ جناب علامہ کے ترجمے کے کسی مجہول الاسم مرتب کو اس غلطی کا احساس ہوا اور اس نے حوشیے میں تصحیح کی۔ "آرزو کرو اپنے مرنے کی"

آیت ۷: جناب علامہ کا نام نہاد ترجمہ یہ ہے۔

"اور وہ کبھی نہ منائیں گے اپنا مرنا ان کاموں کی وجہ سے جن کو آگے بھیج چکے ہیں اُن کے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں سب گنہگار"

چونکہ "مرنا منانے" کی بات ہے اور اس پر گفتگو ہو چکی اس لیے بلا تبصرہ جناب شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے۔ جس کے طفیل یا صدقے میں جناب علامہ بھی مترجم قرآن کہلانے لگے۔

"اور کبھی نہ مناویں گے مرنا جس واسطے آگے بھیج چکے ہیں اُن کے ہاتھ اور اللہ کو خوب معلوم ہیں گنہگار"

امام احمد رضا نے اس آیت مبارکہ کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اور وہ کبھی اس کی آرزو نہ کریں گے اُن کوتکوں کے سبب جو اُن کے ہاتھ آگے بھیج چکے ہیں اور اللہ ظالموں کو جانتا ہے"

آیت ۱۱: جناب علامہ نے اس آیت کا ترجمہ بین السطور میں رقم فرمایا۔

"اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا متفرق ہو جائیں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جائیں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور سوداگری سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا"

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اس آیت مبارکہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اور جب دیکھیں سودا بکتا یا کچھ تماشا کھنڈ جاویں اس کی طرف اور تجھ کو چھوڑ جاویں کھڑا تو کہہ جو اللہ کے پاس ہے سو بہتر ہے تماشے سے اور سودے سے اور اللہ بہتر ہے روزی دینے والا"

امام احمد رضا نے اس آیت مبارکہ کا فوری طور پر حضرت صدر الشریعہ کو یہ ترجمہ قلم بند کرایا۔

"اور جب انہوں نے کوئی تجارت یا کھیل دیکھا اس کی طرف چل دیے اور تمہیں خطبے میں کھڑا چھوڑ گئے تم فرماؤ وہ جو اللہ کے پاس ہے کھیل سے اور تجارت سے بہتر ہے اور اللہ کا رزق سب سے اچھا"

۶۳- سورۃ المنٰفقون

آیت ۲: جناب علامہ محمود الحسن نے اس آیت کا یہ ترجمہ بین السطور میں تحریر فرمایا۔

"انہوں نے رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر پھر روکتے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں"

"رکھا ہے اپنی قسموں کو ڈھال بنا کر" یہ فقرہ ہی فصاحت سے دور ہے۔ پھر "یہ لوگ بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں" علاوہ غیر فصیح ہونے کے عجیب بھی ہے۔ بادی النظر میں محسوس ہوتا ہے کہ لوگوں کو "بُرے کام" کہا گیا ہے۔ اگرچہ آخری فقرہ شاہ صاحب کے ترجمے میں بھی یوں ہی ہے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ اس طرح ہے۔

"رکھی ہیں اپنی قسمیں ڈھال بنا کر پھر روکے ہیں اللہ کی راہ سے یہ لوگ بُرے کام ہیں جو کر رہے ہیں"

جب شاہ صاحب کے ترجمے کی نقل ہی اُڑانی تھی تو ابتدائی حصے میں تصرف کیوں کیا؟ یہ اہم سوال ہے جبکہ اُن کے ترجمے میں کوئی لفظ متروک نہیں تھا۔ اگر دقیق الفہم تھا تو جناب علامہ ایک لفظ اپنی طرف سے بڑھا کر اور دو ۲ لفظوں کو بدل کر بھی اس کو سریع الفہم کہاں کر پائے۔ جو ترجمہ شاہ صاحب نے عطا کیا تھا جناب علامہ اُس کی روح کو بھی قائم نہ رکھ سکے۔ صرف ترمیم اور اصلاح کے شوق میں ایسا ہوا۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ فوری طور پر املا کرایا۔

"انہوں نے اپنی قسموں کو ڈھال ٹھہرالیا تو اللہ کی راہ سے روکا بے شک وہ بہت بُرے کام کرتے ہیں"

۶۴- سورۂ تغابن

آیت ۱: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کا ترجمہ مصحف میں اس طرح تحریر فرمایا ہے۔

"پاکی بول رہا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اُسی کا راج ہے اور اُسی کو تعریف اور وہی ہر چیز کر سکتا ہے"

"اُسی کو تعریف" کہاں کی اردو ہے علامہ صاحب ہی اس کو جانتے ہوں گے۔ عام اُردو داں تو اس فقرے میں "کو" کی بجائے "کی" بولتے اور لکھتے ہیں۔ شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ نے بھی اس طرح ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"پاکی بولتا ہے اللہ کی جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اُسی کا راج ہے اور اُسی کی تعریف ہے اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے"

شاہ صاحب نے "اس کی تعریف" تحریر فرمایا تھا، مگر جناب علامہ کی زباندانی ملاحظہ فرمایئے کہ انہیں یہ یا تو مشکل معلوم ہوا یا "متروک"۔ تبھی تو انہوں نے اس کی مٹی پلید کردی۔ جناب علامہ نے "کی" کو "کو" سے بدل کر کون سا تیر مارا ہے یہ اُن کے مداح یا شاگردوں کے شاگرد ہی بتا سکتے ہیں۔ امام احمد رضا نے اس آیت کریمہ کا درج ذیل ترجمہ فوری طور پر املا کرایا تھا۔

"اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں اُسی کا ملک ہے اور اُسی کی
تعریف اور وہ ہر چیز پر قادر ہے"

۶۵- سورۂ الطلاق

آیت ۱: جناب علامہ نے اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ اس طرح ارقام فرمایا۔

"اے نبی جب تم طلاق دو عورتوں کو تو اُن کو طلاق دو ان کی عدت پر"

اس حصہ آیت میں مسلمانوں کو طریقہ طلاق تعلیم فرمایا گیا ہے اگرچہ خطاب نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم سے ہے۔ جیسا کہ علامہ کے مفسر علامہ شبیر احمد عثمانی نے اپنے حاشیے میں لکھا ہے۔

"یہ نبی کو مخاطب بنا کر اُمت کو خطاب کیا گیا ہے"

مگر علامہ کے ترجمے کی لفظیات میں ایسا کوئی قرینہ موجود نہیں ہے۔ جبکہ یہ ضروری تھا۔ ترجمہ قرآن ہمیشہ تفسیر کے ساتھ ہی شائع نہیں ہوتا۔

شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی یہی ہے، جس کو جناب علامہ نے بغیر غور و فکر اُٹھا کر اپنے نسخے میں رکھ لیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ مولانا امجد علی اعظمی کو بول کر قلم بند کرایا۔

"اے نبی جب تم لوگ عورتوں کو طلاق دو تو اُن کی عدت کے وقت پر انہیں طلاق دو"

ایک لفظ "لوگ" کے اضافے نے خطاب میں عمومیت پیدا کردی اس کو کہتے ہیں "مہارت زبان"۔

۶۶- سورۂ التحریم

آیت ۳: حضرت علامہ نے اس آیت کے ایک جز کا مندرجہ ذیل ترجمہ بین السطور میں تحریر فرمایا۔

"اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات پھر جب اُس نے خبر کردی اس کی اور اللہ نے جتلادی نبی کو وہ بات تو جتلائی نبی نے اُس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ جتلائی عورت کو بولی تجھ کو کس نے بتلادی"

تحریر کا اکھڑا اکھڑا انداز بتا رہا ہے کہ ترجمہ نگار زبان کی مہارت نہیں رکھتے تھے۔ ایک بیوی صاحبہ نبی سے کہیں "تجھ کو کس نے بتلادی" سے صاف معلوم ہو رہا ہے کہ ترجمہ نگار کے دل میں نبی آخر ﷺ کے لیے کوئی عزت اور وقعت نہیں تھی۔ قابل غور یہ بھی ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب کا کیا ہوا ترجمہ (جس کا ترجمہ جناب علامہ نے کیا ہے) ایک مدت پرانا ہوتے ہوئے بھی اس ترجمے سے بہتر ہے۔ تبصرے کی حاجت نہیں، خود ملاحظہ فرمالیں۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اور جب چھپا کر کہی نبی نے اپنی کسی عورت سے ایک بات پھر جب اُس نے خبر کردی اس کی اور اللہ نے جتا دیا نبی کو یہ جتائی نبی نے اُس میں سے کچھ اور ٹلا دی کچھ پھر جب وہ بتایا عورت کو

بولی تجھ کو کس نے بتایا"

دونوں ترجموں کے ایک ایک لفظ کو ملا کر دیکھیے۔ جہاں جہاں جناب علامہ نے شاہ صاحب کے ترجمے میں تصرف کیا ہے وہیں وہیں عبارت میں پھوہڑپن آ گیا ہے۔ امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ فوری طور پر املا کرایا۔

"اور جب نبی نے اپنی ایک بی بی سے ایک راز کی بات فرمائی پھر جب وہ اُس کا ذکر کر بیٹھی اور اللہ نے اُسے نبی پر ظاہر کر دیا تو نبی نے اُسے کچھ جتایا اور کچھ سے چشم پوشی فرمائی پھر جب نبی نے اُسے اس کی خبر دی بولی حضور کو کس نے بتایا"

۶۷- سورۃ المُلک

آیت ۱۶: جناب علامہ اللہ بر آیتِ ہٰذا کے ایک جز کے ترجمے میں تحریر فرماتے ہیں۔

"تم نڈر ہو گئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے اس سے کہ وہ دھنسا دے تم کو زمین میں"

جناب علامہ کے نزدیک باری تعالیٰ عزوجل آسمان میں ہے۔ جب علامہ نے یہ لکھا ہے تو یہی ان کا عقیدہ بھی ہوگا۔ کیا اس سے یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ علامہ موصوف جناب رب العزت کے لیے مکانیت کے قائل تھے۔ تقریباً ایسا ہی ترجمہ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اردو زبان کے تشکیلی عہد میں کیا تھا۔ اس لیے یہ اُن کی زبان کی مجبوری تھی۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا تحریر فرمایا ہوا آیتِ ہٰذا کے اس جز کا ترجمہ درج ذیل ہے۔

"کیا نڈر ہوئے ہو اس سے جو آسمان میں ہے کہ دھنسا دے تم کو زمین میں"

جناب علامہ نے اس ترجمے کو الفاظ کا اُلٹ پھیر کر کے اپنا کر لیا۔ امام احمد رضا نے اس حصۂ آیت کا یہ ترجمہ لکھایا۔

"کیا تم اس سے نڈر ہو گئے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تمہیں زمین میں دھنسا دے"

ایک غلط عقیدے سے کس صفائی کے ساتھ اپنے قارئین کو بچا کر لے گئے۔ یہ قابلِ داد ہے۔

آیت ۱۷: مذکورہ بالا آیت سے ملتے جلتے مضمون کی اس آیت کے ایک حصے کا ترجمہ جناب علامہ نے یوں تحریر فرمایا۔

"یا نڈر ہو گئے ہو اُس سے جو آسمان میں ہے اس بات سے کہ برسا دے تم پر مینھ پتھروں کا"

وہی بات ہے جو آیت ۱۶ کے ترجمے میں تھی۔ شاہ صاحب نے زبان کی نارسائی کے عہد میں اس حصۂ آیت کا ترجمہ تحریر کیا تھا۔ "یا نڈر ہوا اس سے جو آسمان میں ہے کہ چھوڑے تم پر پتھراؤ باؤ کا"

امام احمد رضا نے حضرت صدر الشریعہ کو حصۂ آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"یا تم نڈر ہو گئے اس سے جس کی سلطنت آسمان میں ہے کہ تم پر پتھراؤ بھیجے"

ملاحظہ فرمائیے کہ کیسی صفائی سے مکانیت کے فاسد عقیدے کا رد فرما دیا۔

آیت ۲۴: جناب علامہ سے موسوم مترجم مصحف میں اس آیت مقدسہ کا یہ ترجمہ مرقوم ہے۔

"تو کہہ وہی ہے جس نے کھنڈا دیا تم کو زمین میں اور اُسی کی طرف اکٹھے کیے جاؤ گے"

شاہ صاحب کا کیا ہوا ترجمہ بھی تقریباً یہی ہے۔ جناب علامہ نے صرف اتنا کیا ہے کہ شاہ صاحب کے "کھنڈایا" میں ایک حرف "دُ" کا اضافہ کر دیا ہے یعنی "کھنڈایا" کو "کھنڈا دیا" سے بدل دیا ہے۔

شاہ صاحب کے ترجمے میں صرف یہی ایک لفظ ایسا تھا جو متروک تھا۔ نہ بول چال میں سنا جاتا ہے نہ تحریر میں رائج ہے۔ جناب علامہ کے عہد سے لے کر اب تک کی کتابوں میں سے جو راقم کی نظر سے گزریں کہیں نظر نہیں آیا۔ جناب علامہ کو اس کو بدلنا چاہیے تھا؛ مگر شاید انہیں اس لفظ کے معنٰی معلوم نہیں تھے ورنہ وہ اس کا ترجمہ ضرور کر دیتے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ ارشاد فرمایا۔

"تم فرماؤ وہی ہے جس نے زمین میں تمہیں پھیلایا اور اُسی کی طرف اُٹھائے جاؤ گے"

آیت ۲۶: اس آیت کے ترجمے کا موازنہ مقصود نہیں ہے؛ بلکہ "فاضل بریلوی کا مشن" کے مصنف نے امام احمد رضا پر جو یہ الزام لگایا تھا کہ انھوں نے اس ترجمے میں کلمہ حصر "انّمـــا" کا ترجمہ چھوڑ دیا، کا جواب دینا ہے۔ ذیل میں کنزالایمان سے آیت زیر بحث کا ترجمہ نقل کیا جاتا ہے۔

"تم فرماؤ کہ یہ علم تو اللہ کے پاس ہے اور میں تو یہی صاف ڈر سنانے والا ہوں"

اعتراض کرتے وقت مصنف نے اپنے ذہن سے ایک اختراع کیا کہ عربی کے کلمہ حصر "انّما" کے ترجمے اردو میں "صرف" اور "ہی" ہی درست ہیں۔ تحریر فرماتے ہیں۔

"حقیقت یہ ہے کہ قرآن کریم میں "انّما" سے جو حصر مقصود ہے وہ اردو میں کلمہ "صرف" سے تو کچھ حاصل ہوتا ہے۔ کلمہ "ہی" سے اتنا نہیں۔" (صفحہ ۱۴۱)

مصنف نے اس قول کے ثبوت میں کوئی حوالہ نہیں دیا۔ بغیر ثبوت کے زبان کے معاملے میں کسی ایسے شخص کی ذاتی بلکہ عناد پر مبنی رائے کو کیسے تسلیم کیا جاسکتا ہے جس کا زبان دانی میں کوئی مقام نہیں۔ اس علم میں وہ کوئی کتاب تو کیا لکھتے کوئی مضمون بھی نہیں لکھ سکے ہیں اور اسی پر کیا موقوف آج تک اُن کی تصنیف (اس کتاب کے علاوہ) ایک پرچہ بھی نظر سے نہیں گزرا۔

اس لیے مصنف کو نہ تو اس کا حق پہنچتا ہے کہ وہ ایسے عالمانہ فیصلے کریں اور نہ اُن کا یہ منصب ہے۔ کاغذات میں کسی مدرسے کا مہتمم ہونے سے کوئی شخص ماہر زبان نہیں ہوسکتا۔ جناب علامہ محمود الحسن صاحب کی زبان دانی کے جوہر اس لسانی جائزے میں کھل کر سامنے آرہے ہیں۔ اُن کے شاگردوں کے شاگرد اور پھر اُن کے بھی شاگرد اردو زبان کے اصول اور کلیے اپنی طرف سے بنانے لگیں تو اس زبان کا خدا ہی حافظ ہے۔

اردو میں کلمات حصر کون کون سے ہیں یہ جاننے کے لیے مصنف کو "اساس اردو" مولفہ مولوی حافظ سید جلال الدین احمد جعفری زینبی، ناشر کتب خانہ انجمن ترقی اردو، جامع مسجد، دہلی (جون ۱۹۷۵ء) میں حروف تخصیص پر صفحات نمبر ۱۵۰ تا ۱۵۳ کا مطالعہ کرنے کا مشورہ دیا جاتا ہے زبان درازی یا بے ضابطہ اصول سازی کی کوئی اہمیت سنجیدہ اور ذی علم حضرات کی نظر میں نہیں ہوتی۔

ہاں تو مندرجہ بالا صفحات میں اردو میں مستعمل کلمات حصر کا بیان ہوا ہے اُن میں کلمہ "تو" بھی ہے اور یہ کلمہ امام احمد رضا کے زیر بحث آیت کے ترجمے میں موجود ہے۔ اب اگر مصنف اردو کے کلمات حصر سے واقف نہیں ہیں تو اس بارے میں کوئی کیا کرسکتا ہے۔ یا بات یہ ہے کہ وہ واقف تو ہیں مگر امام احمد رضا پر جھوٹا الزام نہیں لگائیں گے تو قلب و ذہن کو سکون نہیں ملے گا۔ اس مرض کا بھی کسی کے پاس کوئی علاج نہیں ہے۔

۶۸- سورۃ القلم

آیت ۶: جناب علامہ نے اس مختصری آیت کے ترجمہ کے تحت رقم فرمایا۔

"کہ کون ہے تم میں جو بچل رہا ہے"

جناب علامہ نے "بچل رہا ہے" عربی لفظ "مَفْتُوْنُ" کا ترجمہ کیا ہے۔ مولوی سید احمد دہلوی مرتب فرہنگ آصفیہ کے مطابق "بچلنا" مصدر اور اس کے مشتقات ہندوؤں کی زبان سے متعلق ہیں۔ جناب علامہ نے "مَفْتُوْنُ" کا ترجمہ "بچل رہا ہے" اس لیے کیا ہے کہ شاہ عبدالقادر صاحب نے ایسا ہی کیا تھا اور جناب علامہ شاہ صاحب کے ترجمے کے ایسے محتاج تھے کہ اپنی سمجھ سے کوئی ترمیم نہیں کرسکتے تھے۔ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"کون ہے تم میں کہ بچل رہا ہے"

دونوں ترجمے سامنے ہیں۔ قارئین کرام خود ملاحظہ فرمالیں کہ جناب علامہ نے ترجمے میں کیا تیر مارا ہے۔ رہا شاہ صاحب کے ترجمے میں "بچل رہا ہے" ہونے کا سوال تو امید بلکہ یقین ہے کہ اُن کے عہد میں یہ لفظ کسی ایک طبقے کے ساتھ مخصوص نہ رہ ہوگا؛ مگر جناب علامہ کے عہد میں ہی فرہنگ آصفیہ مرتب ہوئی جس میں الفاظ کے مسلّم جوہری اور پارکھی مولوی سید احمد دہلوی نے اس لفظ کو ہندوؤں کا لفظ لکھا۔ اور ہندوؤں کے اس لفظ کے ساتھ جناب علامہ محمود الحسن کی محبت ہی خاص نہیں ہے بلکہ اُن کے شاگرد اور مفسر علامہ شبیر احمد عثمانی نے جناب علامہ سے ۱۳-۱۴ برس کے بعد بھی اس لفظ سے اپنی محبت کا ثبوت دیا اور اسی آیت کے حاشیے میں تحریر فرمایا۔ "پاگلوں کی طرح بہکی بہکی باتیں کرتا تھا" کیا جناب شبیر احمد اس جگہ "بہکی بہکی باتیں" نہیں لکھ سکتے تھے؟ مگر دل کا لگاؤ تو کسی دوسرے فرقے اور اُس کی زبان کے ساتھ تھا۔

ع ترا دل تو ہے صنم آشنا تجھے کیا ملے گا نماز میں

اور جناب علامہ محمود الحسن کی اس لفظ کے ساتھ قلبی وابستگی کا عالم یہ ہے کہ اسی سورت کی آیت ۲۸ کے ترجمے میں عربی لفظ "اوسط" کا ترجمہ بھی "بھلا" ہی کیا ہے (کیا آیت ۱۱ میں جو قاری "بھلا" کو "بھٹکا" کے معنی میں لے چکا ہے وہ اس مقام پر "بھٹکا" کے معنی نہیں لے گا) کیا وہ اس لفظ کا ترجمہ منجھلا، بچولا، درمیانی، بیچ والا نہیں کر سکتے تھے؟ مگر جب دل ہی مثم آشنا ہو تو......

امام احمد رضا نے اس آیت پاک کا یہ ترجمہ تحریر کرایا "کہ تم میں کون مجنون تھا"

آیت ۴۲: علامہ محمود الحسن صاحب اس آیت کا ترجمہ حضرت شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے مصحف سے معمولی تصرف کے ساتھ اس طرح نقل فرماتے ہیں۔

"جس دن کہ کھولی جائے پنڈلی اور بلائے جائیں سجدہ کرنے کو پھر نہ کرسکیں"

شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"جس دن کھولی جاوے پنڈلی اور بلائے جاویں سجدے کو پھر نہ کرسکیں"

"پنڈلی" لفظ "ساق" کا ترجمہ ہے۔ اس لفظ پر غیر مسلموں نے اعتراض کیے ہیں۔ جملہ اعتراضات اگرچہ ہٹ دھری پر مبنی ہیں مگر معاندین کی زبان کون روک سکتا ہے۔ بات یہ بھی ہے کہ جب اپنا ہی پیسہ کھوٹا ہو تو پرکھنے والے کا کیا دوش۔ کمی ترجمہ کرنے والوں کی بھی تھی۔ اگرچہ ۱۳-۱۴ برس بعد علامہ شبیر احمد عثمانی نے حاشیہ لکھا تو اس لفظ کی وضاحت کی مگر یہ بھی تو ہے کہ ہر مصحف میں حاشیہ نہیں ہوتا۔ بغیر تفسیری اشاروں کے بھی قرآن کریم کے نسخے طبع ہوتے ہیں۔ ایسے نسخوں میں ترجمہ پڑھنے والے کا ذہن کدھر جائے گا۔ اس بارے میں جناب علامہ نے کچھ نہیں سوچا۔ شاید وہ سوچ بھی نہیں سکتے تھے اگر سوچتے بھی تو کیا کرلیتے۔ جب شاہ عبدالقادر صاحب کے نسخے میں انہیں اس لفظ پر کوئی تبصرہ نہیں ملا تو وہ اپنے طرف سے کیسے کچھ لکھ دیتے۔ شاید جناب علامہ میں نہ اتنا علم تھا نہ حوصلہ۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"جس دن ایک ساق کھولی جائے گی (جس کے معنی اللہ ہی جانتا ہے) اور سجدے کو بلائے جائیں گے تو نہ کرسکیں گے"

گو یہ ہے کہ ترجمے کا حق ادا ہوگیا۔ قوسین کے سات ہے لفظوں نے سارے الزامات کو اٹھا دیا اور قاری کو شبے سے بچالیا۔

۶۹- سورۃ الحاقہ

آیت ۵: جناب علامہ محمود الحسن نے اس آیت کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔

"سو وہ جو ثمود تھے غارت کردیے گئے اچھال کر"

شاہ صاحب نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔ "سو وہ جو ثمود تھے سو کھپائے گئے اُچھال سے"

اور امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔ "تو ثمود تو ہلاک کیے گئے حد سے گزری ہوئی چنگھاڑ سے"

آیت ۴۲: جناب علامہ نے اس آیت مقدسہ کا یہ ترجمہ اپنے نسخے میں تحریر فرمایا۔

"اور نہیں ہے کہا پریوں والے کا تم بہت کم دھیان کرتے ہو"

جناب شاہ عبدالقادر صاحب کا ترجمہ یہ ہے۔ "اور نہ کہنا پریوں والے کا تم تھوڑا دھیان کرتے ہو"

"پریوں والے" "کاہن" کا ترجمہ ہے۔ قرآن اور اسلام سے دلچسپی رکھنے والا کوئی شخص ایسا نہیں ہوگا جو اس لفظ (کاہن) سے واقف نہ ہو۔ چونکہ شاہ عبدالقادر صاحب نے قرآن کریم کا جو اردو ترجمہ کیا وہ ابتدائی کوشش تھی۔ کاہن کے لیے انہیں کوئی اور لفظ نہیں سوجھا تو انہوں نے "پریوں والے" ترجمہ کر دیا اور اُسی کو جناب علامہ نے اپنے ترجمے میں نقل کرلیا۔

اب سے پچاس برس پہلے تک دھاری برہمن نژاد لوگ دیہات اور شہر کے محلوں میں پوتھی (پترا) لے کر گلی گلی بلکہ گھر گھر گھومتے اور پوتھی اور ہاتھ کی لکیریں دیکھ کر عورتوں اور بچوں کا مستقبل بتاتے پھرا کرتے تھے۔ ٹونے ٹوٹکے بھی خوب کراتے تھے۔ بہت سے گھروں میں آگ بھی انہی کے مشوروں سے لگائی جاتی تھی۔ اُن کو بعد میں جوتشی کہا جانے لگا اور وہ پھرنے گھومنے کے بجائے کچہری، جیل، اسٹیشنوں پر فٹ پاتھ پر بیٹھ کر اپنا دھندا کرنے لگے۔

اُس عہد میں (پچاس برس پہلے تک) ان کو "نجومی"، "جوتشی" "ترادی" یا "پریوں والے" کہا جاتا تھا۔ شاہ صاحب کے عہد میں اردو زبان میں الفاظ کا کال تھا۔ اس لیے انھوں نے "پریوں والے" ہی ترجمہ فرمادیا۔ جناب علامہ کا مزاج ترجمہ نگاری میں کچھ ایسا تھا جس کو آج کل مکھی پر مکھی مارنا کہتے ہیں۔ تل بھر ادھر سے اُدھر نہیں ہونا چاہتے تھے۔ شاید یہ اُن کی مجبوری ہی تھی اس لیے انہوں نے اس کو یوں ہی رہنے دیا۔ وہ اس کی جگہ "شگونی" "فال گو" یا "فال کھولنے یا دیکھنے والا" بھی لکھ سکتے تھے۔ یا کاہن ہی رہنے دیتے، اس سے بھی مفہوم میں کچھ دشواری نہ ہوتی، مگر بات وہی مجبوری کی ہے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔ "اور نہ کسی کاہن کی بات، کتنا کم دھیان کرتے ہو"

۷۰- سورۂ معراج

آیت ۵: جناب علامہ نے اس آیت کا ترجمہ جناب شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے سے اس طرح لفظ بلفظ نقل فرمایا۔

"تو تو صبر کر بھلی طرح کا صبر کرنا"

ترجمے کے دوسرے فقرے (بھلی طرح کا صبر کرنا) کا مفہوم واضح نہیں۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ

املا کرایا۔

"تو تم اچھی طرح صبر کرو"

آیت ۱۱: جناب علامہ کے مترجمہ قرآن کریم میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح درج ہے۔

"سب نظر آجائیں گے اُن کو چاہے گا گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دے کر اُس دن کے عذاب سے اپنے بیٹے کو"

جناب شاہ عبدالقادر صاحب نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"نظر آجاویں گے اُن کو منا دے گا گنہگار کسی طرح چھڑوائی میں دے اُس دن کی مار سے اپنے بیٹے"

ان ترجموں میں لفظ "چھڑوائی" غیر فصیح ہے جناب علامہ کا ترجمہ کسی مفہوم کو واضح نہیں کرتا۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

"ہوں گے انہیں دیکھتے ہوئے مجرم آرزو کرے گا کاش اُس دن کے عذاب سے چھٹنے کے بدلے میں دے دے اپنے بیٹے"

۷۱- سورۂ نوح

آیت ۹: جناب علامہ زیر آیت رقم طراز ہیں۔

"پھر میں نے اُن کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپکے سے"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"پھر میں نے اُن کو کھول کر کہا اور چھپ کر کہا چپ کے سے"

قارئین کرام ملاحظہ فرمائیں کہ جناب علامہ کے ترجمے کو اُن کا کس طرح کہا جاسکتا ہے۔ "کھول کر" اور "چھپ کر" کے بالمقابل امام احمد رضا کے ترجمے کے لفظیات ملاحظہ فرمایئے۔

"پھر میں نے اُن سے باعلان بھی کہا اور آہستہ خفیہ بھی کہا"

۷۲- سورۂ جن

آیت ۱: علامہ محمود الحسن صاحب نے شاہ عبدالقادر صاحب کے اس آیت کے ترجمے کو معمولی سے تصرف کے ساتھ اس طرح اپنے نسخے میں نقل فرمایا۔

"تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہنے لگے ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے اس آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"تو کہہ مجھ کو حکم آیا کہ سن گئے کتنے لوگ جنوں کے پھر کہا ہم نے سنا ہے ایک قرآن عجیب"

ترجمے کی زبان اور اسلوب بیان کے فرق کو دیکھنے کے لیے اس آیت کا امام احمد رضا کا املا کرایا ہوا

یہ ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"تم فرماؤ مجھے وحی ہوئی کہ کچھ جنوں نے میرا پڑھنا کان لگا کر سنا تو بولے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا"

آیت ۱۰: پہلے اس آیت شریفہ کا جناب علامہ کا تحریر فرمایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کہ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا ہے اُن کے حق میں اُن کے رب نے راہ پر لانا"

شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی لگ بھگ یہی تھا۔ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور یہ کہ ہم نہیں جانتے کچھ بُرا ارادہ ٹھہرا ہے زمین کے رہنے والوں پر یا چاہا اُن کے حق میں اُن کے رب نے راہ پر لانا"

سر دُھنتے رہیے۔ کیا مجال کہ ترجمے سے آیت کا مفہوم واضح ہو جائے۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

"اور یہ کہ ہمیں نہیں معلوم کہ زمین والوں سے کوئی بُرائی کا ارادہ فرمایا گیا ہے یا اُن کے رب نے کوئی بھلائی چاہی ہے"

اس ترجمے سے آیت کا مفہوم بالکل واضح ہو جاتا ہے۔ اب اوپر کے دونوں ترجمے پڑھیے وہ بھی سمجھ میں آجائیں گے، مگر کنزالایمان کے وسیلے سے۔ اس کے مطالعہ کے بعد۔

آیت ۱۴: جناب علامہ نے اس آیت کے تحت شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کو چند تصرفات کے ساتھ اس طرح نقل فرمایا۔

"اور یہ کہ کچھ ہم میں حکم بردار ہیں اور کچھ ہیں بے انصاف سو جو لوگ حکم میں آگئے سو انہوں نے اٹکل کر لیا نیک راہ کو"

جناب شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اس آیتِ مقدسہ کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا تھا۔

"اور یہ کہ کوئی ہم میں حکم بردار ہیں اور کوئی بے انصاف سو جو حکم میں آئے سو انہوں نے اٹکل نیک راہ"

جناب علامہ نے "کوئی" کو "کچھ" سے بدلا اور "اٹکل" کو "اٹکل کرلیا" سے بدل دیا۔ یہ اچھا کیا بلکہ اپنے دعوے کے مطابق کیا؛ مگر اس کے باوجود آیت کا مفہوم غیر واضح ہی رہا۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اور یہ کہ ہم میں کچھ مسلمان ہیں اور کچھ ظالم اور جو اسلام لائے انہوں نے بھلائی سوچی"

اس ترجمے سے آیت کا مفہوم روشن ہوگیا۔ اب جناب علامہ کا ترجمہ بھی سمجھ میں آسکتا ہے۔

۷۳- سورۃ المزمل

آیت ۱۰: جناب علامہ نے اس آیت کے تحت شاہ عبدالقادر صاحب کے ترجمے کو اس طرح تصرف کرکے تحریر فرمایا۔

"اور سہتا رہ جو کچھ کہتے ہیں اور چھوڑ دے اُن کو بھلی طرح کا چھوڑنا"

کے باقوں شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

"اور سہتا رہ جو کہتے ہیں اور چھوڑ ان کو بھلی طرح کا چھوڑنا"

ترجمے میں صفائی دیکھنی ہو تو امام احمد رضا کا فوری طور پر لکھایا ہوا ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور کافروں کی باتوں پر صبر فرماؤ اور انہیں اچھی طرح چھوڑ دو"

آیت ۱۶: جناب علامہ نے اس آیت مبارکہ کے ترجمے کو شاہ صاحب کے ترجمے سے اس طرح تصرف فرما کر نقل فرمایا۔

"پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہم نے اس کو وبال کی پکڑ"

اس آیت مبارکہ کا شاہ صاحب علیہ الرحمہ نے یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا جس میں تصرف کرکے جناب علامہ نے اپنا بنا کر پیش کیا۔

"پھر کہا نہ مانا فرعون نے رسول کا پھر پکڑی ہم نے اُس کو پکڑ وبال کی"

"اس کو" کی جگہ "اس کی" ہوتا تو فصیح ہوتا۔ امام احمد رضا نے اس آیت کریمہ کے ترجمے کو ان الفاظ میں واضح فرمایا۔

"تو فرعون نے اُس رسول کا حکم نہ مانا تو ہم نے اُسے سخت گرفت سے پکڑا"

۷۴- سورۃ المدثر

آیت ۱۲: جناب علامہ نے شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ بغیر کسی تصرف کے اپنے مصحف میں اٹھا کر رکھ لیا۔ وہ اس طرح ہے۔

"اور دیا میں نے اُس کو مال پھیلا کر"

جناب علامہ نے نقل ماری۔ اب مفہوم کو جاننے کے لیے آپ اپنے ذہن کو تکلیف دیتے رہیے۔

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔ "اور اُسے وسیع مال دیا"

آیت ۳۵: جناب علامہ نے اپنے قارئین کو اس آیت کا یہ ترجمہ عنایت فرمایا۔

"وہ ایک ہے بڑی چیزوں میں کی"

مفہوم قطعی غیر واضح ہے جبکہ شاہ صاحب علیہ الرحمہ کے ترجمے میں ایسی بات نہیں تھی۔ اُن کا ترجمہ یہ ہے۔

"وہ دوزخ ایک ہے بڑی چیزوں میں"

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔ "بے شک دوزخ بہت بڑی چیزوں میں کی ایک ہے"

حاشیہ لکھتے وقت جناب شبیر احمد عثمانی کو جناب علامہ کے ترجمے کی کمی کا احساس ہوا تو انھیں اس پہ یہ حاشیہ چڑھانا پڑا۔

"یعنی جو بڑی بڑی ہولناک اور عظیم الشان چیزیں ظاہر ہونے والی ہیں دوزخ اُن میں کی ایک چیز ہے"

صاف معلوم ہوتا ہے کہ کنزالایمان سے استفادہ کیا گیا ہے۔

آیت ۴۵: جناب علامہ نے آیت زیرِ بحث کے ذیل میں جو ترجمہ لکھا ہے اس کو سمجھنے کی کوشش کیجیے۔ ترجمہ یہ ہے۔

"اور ہم تھے باتوں میں دھنستے دھنسنے والوں کے ساتھ"

اور شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے اردو زبان کی نا داری کے عہد میں یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"اور ہم تھے بات میں دھنستے ساتھ دھنسنے والوں کے"

اگر آپ کی فہم نے شکست تسلیم کرلی ہو تو امام احمد رضا کا فی الفور قلم بند کروایا ہوا یہ ترجمہ ملاحظہ فرمایئے۔

"اور بے ہودہ فکر والوں کے ساتھ بے ہودہ فکر کرتے تھے"

۷۵- سورۃ القیامہ

آیت ۱: اس آیت کے ذیل میں جناب علامہ نے شاہ عبدالقادر صاحب کا یہ ترجمہ من وعن نقل فرمایا۔

"قسم کھاتا ہوں قیامت کے دن کی"

ایسی ہی لغزشیات آیت ۲ کے ترجمے کی بھی ہے۔ زبان، چلن اور استعمال کی پابند ہوتی ہے۔ اس لیے قواعد کے لحاظ سے "قسم کھانا" صحیح اور درست روزمرہ ہے؛ لیکن اللہ رب العزت کی شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک محتاط شخص اس کے لیے مرفوعاً یا مجازاً بھی کھانے پینے جیسے الفاظ استعمال نہیں کرتا۔ کیونکہ وہ کھانے پینے جیسے افعال سے پاک ہے

اسی لیے امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ لکھایا۔

"روزِ قیامت کی قسم یاد فرماتا ہوں"

آیت ۱۵: علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت کے ذیل میں جناب شاہ صاحب کا لکھا ہوا یہ ترجمہ ہو بہو نقل فرمالیا۔

"اور پڑا لا ڈالے اپنے بہانے"

اب سے پچاس ساٹھ برس پہلے لفظ "پڑے" ("خواہ" اور "اگر" کے معنی میں) مستعمل تھا۔ مگر "پڑا" نہیں۔ شاہ صاحب نے لفظ "پڑا" کسی مجبوری کے باعث لکھا تو جناب علامہ نے اُس کو بغیر سوچے سمجھے نقل فرمالیا۔ امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔

"اور اگر اُس کے پاس جتنے بہانے ہوں سب لا ڈالے"

۷۶- سورۃ الدھر

آیت ۱۱: حضرت علامہ نے اس آیت کے تحت یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

"پھر بچالیا اُن کو اللہ نے بُرائی سے اُس دن کی اور ملادی اُن کو تازگی اور خوش وقتی"

دینا، عطا کرنا یا بخشنا کے معنی میں "ملانا" کم از کم سو ۱۰۰ برس سے تو اردو میں مستعمل ہے نہیں۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کے عہد کی بول چال میں اس کے مروج ہونے کے امکان کو خارج نہیں کیا جاسکتا۔ اُس وقت شاہ صاحب نے اس آیت کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا تھا۔

"پھر بچالیا اُن کو اللہ نے برائی سے اُس دن کی اور ملائی اُن کو تازگی اور خوش وقتی"

جناب علامہ نے نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ "ملائی" کو "ملادی" سے بدلا اور شاہ صاحب کے ترجمے کے مالک بن بیٹھے۔ گویا "ملائی" متروک یا مشکل تھا اور "ملادی" رائج اور سہل ہے۔ جواب نہیں ہے اس فہم کا۔ اسی کو کہتے ہیں "کانا اور لے دوڑی"۔ امام احمد رضا نے جناب صدر الشریعہ کو اس آیت مبارکہ کا فوری طور پر یہ ترجمہ املا کرایا۔

"تو انہیں اللہ نے اُس دن کے شر سے بچالیا اور انہیں تازگی اور شادمانی دی"

آیت ۱۸: جناب علامہ محمود الحسن اس آیت کریمہ کا ترجمہ شاہ صاحب کے ترجمے سے ہو بہو نقل فرما کر درج ذیل الفاظ میں رقم طراز ہیں۔

"ایک چشمہ ہے اُس میں اُس کا نام کہتے ہیں سلسبیل"

قارئین کرام غور فرمائیں کہ یہ برصغیر کے کس علاقے کی اردو ہے۔ "نام" اور "کہتے ہیں" ایک ساتھ نہیں آتے ہیں۔ یا تو یوں ہونا چاہیے کہ "اس شہر کو دلّی کہتے ہیں" یا یوں کہہ سکتے ہیں کہ "اس شہر کا نام دلّی ہے"۔ "اس شہر کا نام دلّی کہتے ہیں" جناب علامہ کے عہد بلکہ اُن کے عہد سے پہلے بھی نہیں بولا جاتا تھا۔ ممکن ہے کہ شاہ صاحب کے عہد کی ٹھیٹ گجراتی زبان میں اس کا چلن رہا ہو۔ مگر شاید جناب علامہ کو ان

باتوں کی فہم نہیں تھی۔ امام احمد رضا نے اس آیت کریمہ کا یہ ترجمہ تحریر کرایا۔

"جنت میں ایک چشمہ ہے جس کو سلسبیل کہتے ہیں"

۷۷- سورۃ المرسلٰت

آیت ۲۳: اس آیت کے ترجمے میں حضرت علامہ کی اردو زبان سے ناآشنائی ملاحظہ فرمائیے کہ دو فقرے ہیں اور ترجمے میں دونوں میں تضاد پایا جاتا ہے۔ معاً یہ ترجمہ بارگاہ الٰہی میں گستاخی جیسا بھی ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔

"پھر ہم اس کو پورا کر سکے سو ہم کیا خوب سکت والے ہیں"

مصدر "سکنا" کے ماضی مطلق کے صیغے سے خواہ وہ مثبت ہی ہو فاعل کی مجبوری یا بے بسی کا اظہار ہوتا ہے۔ جیسے "زید صبح ۶ ر بجے اُٹھ سکا"۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ۶ ر بجے سے پہلے نہیں اُٹھ سکا یا "بکر ایک گھنٹے میں ۵ کلومیٹر چل سکا" مطلب ہوا کہ بکر میں اور زیادہ چلنے کی سکت ہی نہیں تھی۔ یا "خالد ایک ماہ میں ایک ہزار روپے بچاسکا" مطلب واضح ہے کہ وہ ایک ہزار سے زیادہ نہیں بچاسکا۔ ورنہ ہر شخص زیادہ سے زیادہ بچت کرنا چاہتا ہے۔ (جناب علامہ نے جس طرح "پورا کر سکے" لکھا ہے یہ اس طرح بولا بھی نہیں جاتا۔ اُس وقت بولا جاتا ہے جب کسی کام کی تکمیل میں دشواری ہو)

جناب علامہ نے جس کا ترجمہ "کر سکے" کیا ہے وہ قول الٰہی ہے۔ جبکہ وہ ہر شے پر قادر ہے۔ جیسا کہ جناب علامہ بھی متعدد مقامات پر ترجمہ فرماتے رہے ہیں۔ لیکن یہاں قدرت الٰہی سے انکار ہے اس لیے یہ بارگاہ الوہیت میں گستاخی ہے۔

جب اسی آیت میں یہ بھی ہے کہ "ہم خوب سکت والے ہیں" تو یہ تضاد ہوا۔ قدرت کا انکار تو پہلے فقرے میں ہی ہو گیا جہاں فعل "سکے" کی نسبت اُس کی طرف کردی گئی۔

اگرچہ جناب شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے بھی ایسا ہی ترجمہ فرمایا تھا۔ ترجمہ یہ تھا۔ "پھر ہم کر سکے سو کیا خوب سکت والے ہیں" مگر فقیر کی نظر میں شاہ صاحب سے جو نادانستہ لغزش ہوئی ہے اُس سے صرف نظر بہتر ہے۔ کیونکہ شاہ صاحب کا عہد تشکیل زبان کا عہد تھا۔ اصول و قواعد ہی منضبط نہیں ہوئے تھے، زبان کی باریکیوں کی تو کون کہے۔ امام احمد رضا نے اس آیت کا یہ ترجمہ املا کرایا۔

"پھر ہم نے اندازہ فرمایا تو ہم کیا ہی اچھے قادر"

۷۸- سورۃ النبا

آیت ۲۰: جناب علامہ محمود الحسن نے اس آیت مجیدہ کا یہ ترجمہ تحریر فرمایا۔

"اور چلائے جائیں گے پہاڑ تو ہو جائیں گے چمکتا ریتا"

ابھی [illegible] کی تعریف کرنی ہی پڑتی ہے۔ ترجمہ بلاشبہ اچھا ہے۔ کوئی کھوٹ کسر بھی نہیں ہے۔ شاہ صاحب کے ترجمے پر ترقی بھی ہے شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ ہے۔

"اور چلائے جاویں پہاڑ تو ہو جاویں ریتا"

جناب علامہ نے "چمکتا ریتا" اور شاہ صاحب نے "ریتا" عربی لفظ "سَرَابًا" کا ترجمہ کیا ہے۔ اس کو اردو میں "سراب" ہندی میں [illegible] اور انگریزی میں MIRAGE کہتے ہیں۔ تشریح یہ ہے۔

غیاث اللغات میں "سراب" کا تعارف درج ذیل الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

"بفتح۔ آنچہ در ایام گرما مسافر تشنہ را بتابش آفتاب ریگ صحرا از دور چوں آب نمائد و گاہے در شب ماہتاب نیز ہم چنیں ہی نمائد" (یعنی زبر کے ساتھ۔ وہ کہ گرمی کے دنوں میں پیاسے راہی کو سورج کی چمک سے جنگل کا ریت دور سے پانی کی طرح دکھائی دیتا ہے اور کبھی رات میں چاندنی بھی ایسا ہی ظاہر کرتی ہے)

فرہنگ آصفیہ میں سراب کے یہ معنی لکھے ہیں۔ "وہ چیز جو موسم گرما میں عین دوپہر کے وقت زمین شور میں پانی کا دھوکا دیتی ہے...... وہ کلر زمین جو سورج کے سامنے پانی کے مانند چمکتی ہے۔ بعض لوگوں کا خیال ہے کہ اُن آب نما بخارات کا نام ہے جو بیابان میں پانی کی مانند معلوم ہوتے ہیں۔"

نوراللغات میں اس کے یہ معنی درج ہیں۔ "ریتلی زمین جو چاند سورج کی چمک سے پانی کا دھوکا دیتی ہے"۔

اس آیت مجیدہ کے رضوی ترجمے کی جانب ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب (کراچی) نے توجہ دلائی۔ موصوف نے مفسرین قرآن کی متعدد تفاسیر سے بھی لفظ سراب کی تشریحات نقل فرمائی ہیں۔ جس کو زیادہ احتیاج ہو وہاں دیکھے۔ (دیکھیے "کنزالایمان اور معروف تراجم قرآن" از ڈاکٹر پروفیسر مجید اللہ قادری صفحہ ۵۳۳ تا ۵۳۸) فقیر پروفیسر قادری کا ممنون ہے۔

"سراب کی کوئی بھی تعریف اُس وقت تک مکمل نہ ہوگی۔ جب تک ریت، چمک اور پانی کی موجودگی کے کاذب احساس کا فوری طور پر ذکر نہ کیا جائے۔ اردو شاعری خصوصاً غزل میں یہ لفظ بہت استعمال ہوتا ہے مگر بار بار اس کی مکمل تشریح کرنے کے بجائے اساتذہ محض ایک لفظ "دھوکا" سے اس کی ترجمانی کردیتے ہیں اور یہ واقعی ایک دھوکا ہے اس لیے کچھ غلط بھی نہیں۔ لغات میں بھی اس کے معانی میں لفظ "دھوکا" شامل ہوتا ہے۔

امام احمد رضا کے ترجمے سے پہلے کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ترجمۂ قرآن میں بھی اس لفظ کی مکمل

تعریف بیان کی جا سکتی ہے۔ کنزالایمان کے مطالعے کے بعد یہ کام مشکل معلوم نہ ہو، مگر اس سے پہلے ناممکن جیسا تھا۔ اب ملاحظہ فرمایئے کہ اس آیت کے ترجمے میں امام احمد رضا نے زباندانی کا کیا کمال دکھایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے۔

"اور پہاڑ چلائے جائیں گے جیسے چمکتا ریتا پانی کا دھوکا دیتا"

لفظ "سراب" کی مکمل تشریح بھی یہاں ہو گئی اور "ریتا" اور "دیتا" میں قافیے کا لطف بھی شامل ہو گیا۔

اس آیت کے ترجمے کا جائزہ لیتے ہوئے سوچ رہا ہوں کہ کنزالایمان میں ایسے مقامات پیچھے بھی آئے ہیں جہاں کوئی خاص خوبی اور دلکشی نظر آئی ہے، مگر اس کو ظاہر نہیں کیا جا سکا۔ وجہ یہ رہی کہ ہمارے ماہرین بلاغت نے ابھی تک بہت سی خوبیوں اور صنعتوں کے نام تجویز نہیں کیے ہیں۔ اس وجہ سے ان خوبیوں کا ذکر بھی جائزے میں نہ کر سکا۔ اب تک کنزالایمان کی ۲۱ خوبیاں گنائی جا چکی ہیں۔ مگر نام معلوم نہ ہونے کے سبب جو گنانے سے چھوڑ دی گئیں ان کی تعداد اب فقیر کے ذہن میں نہیں ہے۔ بہر حال آیت مذکورہ بالا میں ترجمے کی جو خوبی سامنے آئی ہے اس بے نام کی خوبی کو بھی شمردہ خوبیوں میں شامل کر لیجیے اور تعداد کو اہمیت نہ دیجیے۔

آیت ۳۵: جناب علامہ نے اس آیت پاک کا ترجمہ اس طرح عنایت فرمایا۔

"نہ سنیں گے وہاں بک بک نہ مکرانا"

شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ تھا۔ "نہ سنیں گے وہاں بکنا اور نہ مکرانا"

امام احمد رضا نے یہ ترجمہ املا کرایا۔ "جس میں نہ کوئی بے ہودہ بات سنیں اور نہ جھٹلانا"

آیت ۴۰: جناب علامہ محمود الحسن صاحب نے اس آیت مقدسہ کے آخری حصے کا ترجمہ اس طرح تحریر فرمایا۔ "اور کہے گا کافر کسی طرح میں مٹی ہوتا۔"

شاہ عبدالقادر صاحب علیہ الرحمہ کا ترجمہ یہ تھا۔ "اور کہے منکر کسی طرح میں مٹی ہوتا"

امام احمد رضا نے اس آیت مقدسہ کا یہ ترجمہ قلمبند کرایا۔

"اور کافر کہے گا ہائے میں کسی طرح خاک ہو جاتا"

دونوں آیتوں کے ترجمے خود ہی کنزالایمان کی قدر و قیمت بتا رہے ہیں۔

(باقی آئندہ ...... ان شاء اللہ)

✱ ✱ ✱ ✱ ✱
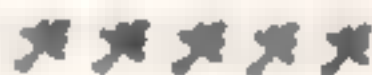
"نور من نور اللہ" کا صحیح مفہوم

ترتیب:۔ خلیل احمد رانا، پنجاب، پاکستان

حضرت جابر رضی اللہ عنہ (المتوفی: ۷۸ھ/ ۶۹۷ء) سے مروی حدیث نور میں "من نورہ" کے الفاظ اور درود تاج شریف کے آخر میں "نور من نور اللہ" کے الفاظ آتے ہیں، مخالفین اہلسنت ان الفاظ پر بہت شکن بجبیں ہوتے ہیں اور کہتے ہیں:

"یہ کہنا کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ کے ذاتی نور سے پیدا ہوئے، نہ صرف یہ کہ جہالت ہے بلکہ صریح کفر ہے، اس لیے کہ اس کا معنی یہ ہوگا کہ ذات الٰہی کا نور مادہ ہوا آپ کی پیدائش کا، گویا آپ ذات الٰہی کے جز ہیں۔ العیاذ باللہ اور یہ عقلاً وشرعاً غلط ہے...... نیز اگر اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ وتقدس نے اپنے نور کا ایک حصہ الگ کرکے آپ کے وجود کو تیار کیا، تو معاذ اللہ معاذ اللہ! اللہ جل شانہٗ کے ذاتی نور کا ایک جزو کم ہوگیا۔" [۱]

اس غلط فہمی کے جواب میں عرض ہے کہ "نور من نور اللہ" ہونے کا معنی یہ نہیں کہ معاذ اللہ، حضور نبی اکرم ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کا مادہ ہے، یا حصہ ہے یا جز ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کو جہالت کی بنا پر مغالطہ ہوتا ہے، بلکہ حضور اکرم ﷺ کا نور، اللہ تعالیٰ کے نور کا نہ تو مادہ ہے، نہ جز ہے، نہ حصہ ہے اور نہ ٹکڑا ہے۔ لفظ "من" جزیت کے لیے نہیں ہے بلکہ لفظ "من" تشریفیہ ہے یعنی شرافت وبزرگی کے لیے ہے، کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ کا نور بلاواسطہ نور ذات الٰہی کے فیض سے پیدا کیا گیا ہے، لفظ "من" سے مغالطہ میں مبتلا ہوکر یہ خیال کرنا کہ حضور ﷺ کا نور اللہ تعالیٰ کے نور کا جز ہے یا حصہ ہے تو یہ خالص کفر ہے۔

امام محمد بن عبدالباقی زرقانی المالکی المصری رحمۃ اللہ علیہ (المتوفی: ۱۱۲۲ھ/۱۷۱۰ء) حدیث جابر کے الفاظ "من نورہ" کی شرح میں فرماتے ہیں!

(من نورہ) اضافة تشریف و اشعار بانه خلق عجیب و ان له شانا له مناسبة ما الی الحضرة الربوبیة علی حد قوله تعالیٰ و "نفخ فیه من روحه" و هی بیانیة ای من نور هو ذاته لا بمعنی انها مادة خلق نوره منها بل بمعنی تعلق الا رادة به بلا واسطة شئی فی وجوده." [۲]

ترجمہ۔ (اپنے نور سے) مراد ہے کہ نور کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف محض شرافت کے طور پر ہے اور آگاہ کرنا ہے کہ وہ نور عجیب مخلوق ہے اور اس نور کی بڑی شان ہے کہ اس کی حضرت ربوبیت کی طرف کچھ مناسبت ہے، جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اس میں اپنی روح پھونکی" یا یہ نسبت علم نحو کی رو سے بیانیہ ہے،

یعنی اس نور سے پیدا کیا جو ذات باری تعالیٰ کا عین ہے، اس کا یہ مطلب نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات مادہ ہے کہ جس سے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا نور پیدا کیا گیا، بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا نور اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطے کے اپنے ارادے سے پیدا کیا۔

امام احمد رضا بریلوی قدس سرہٗ (المتوفی: ۱۳۴۰ھ/۱۹۲۱ء) "من نورہ" کی تشریح بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"عین ذات الٰہی سے پیدا ہونے کے یہ معنی نہیں کہ معاذ اللہ ذات الٰہی ذات رسالت کے لیے مادہ ہے، جیسے انسان مٹی سے پیدا ہوا یا عیاذاً باللہ ذات الٰہی کا کوئی حصہ یا کل ذات نبی ہو گیا، اللہ عزوجل حصے اور ٹکڑے اور کسی کے ساتھ متحد ہو جانے یا کسی شئے میں حلول فرمانے سے پاک و منزہ ہے۔ حضور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم خواہ کسی شئے کو جزء ذات الٰہی خواہ کسی مخلوق کو عین و نفس ذات الٰہی ماننا کفر ہے۔" [۳]

امام احمد رضا فاضل بریلوی علیہ الرحمہ دوسری جگہ فرماتے ہیں!

"حاش للہ یہ کسی مسلمان کا عقیدہ کیا گمان بھی نہیں ہو سکتا کہ نور رسالت یا کوئی چیز معاذ اللہ ذات الٰہی کا جز یا عین و نفس ہے، ایسا عقیدہ ضرور کفر و ارتداد ہے۔" [۴]

غزالیٔ زماں علامہ سید احمد سعید کاظمی قدس سرہٗ (المتوفی: ۱۴۰۶ھ/۱۹۸۶ء) حدیث نور کی وضاحت کرتے ہوئے فرماتے ہیں!

"حدیث کے معنی یہ ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے نور پاک یعنی ذات مقدسہ کو اپنے نور یعنی اپنی ذات مقدسہ سے پیدا فرمایا، اس کا معنی یہ نہیں کہ معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کی ذات حضور علیہ السلام کی ذات کا مادہ ہے یا نعوذ باللہ حضور کا نور اللہ کے نور کا کوئی حصہ یا ٹکڑا ہے، تعالیٰ اللہ عن ذالک علوا کبیرا۔ اگر کسی ناواقف شخص کا یہ اعتقاد ہے تو اسے توبہ کرنا فرض ہے، اس لیے کہ ایسا ناپاک عقیدہ خالص کفر و شرک ہے، اللہ تعالیٰ اس سے محفوظ رکھے، بلکہ اس حدیث کے یہ معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایک ایسی ذاتی تجلی فرمائی جو حسن الوہیت کا ظہور اول تھی، بغیر اس کے کہ ذات خداوندی نور محمدی کا مادہ یا حصہ اور جز قرار پائے، یہ کیفیت متشابہات میں سے ہے جس کا سمجھنا ہمارے لیے ایسا ہی ہے جیسا کہ قرآن و حدیث کے دیگر متشابہات کا سمجھنا۔" [۵]

یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب آپ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کا نور بھی جز یا ٹکڑا نہیں ہوا اور دوسری طرف آپ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے پیدا ہوئے تو حضور صلی اللہ علیہ

وسلم اللہ تعالیٰ کے نور سے کیسے پیدا ہو گئے، یہ بات سمجھ میں نہیں آرہی۔

اس سوال کا جواب علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے اپنی ایک تقریر میں آسان لفظوں میں دیا ہے، آپ فرماتے ہیں!

> "دیکھیے سورج آسمان پر چمک رہا ہے، آپ نیچے زمین پر ایک آئینہ رکھ دیں، ایمان سے کہنا کہ اس آئینے میں سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا یا نہیں؟، اس آئینے میں روشنی اور نور آئے گا یا نہیں؟ یقیناً آئے گا، اب بتائیے کہ اس آئینے میں جو روشنی ہے وہ سورج کی روشنی ہے یا نہیں؟ اب اگر کوئی یہ کہے کہ نہیں جناب یہ سورج کی روشنی نہیں، اگر یہ سورج کی روشنی ہے تو جتنی روشنی اس آئینے میں آئی اتنی روشنی سورج میں کم ہو جانی چاہیے۔ کیا آپ اس بات کو مان لیں گے؟، ہرگز نہیں مانیں گے، آپ دوسرا آئینہ رکھ دیں، تیسرا رکھ دیں، لاکھوں بلکہ کروڑوں آئینے زمین پر بچھا دیں، ہر آئینے میں پورا سورج چمکتا ہوا نظر آئے گا، مگر وہاں کوئی کمی نہیں آئے گی، اگر کوئی کہے کہ نہیں صاحب کمی تو ہوئی گی، تو میں ان سے پوچھتا ہوں کہ ایک دو آئینے رکھنے سے کچھ کمی ہو اور اگر ہزاروں لاکھوں آئینے رکھ دیے جائیں تو سورج کا تو بالکل صفایا ہی ہو جائے اور سورج کا سارا نور ان آئینوں میں تقسیم ہو کر ختم ہو جائے۔ تو میرے بھائی اگر کروڑوں اربوں آئینے بھی رکھ دیے جائیں تو وہاں کمی نہیں آئے گی، جب وہاں کمی نہیں آئی تو پتا چلا کہ آئینہ جو سورج کے نیچے رکھا ہے وہ سورج کا جز نہیں ہے، اور سورج جو اس آئینہ میں چمکتا ہوا نظر آرہا ہے آپ اس آئینے کے نور کو کیا کہیں گے؟ سورج کا جز تو کہہ نہیں سکتے کیونکہ نہ تو اصل سورج آئینے میں آیا اور نہ ہی آئینہ سورج کا حصہ بنا بلکہ آئینہ سورج کے نور کا مظہر بنا، لہٰذا اس کو سورج کا جلوہ کہیں گے حصہ، جز و یا ٹکڑا نہیں کہہ سکتے۔" [۶]

علامہ کاظمی علیہ الرحمہ نے ایک دوسری جگہ اس کی وضاحت یوں بیان فرمائی ہے!

> "حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو خدا کے نور سے مخلوق ماننے کا یہ مطلب نہیں کہ معاذ اللہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے جزو ہیں، بلکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کے نور ذات کا جلوہ ہیں، بلا تشبیہ جس طرح آئینہ میں سورج کی روشنی اس کے انوار کا جزو نہیں ہوتی بلکہ ایک تجلی ہوتی ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نور ذات کی تجلی اور اس کا جلوہ ہیں، البتہ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اقانیم ثلاثہ میں سے ایک اقنوم مانتے ہیں اور "اب و ابن و روح القدس" تینوں کو اجزا قرار دے کر ان کے مجموعے کو خدا کہتے ہیں، مختصر یہ کہ خدائے قدوس کے لیے اس کے نور ذات کا جلوہ ماننا اسلام ہے اور اس کے

لیے ثابت کرنا عیسائیت ہے۔" [۷]

ایک مرتبہ علامہ سید احمد سعید کاظمی رحمۃ اللہ علیہ بہاول پور میں تقریر فرما رہے تھے کسی نے سوال کیا کہ حضرت آپ تو فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ اللہ تعالیٰ کے نور کا ٹکڑا یا جز نہیں، مگر اعلیٰ حضرت بریلوی علیہ الرحمہ حدائقِ بخشش میں کہتے ہیں۔ "نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی" تو آپ بھی حضور ﷺ کو اللہ تعالیٰ کا ٹکڑا مانتے ہیں؟

علامہ کاظمی صاحب علیہ الرحمہ نے جواب میں فرمایا کہ اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کس کا ٹکڑا مانا، واحد کا یا وحدت کا؟ آپ اللہ تعالیٰ کو واحد کہتے ہیں یا وحدت کہتے ہیں؟ ارے بھائی وحدت تو وصف ہے اور صفات کے جلوے اور انوار ہوتے ہیں، اگر اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ یہ فرماتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم واحد کا ٹکڑا ہیں یا العیاذ واحد کا ٹکڑا ہیں، تب تو آپ کی بات درست ہوتی، اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ واحد کا ٹکڑا نہیں فرما رہے وہ تو فرما رہے ہیں، نورِ وحدت کا ٹکڑا ہمارا نبی۔ وحدت صفت ہے اور اس صفت کے جو انوار و تجلیات ہیں وہ میرے آقا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی صفتِ وحدت کے نور کا جلوہ ہیں، اللہ تعالیٰ کی ذات کا ٹکڑا نہیں ہیں، ہم تو اللہ تعالیٰ کو واحد کہتے ہیں، تم اللہ تعالیٰ کو وحدت کہو تو تمہاری مرضی۔ بتایئے اللہ تعالیٰ واحد ہے یا وحدت ہے؟ یقینا اللہ واحد ہے، تو اعلیٰ حضرت علیہ الرحمہ نے کب کہا کہ حضور ﷺ واحد کا ٹکڑا ہیں، پہلے تم وحدت کو اللہ بناؤ پھر اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرو کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کا ٹکڑا بنا دیا، اگر وحدت تمہارے نزدیک اللہ ہے تو پھر تم اپنے ایمان کو خود سنبھالو۔[۸]

مولوی حافظ عبداللہ روپڑی (المتوفی: ۱۳۸۴ھ/۱۹۶۴ء) غیر مقلد (روپڑی، روپڑ ضلع ہوشیار پور، مشرقی پنجاب انڈیا کی نسبت سے ہے) مولانا عبدالحی لکھنوی (المتوفی: ۱۳۰۴ھ/۱۸۸۶ء) کی کتاب "الآثار المرفوعہ" سے نقل کرتے ہیں کہ!

"اس حدیث میں نور کی نسبت خدا کی طرف شرافت اور بزرگی کے لیے ہے جیسے آدم علیہ السلام کی بابت قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں نے اپنی روح آدم میں پھونکا اور عیسیٰ علیہ السلام کی بابت بھی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے "اللہ سے روح ہے" نیز کعبہ شریف کو بیت اللہ کہتے ہیں اور مسجدوں کو بھی بیت اللہ کہتے ہیں تو اس کا یہ مطلب تھوڑا ہی ہے کہ خدا ان میں رہتا ہے بلکہ شرافت کے طور پر عیسیٰ علیہ السلام کو روح اللہ کہتے ہیں۔" [۹]

مولوی اشرف علی تھانوی دیوبندی (المتوفی: ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء) حدیث جابر کے الفاظ "نور من نورہ" کا مطلب بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں!

"نہ بایں معنی کہ نورِ الٰہی اس کا مادہ تھا بلکہ اپنے نور کے فیض سے پیدا کیا" [۱۰]

دیوبندی مدرسہ خیر المدارس ملتان کے مفتی محمد انور لکھتے ہیں!

"آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو جو "نور من نور اللہ" کہا جاتا ہے یا نور اللہ کہا جاتا ہے یہ
اضافت محض تشریفی ہے، یہ مطلب نہیں کہ ذات خداوندی سے ایک جزو لے کر اسے
ذات نبوی کے لیے مادہ قرار دیا گیا ہو ایسا کہنا بالکل غلط ہے۔" [۱۱]

قرآن مجید میں ہے: وکلمته القٰها الیٰ مریم و روح منه (سورۃ النساء، آیت ۱۷۱) علامہ سید محمود آلوسی (المتوفی: ۱۲۷۰ھ/۱۸۵۴ء) اپنی تفسیر "روح المعانی" میں اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

کہ "من" مجازاً ابتداء غایت کے لیے ہے، تبعیض کیلئے نہیں ہے جیسے کہ عیسائیوں نے گمان کیا، (تبعیض کے معنی ہیں کہ لفظ "من" کے بعد جو کچھ آئے اس کا کچھ حصہ یا جز) کہتے ہیں کہ ہارون الرشید کے دربار کا ایک عیسائی ماہر طبیب تھا، اس نے ایک دن علامہ علی بن حسین واقدی مروزی سے مناظرہ کیا اور کہا کہ تمہاری کتاب (قرآن مجید) میں ایک آیت ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جز ہیں اور یہی آیت پیش کی (و روح منه)، علامہ واقدی نے یہ آیت کریمہ پیش کی "سخر لکم ما فی السموٰت وما فی الارض جمیعا منه" علامہ واقدی کہنے لگے کہ اور تمہاری بات مان لی جائے تو لازم آئے گا کہ سب چیزیں اللہ تعالیٰ کی جز ہوں، عیسائی لاجواب ہو گیا اور اسلام لے آیا، ہارون الرشید بہت خوش ہوا اور واقدی کو گراں قدر انعام سے نوازا۔" [۱۲]

"عیسائی طبیب کی سمجھ میں بات آگئی اور وہ اسلام لے آیا، اب دیکھئے منکرین اور معترضین کی عقل میں یہ بات آتی ہے اور تسلیم کرتے ہیں یا انکار پر ہی ڈٹے رہتے ہیں؟" [۱۳]

............حوالہ جات وحواشی............

۱۔ غزنوی، مولوی محمد داؤد (غیر مقلد)، الاعتصام (ہفت روزہ)، لاہور، شمارہ ۲۳/مارچ ۱۹۹۰ء، ص ۱۱

۲۔ الزرقانی، امام محمد بن عبدالباقی، شرح مواہب لدنیہ [جلد ۱]، ص ۵۵

۳۔ بریلوی، امام احمد رضا قادری، صلات الصفانی نور المصطفےٰ، لاہور، ۱۹۸۹ء، ص ۱۸

۴۔ ایضاً: ص ۳۶

۵۔ کاظمی، علامہ سید احمد سعید، میلاد النبی، مبارک پور اعظم گڑھ، ۱۴۰۰ھ، ص ۱۹

۶۔ ایضاً: مقصود کائنات، لاہور، ۱۹۸۵ء، ص ۱۳

۷۔ ایضاً: اسلام اور عیسائیت، ملتان، ۱۹۶۲ء، ص ۲۲

۸۔ اس کے راوی ہمارے دوست مولانا قاضی محمد بشیر احمد سعیدی صاحب (خطیب جامع مسجد البدر بہاری کالونی، سیٹلائٹ ٹاؤن، بہاول پور شہر) ہیں۔

(باقی صفحہ ۹۹ پر......)

فلاحِ دارین (قسط اوّل)

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ کے "فتاویٰ افریقہ" کی ایک عبارت کی تشریح)

شارح:- محمد نعیم برکاتی بن محمد سالار کوتھال، قول بیت، بیلی۔ کرناٹک

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ریاء

ہر شغل شہر حق دنیا کے کتوں سے بچا
ایک کا رکھ عبد واحد بے ریاء کے واسطے (حدائق بخشش)

حلِ لغات:-

"ریاء" عربی زبان کا لفظ ہے۔ جس کا معنی ہے "دکھاوا" ...... ریاء کا لغوی معنی ہے: ظاہر داری" [1] حضرت علامہ امام راغب اصفہانی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ...... "ریاء" کا معنی ہے "لوگوں کو اپنا عمل قصداً دکھانا، تا کہ وہ اسے اچھا جانیں مگر حقیقت میں وہ اچھا کام اور نیک عمل اللہ کی رضا کے لیے نہ ہو بلکہ محض دکھاوے کے لیے ہو، نمود و نمائش کرنا، خلافِ حقیقت دکھاوا"۔ [2]

ریاء کا مفہوم:-

حضرت علامہ امام احمد بیہقی بن حسین بن علی علیہ الرحمۃ (متوفی ۴۵۸ھ) نے اپنی مایۂ ناز تصنیف "شعبان الایمان" میں ریاء کا معنی و مفہوم یوں تحریر فرمایا ہے ...... ریاء سے مراد "محض دکھاوا" اور نمود و نمائش ہے۔ اللہ تعالیٰ جل شانہٗ کی عبادت و طاعات کا مقصد اگر اس کی بندگی اور رضا و خوشنودی کی بجائے دنیوی شہرت اور دکھاوا ہو تو وہ "ریاکاری" ہے [3]

صاحب روح البیان حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... اپنی اچھائیاں ظاہر کرنے اور برائیاں چھپانے کا نام ریاء ہے اور یہ بھی نفس کی صفات ذمیمہ میں سے ہے۔ [4]

"بحر العلوم" میں ہے کہ ریاء ہر اُس عمل کو کہتے ہیں جس میں غیر اللہ کی خوشنودی مطلوب ہو۔ [5]

بعض مردوں اور عورتوں میں یہ بُری عادت ہوتی ہے کہ وہ جو بھی کام کرتے ہیں، چاہے وہ دینی کام ہو یا دنیاوی، بس اپنی شہرت، ناموری اور دکھاوے کے لیے کیا کرتے ہیں۔ اسی بُری عادت کا نام "ریاکاری" ہے۔ اور یہ حرام ہے۔ کیونکہ نیک کاموں میں اخلاص کا ہونا ضروری ہے۔ یعنی جو بھی نیک کام

ہو، اللہ عزوجل کی رضا اور خوشنودی حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ مگر اعمال صالحہ کے پیش نظر جب کوئی ذاتی مفاد اور نفسانی غرض ہو تو وہ اعمال ریاکاری کا شکار ہو جائیں گے اور اصل مقصد سے دور ہو کر گناہ کبیرہ میں شمار ہوں گے۔

مبلغ اسلام حضرت علامہ سید سعادت علی قادری لکھتے ہیں ...... ریاء کے معنی ہیں "دکھاوا"۔ احادیث میں اس کے ساتھ سُمعہ کا لفظ بھی استعمال ہوتا ہے۔ یعنی سُنانا، یعنی کوئی کام دکھاوے کے لیے کرنا۔ جیسے نماز پڑھنا تاکہ لوگ متقی اور نیک جانیں۔ یا صدقہ دینا تاکہ لوگ دولت مند اور سخی سمجھیں یا کوئی کام سُنانے کے لیے کرنا مثلاً قرأت و خوش الحانی سے قرآن کریم کی تلاوت کرنا تاکہ لوگ قاری کہیں۔ یا تقریر سے سامعین کو متاثر کرنے کی کوشش کرنا تاکہ لوگ بڑا عالم سمجھیں اور عزت کریں۔ جبکہ مسلمان کا ہر کام صرف اللہ کے لیے ہونا چاہیے۔ پس جو مسلمان "ریاء و سُمعہ" کے مرتکب ہوتے ہیں وہ گویا ایک قسم کے شرک یا نفاق میں مبتلا ہوتے ہیں۔ لہٰذا وہ اعمال جو "ریاء و سُمعہ" کے لیے کیے جائیں، ضائع اور بیکار ہوں گے، مردود ہوں گے اور ان پر کوئی اجر و ثواب نہ ہوگا۔ بظاہر تو یہ اعمال ادا ہو جاتے ہیں لیکن عمل کا مقصد صرف اس کا ادا ہو جانا تو نہیں بلکہ اس کا مقصد اس کے دینوی اور اُخروی فوائد و برکات ہیں جن سے "ریاء و سُمعہ" کرنے والا نہ صرف محروم رہتا ہے بلکہ مزید تباہی اور عذاب الٰہی کا شکار ہو جاتا ہے۔ مثلاً دکھاوے کے لیے نمازیں پڑھنے والوں کے حق میں قرآن کریم یوں ارشاد فرماتا ہے: فویل للمصلین ○ الذین ھم عن صلاتھم ساھون ○ الذین ھم یرآءون ○ ۴

ترجمہ: تو ویل ہے ان لوگوں کے لیے جو اپنی نمازوں سے غافل ہیں، جو ریاکاری کرتے ہیں۔ ۵

ریاء کی حقیقت:

حجۃ الاسلام حضرت امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... "جاننا چاہیے کہ ریاء رویت (دیکھنا) اور سمعہ سماع (سننا) سے مشتق ہے اور ریاء کی اصل یہ ہے کہ اچھے اعمال دکھا کر لوگوں کے دلوں میں اپنا مقام بنایا جائے۔ البتہ دلوں میں جاہ و مرتبہ کا حصول عبادات سے بھی ہوتا ہے اور سوائے عبادات کے دیگر اعمال سے بھی ہوتا ہے۔ جبکہ ریاء عام طور پر عبادات کے اظہار کے ذریعے لوگوں کے دلوں میں مقام بنانے کا نام ہے۔

پس ریاء کی تعریف یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی عبادت کے ذریعے بندوں کا ارادہ کیا جائے۔ پس یہاں ایک ریاکار ہوتا ہے، جو عبادت کرتا ہے اور دوسرا وہ شخص جس کو عبادت دکھائی جاتی ہے۔ اور وہ لوگ جن کو اپنے اعمال دکھا کر اُن کے دلوں میں جگہ بنائی جاتی ہے۔ تیسری چیز وہ اعمال ہیں جو دکھائے جاتے ہیں۔ اور ریاء اس کے اظہار کے ارادے کا نام ہے جو اعمال دکھائے جاتے ہیں۔ الخ" ۶

صاحب روح البیان فرماتے ہیں......

ریاء کی حرمت قرآن کریم میں:-

ریاء کی حقیقت یہ ہے کہ عبادت سے طلب دنیا اور جاہ و مرتبہ ہو۔ ۹

حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ......"جاننا چاہیے کہ ریا کاری حرام ہے اور دکھاوا کرنے والے پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے اور اس بات پر آیات قرآنیہ اور احادیث و آثار کی شہادتیں موجود ہیں۔" ۱۰

چنانچہ ارشاد ربانی ہے......فویل للمصلین ○ الذین هم عن صلاتهم ساهون ○ الذین هم یرآءون ○ و یمنعون الماعون ○ ۱۱

ترجمہ: تو ان نمازیوں کی خرابی ہے جو اپنی نماز سے بھولے بیٹھے ہیں، وہ جو دکھاوا کرتے ہیں اور برتنے کی چیز مانگے نہیں دیتے ۱۲

والذین ینفقون اموالهم رئاء الناس ولا یؤمنون باللّٰه ولا بالیوم الاخر ط ومن یکن الشیطن له قرینا فساء قرینا ○ ۱۳

ترجمہ: اور وہ جو اپنے مال لوگوں کے دکھاوے کو خرچ کرتے ہیں اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت پر اور جس کا مصاحب (ساتھی) شیطان ہوا۔ تو کتنا برا مصاحب ہے ۱۴

گویا کہ اس آیت کریمہ میں کھلے لفظوں میں ریاکار کو شیطان کا ساتھی قرار دیا گیا ہے۔

صاحب تفسیر بیضاوی، روح المعانی و تفسیر مظہری فرماتے ہیں......"ریاکاری اور دوسری خباثتیں شیطان کی وجہ سے پیدا ہوتی ہیں، اس لیے شیطان کی دوستی اور ساتھ رہنے سے اللہ تعالیٰ نے تاکیداً منع فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے......

☆ کتب علیه انه من تولاه فانه یضله ویهدیه الی عذاب السعیر ○ ۱۵

ترجمہ: جس پر لکھ دیا گیا ہے کہ جو اس (شیطان) کی دوستی کرے گا تو یہ ضرور اسے گمراہ کرے گا اور اسے عذاب دوزخ کی راہ بتائے گا ۱۶

☆ یا ایها الذین امنوا لا تبطلوا صدقتکم بالمن والاذی کالذی ینفق ماله رئاء الناس۔ الآیۃ ۱۷

اس آیت مبارکہ سے بھی "ریاء" کی حرمت ثابت ہوتی ہے۔ جس کی تفصیل آگے آئے گی۔

☆ ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارهم بطرا ورئاء الناس ویصدون عن سبیل اللّٰه ط واللّٰه بما یعملون محیط ○ ۱۸

اور اُن جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اِتراتے اور لوگوں کو دکھانے کو اور اللہ کی راہ سے روکتے اور اُن کے سب کام اللہ کے قابو میں ہیں ۲۰

اس آیت کریمہ کی تشریح میں مولوی عثمان غنی، شیخ الحدیث مظاہر العلوم، سہارنپور نے لکھا ہے......

"خدا تعالیٰ نے مومنوں کو حکم دیا ہے کہ تم اپنے گھروں سے کافروں کی طرح نہ نکلو اور بڑائی مارتے اور ریاکاری کرتے ہوئے نکلتے ہیں۔ تم تو اللہ کے دین کی حمایت اور نصرت کے لیے نکلو۔" ۲۱

☆ ان المنافقین یخدعون اللہ وھو خادعھم واذا قاموا الی الصلوٰۃ قاموا کسالیٰ یرآءون الناس ولا یذکرون اللہ الا قلیلا ■ ۲۲

بے شک منافق لوگ اپنے گمان میں اللہ کو فریب دیا چاہتے ہیں اور وہی انہیں غافل کرکے مارے گا اور جب نماز کو کھڑے ہوں تو ہارے جی سے لوگوں کو دکھاوا کرتے ہیں اور اللہ کو یاد نہیں کرتے مگر تھوڑا ۲۳

گویا کہ اس آیت مطہرہ میں دکھاوا کرنے والوں کو "منافق" تک قرار دیا گیا ہے، جو کہ کافر سے بھی بدتر ہے۔

ریاء اور نفاق میں فرق:-

صاحب تفسیر القرآن و شارح صحیح مسلم حضرت علامہ مولانا غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں...... "کسی شخص کے باطن میں خرابی ہو اور وہ لوگوں کے سامنے اچھائی دکھانے کا قصد کرے تو یہ "ریاء" ہے۔ ریاء اور نفاق میں یہ فرق ہے کہ اگر کوئی شخص ایمان کا اظہار کرے اور اس کے باطن میں کفر ہو تو یہ "نفاق" ہے اور اگر کوئی شخص عبادت کا اظہار کرے اور اس کے باطن میں معصیت ہو تو یہ "ریاء" ہے۔" ۲۴

چنانچہ حضرت شیخ سعدی شیرازی علیہ الرحمہ نے اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے ۔

وگر سیم اندودہ باشد نحاس	تواں خرج کردن بر ناشناس
منہ آب زر جان من بر پشیز	کہ صراف دانا نگیرد بہ چیز
چہ قدر آورد بندۂ خوردیش	کہ زیر قبا دارد اندام پیس

یعنی تانبے پر سونے کا پانی چڑھا کر کسی ناشناس کے ہاں تو بیچا جا سکتا ہے مگر دانا صراف تمہارے اس کھوٹے سکے کو ہرگز نہیں لے گا۔ اس بندے کو دنیا میں کیا عزت حاصل ہوگی جو اوپر تو بہتر قبا پہنے ہو لیکن اندر بدبوئی سے بُرا ہو۔ ۲۵

صاحب روح البیان حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں...... "ریاکار اور منافق میں فرق یہ ہے کہ منافق تو اندر سے کفر کو چھپا کر باہر سے ایمان کو ظاہر کرکے عبادت کرتا ہے اور ریاکار مومن ہے لیکن خشوع اور نیکی کے آثار بڑھا کر ظاہر کرتا ہے تاکہ لوگ اس سے عقیدت رکھیں اور سمجھیں کہ یہ بڑا

نیک ہے۔ ۲۵

☆ ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ٥ ۲۶

اور اپنے رب کی بندگی میں کسی کو شریک نہ کرے۔ ۲۷

اس آیت مقدسہ کے متعلق حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ یہ آیت اُن لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو عبادت میں رضائے الٰہی کے ساتھ لوگوں کو خوش کرنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ چنانچہ مروی ہے کہ حضرت جندب بن زہیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے عرض کی کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں نیک عمل تو صرف رضائے الٰہی پر کرتا ہوں لیکن جب کوئی میری نیکی پر مطلع ہوجاتا ہے تو میں خوش ہوجاتا ہوں۔ اس کے جواب میں حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ جس عبادت میں اللہ تعالیٰ کے غیر کی خوشی کا خیال ہوجائے تو اس عبادت کو اللہ قبول نہیں فرماتا۔ اس ارشاد رسول ﷺ کی تصدیق میں یہ آیت نازل ہوئی: ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ٥ ۲۸

ایک اور روایت میں ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اسے فرمایا کہ اس پر تجھے دو ثواب ہیں۔ ایک چھپ کر کرنے کا اور دوسرا اس کے ظاہر ہوجانے کا۔ ۲۹

سوال:- ایک ہی حدیث شریف میں دو متضاد اقوال کیوں؟

جواب:- نیت کے مطابق حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا، تاکہ پتہ چل جائے کہ عبادت میں غیر کی خوشنودی مطلوب تو نہیں تھی لیکن اچانک کسی کو معلوم ہوجائے جس سے خوشی حاصل ہوتو اس عبادت سے دو ثواب نصیب ہوں گے۔ اگر چھپ کر بھی عبادت کرے لیکن اس کا جی چاہے کہ اس کی عبادت پر کوئی مطلع ہوتو ایسی نیت کی وجہ سے وہ عبادت قابل قبول نہیں۔ ۳۰

کیونکہ دور حاضر کے بعض جہلا اپنے بے عمل، بے نمازی اور تارکین فرائض و واجبات پیروں کے متعلق یہ تصور رکھتے ہیں کہ وہ چھپ کر عبادت بجالاتے ہیں۔ اور دل کی نماز پڑھتے ہیں۔ بلکہ یہ جاہل پیر اس طرح کی باتیں اپنے مریدین کو سکھاتے ہیں اور اس پر انہیں پختہ کرتے ہیں۔

اس لیے مسئلہ یہ ہے کہ اگر غیر کی عدم اطلاع تہمت کا موجب بن جائے یعنی فرائض و واجبات کو چھپ کر ادا کرنے سے لوگ یہ گمان کرتے ہوں کہ یہ شخص فرائض و واجبات ادا نہیں کرتا، تو اسے چاہئے کہ فرائض و واجبات علانیہ ادا کرے۔ ۳۱

☆ والذین یمکرون السیئات لھم عذاب شدید ط ومکر اولئک ھو یبور ٥ ۳۲

اور وہ جو بُرے داؤں کرتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور انہیں کا مکر برباد ہوگا ۳۳

حضرت مجاہد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اس سے ریاکار لوگ مراد ہیں ۳۴

ریاء کی مذمت احادیثِ طیبہ میں:-

○ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... "اللہ تعالیٰ اُس عمل کو قبول نہیں کرتا جس میں ایک ذرہ کے برابر بھی ریاء ہو" [۱۵]

قرآن مجید میں ربّ قدیر ارشاد فرماتا ہے...... فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ ○ [۱۶]

ترجمہ: تو جو ایک ذرہ بھر بھلائی کرے اُسے دیکھے گا اور جو ایک ذرہ بُرائی کرے اُسے دیکھے گا [۱۷]

○ رسول اکرم ﷺ سے ایک شخص نے پوچھا:- یارسول اللہ! نجات کیسے حاصل ہو سکتی ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- بندہ اللہ تعالیٰ کی عبادت لوگوں (کو دکھانے) کے لیے نہ کرے۔ [۱۸]

○ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... جو شخص دکھاوے کے لیے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُسے اُس کا بدلہ دیتا ہے اور جو آدمی (دوسروں کو) سنانے یا شہرت کے لیے عمل کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اس سے ویسا ہی سلوک کرے گا۔ [۱۹]

○ حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "احیاء العلوم الدین" میں تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت علامہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے "تفسیر الدر المنثور" میں نقل فرمایا ہے کہ حضور ہادیٔ برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا...... "قیامت کے دن ریاکار کو آواز دی جائے گی کہ اے فاجر، اے دھوکہ باز، اے ریاکار، تیرا عمل ضائع ہوا اور ثواب جاتا رہا۔ اپنا اجر اُس سے لے، جس کے لیے تو عمل کرتا تھا" [۲۰]

○ ہر ریاکار پر بہشت حرام کی گئی ہے۔ [۲۱]

○ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ وہ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی مسجد کی طرف گئے تو نبی کریم ﷺ کی قبرِ انور کے پاس حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو بیٹھا ہوا پایا جو رو رہے تھے۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے پوچھا:- آپ کو کس چیز نے رُلایا؟

وہ بولے:- مجھے وہ چیز رُلاتی ہے جو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سُنی تھی۔ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ تھوڑی سی ریاکاری بھی شرک ہے۔ [۲۲]

علمائے کرام فرماتے ہیں کہ ریاء کے بہت درجے ہیں۔ کچھ درجے چھوٹی چیونٹی سے زیادہ باریک ہیں جن سے بچنا بہت مشکل ہے۔ [۲۳]

اس لیے صاحب روح البیان نے ایک جگہ یوں ارشاد فرمایا...... "ریاء سے بچنا نہایت ہی مشکل ہے

اس لیے کہ وہ سیاہ چیونٹی کے سیاہ پتھر پر اندھیری رات میں چلنے سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔" [44]

○ حضرت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے سنا کہ جو دکھلاوے کے لیے نماز پڑھے، اس نے شرک کیا۔ اور جو دکھلاوے کے لیے روزہ رکھے، اس نے شرک کیا۔ اور جو دکھلاوے کے لیے صدقہ دے، اس نے شرک کیا۔ [45]

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور ہادیٔ عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ---- اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں تمام شریکوں کے شرکت سے بے نیاز ہوں۔ جو کوئی کسی طرح کا عمل کرے جس میں میرے ساتھ میرے غیر کو شریک کرے تو میں اُسے اُس کے شرک کے ساتھ چھوڑ دوں گا۔ [46]

○ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ میں اس سے بری ہوں۔ وہ اس کے لیے ہے جس کے لیے عمل کرے۔ [47]

○ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا بیان ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا ---- غم کے کنویں سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگو۔

صحابۂ کرام علیہم الرضوان نے عرض کیا:- یا رسول اللہ! غم کا کنواں کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- جہنم کی ایک وادی ہے جس سے خود جہنم بھی دن میں سو مرتبہ پناہ مانگتی ہے۔

عرض کیا گیا:- یا رسول اللہ! اس میں کون داخل ہوگا؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- ریاکاری سے قرآن پڑھنے والے۔ [48]

لیکن آج آپ دیکھیں کہ اکثر اسٹیج پروگراموں دینی جلسوں میں بعض حفاظ و قراء اور عام لوگ بھی مختلف طرزوں میں زور زور سے قرأت پڑھ کر سامعین کو صرف اس نیت سے خوش کرتے ہیں کہ لوگ انہیں وقت کا بہترین قاری کہیں۔ نیز یاد رہے کہ قرأت کا مطلب اچھی طرز یا بلند آواز سے پڑھنا نہیں ہے بلکہ ترتیل یعنی تجوید کے ساتھ صحیح پڑھنا ہے۔

○ حضرت بشیر بن عقربہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آقائے نامدار ﷺ نے ارشاد فرمایا ...... جس شخص نے محض لوگوں کو دکھانے اور سنانے کے لیے خطبہ دیا، اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن ریاء اور سمعہ کے مقام پر کھڑا کرے گا۔ [49]

○ حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ مدنی تاجدار ﷺ نے ارشاد فرمایا ---- جو شخص لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کی ذلت لوگوں کو سنائے گا اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرے گا، اللہ تعالیٰ اس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔ [50]

○ حضرت جندب علقی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور پر نور ﷺ نے فرمایا ---- جو شخص

لوگوں کو سنانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے عیوب لوگوں کو سنائے گا اور جو لوگوں کو دکھانے کے لیے کام کرتا ہے، اللہ تعالیٰ اُس کے عیوب لوگوں کو دکھائے گا۔ [۱]

یعنی جو کوئی عبادات لوگوں کے دکھلاوے، سنانے کے لیے کرے گا تو اللہ تعالیٰ دنیا میں یا آخرت میں اُس کے عمل لوگوں میں مشہور کردے گا۔ مگر عزت کے ساتھ نہیں بلکہ ذلت کے ساتھ کہ لوگ اُس کے عمل سن کر اُس پر پھٹکاری کریں گے۔ ہم نے دیکھا کہ بعض لوگ اپنے صدقات وخیرات، شہرت کے لیے اخباروں میں اور دیواروں پر لکھواتے ہیں جسے لوگ پڑھ پڑھ کر ان پر لعن طعن کی بوچھاڑ کرتے ہیں کہ ایسی شہرت کی کیا ضرورت تھی؟ بعض لوگ شہرت کے لیے اپنی اولاد کی شادیوں میں بھی بہت خرچ کرتے ہیں مگر چو طرفہ سے ان پر وہ پھٹکار پڑتی ہے کہ خدا کی پناہ! ....اس حدیث کا ظہور آج بھی ہو رہا ہے [۲] کہ لوگ طعنے دیا کرتے ہیں کہ اتنا پیسہ خرچ کرنے یا لٹانے کی کیا ضرورت تھی، اس فضول خرچی میں تو مزید کئی غربا کی شادیاں ہوسکتی تھیں، جس سے اُن کی زندگیاں سنور سکتی تھیں وغیرہ۔

○ حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی مایۂ ناز تصنیف "احیاء العلوم" میں حدیث نقل فرماتے ہیں کہ حضور سرورِ کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا...... پوشیدہ عمل، ظاہری عمل سے ستر درجہ زیادہ فضیلت رکھتا ہے۔ [۳]

○ حضرت امام ترمذی علیہ الرحمہ نے حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ وہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت ﷺ میں عرض کیا کہ یا رسول اللہ! ....ایک آدمی کوئی عمل (پوشیدہ) کرتا ہے اور اس سے خوش ہوتا ہے۔ پھر جب وہ عمل لوگوں میں مشہور ہوتا ہے تو دوبارہ خوش ہوتا ہے...... اس پر آقائے کائنات ﷺ نے ارشاد فرمایا:- اس کے لیے دو اجر ہیں۔ چھپ کر عمل کرنے کا ثواب اور علانیہ عمل کرنے کا ثواب۔ یہ حدیث غریب ہے۔

بعض علما نے اس حدیث کا یہ مطلب بیان کیا ہے کہ اعلان پر اس کی خوشی سے مراد، لوگوں کا اس کی اچھائی بیان کرنا ہے۔ کیونکہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "تم (لوگ) زمین پر اللہ تعالیٰ کے گواہ ہو"...... لہٰذا وہ لوگوں کی تعریف سے اس مقصد کے تحت خوش ہوتا ہے۔ اور اگر اس کی نیت یہ ہو کہ لوگوں کو اس کی نیکی کا پتہ چل جائے تاکہ وہ اس وجہ سے اس کی عزت اور اس کا احترام کریں، تو یہ "ریاء" ہے۔

اور بعض علما فرماتے ہیں کہ اگر لوگوں کی اطلاع پر وہ اس لیے خوش ہوتا ہے کہ شاید وہ بھی ایسا عمل کریں، تو اسے بھی ان کی مثل ثواب ملے گا۔ [۴]

ریاء کی نحوست اقوالِ سلف کی روشنی میں:-

○ مفسرِ کبیر حضرت علامہ امام فخر الدین رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... "ریاء وہ نفسانی صفت ہے

جس سے ہر نیکی، بدی بن جاتی ہے۔ اور اخلاص وہ نفسانی صفت ہے، جس سے گناہ، نیکی بن جاتا ہے۔" ۵؎

○ صاحب تفسیر روح البیان حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ..... "ریاکاروں کے لیے بہت بڑی خرابی ہے کہ وہ بہت گندے عمل میں مبتلا ہوتے ہیں۔" ۶؎

○ حضرت قتادہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں ..... "جب بندہ ریاکاری کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرے بندے کو دیکھو وہ مجھ سے مذاق کرتا ہے۔" ۷؎

○ حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں --- "ریاکاری کا عمل ایسا ہے جیسے جسم تو موٹا ہو مگر عقل و ہوش بالکل نہ ہو۔ ۸؎

چنانچہ حضرت حسان بن ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے۔

لا بأس بالقوم من طول و من عظم　جسم البغال و احلام العصافير ۹؎

○ حضرت ذوالنون مصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ..... "عمل صالح سے وہ نیک عمل مراد ہے جس میں ریاء کی ملاوٹ نہ ہو۔" ۱۰؎

○ حضرت سعید بن مسیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ایک شخص نے پوچھا:- ہم میں سے ایک شخص نیکی کرتا ہے اور چاہتا ہے کہ اس کی تعریف بھی کی جائے اور اسے ثواب بھی ملے۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- کیا تم یہ پسند کرتے ہو کہ تم پر اللہ تعالیٰ کا غضب ہو؟

اس نے عرض کیا:- نہیں۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- تو جب اللہ تعالیٰ کے لیے عمل کرو تو خالص اسی کے لیے کرو۔ ۱۱؎

○ حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ..... "اس بات میں ہمیں شک نہیں ہونا چاہیے کہ لوگوں کو دکھانے کے لیے اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والا عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لیتا ہے اور یہ اس صورت میں ہے جب اجر مقصود نہ ہو۔ اور اگر اجر و ثواب اور تعریف دونوں مقصود ہوں تو یہ شرک ہے۔" ۱۲؎

○ حضرت عمر فاروق رضی اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک شخص کو اپنے دُرّے سے مارا۔ پھر فرمایا: مجھ سے اس کا بدلہ لو۔ اُس نے عرض کیا: میں نے اللہ تعالیٰ کے لیے اور آپ کی خاطر معاف کر دیا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- یہ تو کچھ بھی نہیں ہوا۔ یا تو میرے لیے معاف کرو، تا کہ مجھ پر احسان ہو، یا صرف اللہ تعالیٰ کے لیے چھوڑ دو۔

اُس نے عرض کیا:- میں نے صرف اللہ تعالیٰ کے لیے معاف کیا۔

آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا:- ہاں! اب بات ہوئی ہے۔ ۱۳؎

○ حضرت محمد بن مبارک صوری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... "اہل خیر کی وضع رات کو اختیار کرو۔ دن کے وقت یہ حالت اختیار کرنے سے یہ بہتر ہے۔ کیونکہ دن کے وقت یہ حالت اختیار کرنا مخلوق کے لیے ہے اور رات کے وقت رب العالمین کے لیے ہے۔" ۴۴

○ حضرت خواجہ حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ...... "ریاکار آدمی اللہ تعالیٰ کی (عطا کردہ) تقدیر پر غالب آنا چاہتا ہے اور وہ برا آدمی ہے اور وہ چاہتا ہے کہ لوگ اسے نیک آدمی کہیں۔ لیکن لوگ کس طرح اسے نیک کہہ سکتے ہیں جبکہ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک برے لوگوں میں سے ہے۔ لہٰذا مومنوں کے دلوں کو چاہیے کہ اس کی پہچان حاصل کریں۔" ۴۵

○ حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ...... "پہلے لوگ عمل کرکے ریاکاری کرتے تھے اور اس زمانے میں عمل کے بغیر ریاکاری کرتے ہیں" ۴۶ یعنی جھوٹی تعریف۔

ریا کے متعلق مسائلِ شرعیہ :-

امام ابوبکر احمد بن علی رازی جصاص (متوفی ۳۷۰ھ) اور امام ابوبکر محمد بن عبداللہ المعروف بابن العربی مالکی (متوفی ۵۴۳ھ) نے "احکام القرآن" میں امام ابوعبداللہ محمد بن احمد مالکی قرطبی (متوفی ۶۶۸ھ) نے "الجامع الاحکام القرآن" میں اور امام ابوالفضل سید محمود آلوسی بغدادی حنفی (متوفی ۱۲۷۵ھ) علیہم الرضوان نے "تفسیر روح المعانی" میں یہ مسئلہ نقل فرمایا ہے ....

(۱) نیک کام، خواہ قولی ہو یا فعلی، مالی ہو یا بدنی، جو ریاکاری کی خاطر کیا جائے، وہ عبادت نہیں رہتا اور نہ اس پر آخرت میں ثواب ہوگا۔ ریاکار دنیا میں اپنے کام کا عوض چاہتا ہے جو اسے ذکرِ جمیل اور حسنِ ثناء کی صورت میں مل جاتا ہے لیکن آخرت میں اس کا کوئی عوض نہیں۔ وہ اس شخص کی طرح ہے جس نے اجرت پر کام کیا اور اسے اجرت مل گئی، اب مزید کسی انعام یا اجرت کا وہ حقدار نہیں۔ اس لیے مومن کے لیے لازم ہے کہ وہ اپنے اعمال کو ریاء سے پاک رکھے، نیت اخلاص ہی سے آخرت میں اجر کی اُمید ہے۔ ۴۷

(۲) طلبِ شہرت کے لیے اپنا مال خرچ کرنا ایسا ہی مذموم ہے جیسا بخل کرنا، بلکہ ریاء سے خرچ کرنے والا بخیل سے زیادہ برا ہے۔ ۴۸

(۳) روزہ میں ریاء نہیں، البتہ اس غرض سے روزہ رکھے کہ روزوں سے چہرہ زرد نظر آئے گا اور کمزوری نظر آئے گی تو لوگ مجھے نیک بخت اور صالح انسان سمجھیں گے اور کہیں گے کہ یہ شخص خوفِ آخرت سے نڈھال ہورہا ہے تو ایسا روزہ ریاء میں داخل ہے۔ ۴۹

(۴) الاشباہ والنظائر میں ہے کہ روزہ میں ریاء کو کسی قسم کا دخل نہیں، یہ اس وقت ہے جبکہ اپنے آپ کو بھوکا مار کر لوگوں کو ظاہر نہ کرے کہ میں روزہ سے ہوں، زبانِ حال سے یا زبانِ قال سے۔ ورنہ اس میں

بھی ریاء کو دخل ہے۔ ۰؎

(۵) فرائض میں ریاء کو دخل نہیں۔ (در مختار) ...... اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرائض میں ریاء پایا ہی نہیں جاتا، اس لیے کہ جس طرح نوافل کو ریاء کے ساتھ ادا کرسکتا ہے، ہوسکتا ہے کہ فرائض کو بھی ریاء کے طور پر ادا کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ فرض اگر ریاء کے طور پر ادا کیا، جب بھی اُس کے ذمہ سے ساقط ہوجائے گا اگرچہ اخلاص نہ ہونے کی وجہ سے ثواب نہ ملے ...... اور یہ مطلب بھی ہوسکتا ہے کہ اگر کسی کو فرض ادا کرنے میں ریاء کی مداخلت کا اندیشہ ہو تو اس مداخلت کو اعتبار کرکے فرض کو ترک نہ کرے بلکہ فرض ادا کرے اور ریاء کو دور کرنے کی اور اخلاص حاصل کرنے کی کوشش کرے۔ ۱؎

مزید تفصیل و دیگر مسائل شرعیہ کے لیے کتاب "بہار شریعت" حصہ ۱۶ کا مطالعہ کریں۔

ریاء کی قسمیں:-

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں: ریاء دو قسم کی ہے (۱) ریاء فی اصل العمل۔ (۲) ریاء فی تحسین العمل۔

(۱) ریاء فی اصل العمل یہ ہے کہ انسان نفس العمل ریاء کے لیے کرے۔ کہ اگر کوئی دیکھے تو نیکی کرے ورنہ نہ کرے۔

(۲) ریاء فی تحسین العمل یہ ہے کہ اکیلے میں معمولی سا عمل کرے اور لوگوں کے سامنے خوب اچھی طرح عمل کرے۔

پہلی صورت میں خود عمل کا ثواب نہ ملے گا اور دوسری صورت میں اصل عمل کا ثواب ملے گا مگر اس خوبی کا نہ ملے گا، جو ریاء کے لیے کی۔ ۲؎

علامات ریاء:-

حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف "احیاء العلوم" میں نقل فرماتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت سیدنا علی مرتضی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ....

ریاکار کی تین علامات ہیں۔

(۱) جب وہ تنہا ہوتا ہے تو سستی کا مظاہرہ کرتا ہے اور جب لوگوں میں ہوتا ہے تو خوش خوش رہتا ہے۔

(۲) جب اس کی تعریف کی جائے تو اس کے عمل میں اضافہ ہوتا ہے۔

(۳) جب اس کی برائی بیان کی جائے تو عمل کم کرتا ہے۔ ۳؎

ریاکاری کی سزا:-

○ صاحب روح البیان احادیث نقل فرماتے ہیں ...... "جہنم میں ایک ایسی وادی ہے جس سے

دوزخ کے دوسرے طبقات دن میں سو بار پناہ مانگتے ہیں وہ طبقہ ریاکاروں کے لیے تیار کیا گیا ہے۔" ۱۴

○ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا...... جہنم اور جہنمی ریاکار کو دیکھ کر آہ و زاری کرتے اور شور مچاتے ہیں۔

آپ ﷺ سے عرض کیا گیا:- اس کی وجہ کیا ہے؟

نبی کریم ﷺ نے فرمایا:- جہنم تو ریاکار کو عذاب دینے پر خوشی کے مارے چیخ چلاتی ہے اور جہنمی لوگ اس عذاب کو دیکھ کر خوش ہوتے ہیں۔ ۱۵

نیز "ریاکاری کی سزا" کے تعلق سے مزید احادیث گزشتہ صفحات میں آپ ملاحظہ کر چکے ہیں۔

اس کی مثالیں (واقعات کی روشنی میں):-

امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا...... قیامت کے دن لوگوں میں سب سے پہلے جس کا فیصلہ کیا جائے گا وہ شہید ہے۔ اُس کو سامنے لایا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا جن کو وہ پہچان لے گا۔ پھر اُس سے کہا جائے گا کہ تُو نے اس کے بدلے کیا عمل کیا؟

وہ عرض کرے گا:- میں نے تیری راہ میں جہاد کیا، یہاں تک کہ شہادت حاصل کی۔

اللہ تعالیٰ فرمائے گا:- تُو جھوٹا ہے۔ تُو نے جنگ اس لیے کی تھی کہ تو بہادر کہلائے اور تجھے بہادر کہا گیا...... پھر اُس کو منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

پھر اُس شخص کو بلایا جائے گا جس نے علم حاصل کیا اور دوسروں کو سکھایا اور قرآن کریم پڑھا۔ اللہ تعالیٰ اُس کو اپنی نعمتیں یاد دلائے گا۔ تو وہ ان کو پہچان لے گا۔ پس اس سے پوچھا جائے گا کہ تُو نے اس کے بدلے کیا کیا؟

وہ عرض کرے گا:- میں نے علم سیکھا، دوسروں کو سکھایا اور تیری رضا کے لیے قرآن پڑھا۔

اللہ عزوجل فرمائے گا:- تُو جھوٹا ہے، تُو نے علم اس لیے حاصل کیا تھا کہ تو عالم اور قاری کہلائے اور لوگوں نے تجھے ایسا ہی کہا...... پھر اس کے لیے حکم ہوگا اور اس کو چہرے کے بل گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

نیز ایک شخص وہ ہے، جسے اللہ نے فراخیٔ رزق سے نوازا اور طرح طرح کے مال دیئے۔ اُس کو لایا جائے گا اور اللہ اُس کو بھی اپنی نعمتیں یاد دلائے گا اور پوچھے گا تُو نے ان کے بدلے کیا کیا؟

وہ عرض کرے گا:- مولا، میں نے تیری کوئی پسندیدہ راہ نہ چھوڑی، جہاں پر تیری رضا کے لیے مال خرچ نہ کیا ہو۔

اللہ رب العزت ارشاد فرمائے گا:- تُو جھوٹا ہے، تُو نے دولت اس لیے خرچ کی کہ تو سخی کہلائے۔

پس تجھے جی کہا گیا...... پھر اس کے لیے فیصلہ ہوگا اور اسے بھی منہ کے بل گھسیٹ کر جہنم کی آگ میں ڈال دیا جائے گا۔ ۶؎

آپ نے ملاحظہ فرمایا!...... ریاء کیسا بدترین کینسر ہے جو شہادت، علم اور صدقہ جیسے عظیم اعمال کو بھی کھا جاتا ہے۔

اسی طرح کا ایک اور واقعہ ملاحظہ فرمائیں...... حافظ نور الدین علی بن ابی بکر الہیثمی (متوفی ۸۰۷ھ) نے "مجمع الزوائد" میں، امام طبرانی نے "معجم کبیر" میں اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ سے روایت کی کہ حضور خاتم النبیین ﷺ نے ارشاد فرمایا...... کچھ لوگوں کو جنت کا حکم ہوگا۔ جب وہ جنت کے قریب پہنچ جائیں گے اور اس کی خوشبو سونگھیں گے اور جنت کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو ندا آئے گی کہ انہیں واپس بھیج دو، جنت میں ان کے لیے کوئی جگہ نہیں۔ تو یہ لوگ بڑی حسرت کے ساتھ واپس ہو جائیں گے اور فریاد کریں گے کہ اے رب! کاش تو ہمیں پہلے ہی جہنم میں داخل کر دیا ہوتا اور ثواب و جزا اور جو کچھ اپنے اولیا کے لیے جنت میں تو نے مہیا کیا ہے، نہ دکھایا ہوتا تو ہم پر آسان ہوتا۔

اس پر اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائے گا کہ ہمارا مقصد ہی یہ تھا۔...... اے بدبختو!...... جب تم تنہا ہوتے تھے تو بڑے بڑے گناہ کرتے تھے اور جب لوگوں سے ملتے تھے تو بڑے تقویٰ اور پرہیزگاری کے ساتھ ملتے تھے۔ تم تو لوگوں کو اس کے خلاف دکھاتے جو تمہارے دلوں میں میرے لیے خیال ہوتا۔ تم لوگوں سے ڈرتے تھے اور مجھ سے نہیں ڈرتے تھے۔ لہٰذا آج میں تم کو دردناک عذاب چکھاؤں گا اور ثواب سے محروم کروں گا۔ ۷؎

حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا...... بے شک اللہ تعالیٰ تمہاری صورتوں اور مالوں کو نہیں دیکھتا بلکہ وہ تمہارے دل اور اعمال کو دیکھتا ہے (کہ یہ کام میری خوشنودی و رضا کے لیے ہے یا شہرت و ریاء کے لیے ہے) ۸؎

قرآن حکیم میں قربانی کے تعلق سے بھی رب قدیر نے یوں ہی ارشاد فرمایا...... لن ینال اللہ لحومها ولا دماؤها ولکن یناله التقوی منکم ۹؎

ترجمہ: اللہ کو ہرگز نہ ان کے گوشت پہونچتے ہیں نہ ان کے خون، ہاں تمہاری پرہیزگاری اس تک باریاب ہوتی ہے۔ ۱۰؎

گویا کہ قرآن مجید میں بھی رب جلیل نے یہ صاف اعلان فرمادیا کہ اے قربانی کرنے والو! نہ تمہارے قربانی کے گوشت اللہ کو پہنچتے ہیں اور نہ خون، بلکہ تمہارا تقویٰ، تمہارا اخلاص اور تمہاری نیت اللہ کی بارگاہ میں باریاب ہوتی ہے۔ پہنچتی ہے۔

حضرت علامہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی شہرۂ آفاق تصنیف، "شعب الایمان" میں رقم طراز ہیں ...... "حدیث پاک میں آتا ہے کہ جب ملائکہ بندوں کے اعمال اوپر لیکر جاتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: اس صحیفے کو ڈال دو۔ اس صحیفے کو ڈال دو۔

وہ فرشتہ کہتا ہے:- یا اللہ! تیرے اس بندے نے نیک باتیں کیں، نیک عمل کیے۔ جسے ہم نے سنا اور دیکھا اور اس کے نامۂ اعمال میں لکھا۔ اب اسے کس طرح ڈال دیں؟

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:- اس بندے نے اس عمل کے ساتھ میری رضا کا ارادہ نہیں کیا۔ یعنی اس کی نیت میں خالصتاً میری رضا نہ تھی، اس لیے میں نے قبول نہیں فرمایا۔" [۸۱]

چنانچہ شیخ سعدی شیرازی رحمۃ اللہ علیہ نے اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے ۔

عبادت با خلاص نیت نکوست ☆ وگرنہ چہ آید زبے مغز پوست

ترجمہ:- عبادت، نیت خالص سے ہو تو بہتر ہے ورنہ بے مغز پوست سے کیا حاصل۔ [۸۲]

حضرت حبیب بن اسلم راعی رحمۃ اللہ علیہ جو حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مصاحب ہیں، سے ایک حدیث مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا...... نیۃ المومن خیر من عملہ

مومن کی نیت اس کے عمل سے افضل ہے۔ [۸۳]

صاحب روح البیان حضرت علامہ اسمٰعیل حقی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں ...... "ایک بزرگ فرماتے ہیں برسر راہ میری کوٹھی تھی۔ اس کے بالا خانے میں میں نے صبح سویرے اٹھ کر سورۂ طٰہٰ شریف پڑھی۔ اختتام کے بعد تھوڑی دیر کے لیے میں وہیں سو گیا۔ خواب میں ایک شخص کو دیکھا کہ وہ آسمان سے اترا ہے اور میرے سامنے آ کر ایک صحیفہ کھولا جس پر سورۂ طٰہٰ مکتوب تھی جس کے ہر حرف کے نیچے دس دس نیکیاں لکھی ہوئی تھیں، صرف ایک کلمہ ایسا تھا جس کے نیچے نہ صرف نیکیاں نہ تھیں بلکہ خود اس کے حروف بھی مٹا دیئے گئے ہیں۔ میں نے کہا:- یہی کلمہ تو میں نے پڑھا تھا لیکن اس کا نہ مجھے ثواب ملا اور نہ ہی وہ اعمال نامے میں مکتوب ہے۔

وہیں پر مجھے کسی نے کہا:- ٹھیک ہے کہ واقعی تو نے پڑھا بھی ہے اور اسے ہم نے سنا اور لکھا بھی ہے لیکن ہمیں عرش الٰہی سے حکم ملا ہے کہ اسے مٹا دو۔

بزرگ مذکور فرماتے ہیں:- یہ سن کر میں بہت رویا اور کہتا رہا کہ یا رب قدیر! میرے ساتھ ایسا معاملہ کیوں ہوا؟

جواب ملا:- اثنائے تلاوت تیرے قریب سے ایک شخص گزر رہا تھا تو تو نے دکھلاوے کی نیت سے یہی کلمہ زور سے پڑھا۔ اسی لیے اس کا ثواب جاتا رہا۔ [۸۴]

غرض کہ ریاء وہ مہلک آفت ہے، جس سے نیکی، نیکی نہیں رہتی بلکہ وہ گم ہو جاتی ہے۔ کیونکہ ریاکار اس میں خدا کے ساتھ غیر خدا کو شریک کرتا ہے۔ اس لیے اسے شرکِ اصغر اور شرکِ خفی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

ریاء شرکِ اصغر ہے:-

حضرت محمود بن لبید رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ رسولِ اعظم ﷺ نے فرمایا...... مجھے اپنی اُمت پر جس چیز کا سب سے زیادہ خوف ہے وہ شرکِ اصغر ہے۔

صحابۂ کرام نے پوچھا:- یارسول اللہ! شرکِ اصغر کیا ہے؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- ریاء...... قیامت کے دن جب اللہ عزوجل لوگوں کو اُن کے اعمال کی جزا دے گا تو فرمائے گا کہ جاؤ! اُنہی لوگوں کے پاس جن کے لیے تم ریاکاری کرتے تھے۔ دیکھو اُن سے تمہیں کوئی جزا ملتی ہے۔ ۵۵

حضرت شداد بن اوس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ امام الانبیاء وسید الاصفیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا...... مجھے اپنی اُمت پر شرک اور شہوتِ خفیہ کا خوف ہے۔

میں نے پوچھا:- یارسول اللہ! کیا آپ کی امت آپ کے بعد شرک کرے گی؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- ہاں، لیکن وہ سورج، چاند، پتھروں اور بتوں کی عبادت نہیں کرے گی بلکہ وہ اپنے اعمال میں ریاء کرے گی اور شہوتِ خفیہ یہ ہے کہ ایک شخص روزہ رکھے، پھر کسی نفسانی خواہش کی بناء پر وہ روزہ ترک کردے۔ ۵۶

امام ابوعیسیٰ ترمذی رحمۃ اللہ علیہ روایت نقل فرماتے ہیں کہ امام المرسلین ﷺ نے ارشاد فرمایا...... بے شک ریاء شرک ہے۔ ۵۷

حضرت علامہ امام بیہقی رحمۃ اللہ علیہ اپنی تصنیف لطیف "شعب الایمان" میں نقل فرماتے ہیں...... "ظاہرا کوئی عمل (خواہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو) اگر اس سے مقصود ریاء ہے تو وہ شرک ہے۔" ۵۸

شرک کی قسمیں:-

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی قدس سرہٗ فرماتے ہیں...... شرک دو قسم کا ہے۔ (۱) شرکِ جلی (۲) شرکِ خفی۔

شرکِ جلی تو کھلم کھلا شرک وبت پرستی کرنا ہے اور شرکِ خفی "ریاکاری" ہے۔

یوں کہو کہ شرکِ اعتقادی تو کھلا ہوا شرک ہے اور شرکِ عملی "ریاکاری" ہے۔ ۵۹

ریاء شرکِ خفی ہے:-

حضرت ابوسعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہمارے پاس تشریف لائے،

ہم اس وقت مسیح دجال کا ذکر کر رہے تھے۔

آپ ﷺ نے فرمایا:- کیا میں تم کو اس چیز کی خبر نہ دوں جو میرے نزدیک تمہارے لیے مسیح دجال سے بھی زیادہ خطرناک ہے؟

ہم نے کہا:- کیوں نہیں؟

آپ ﷺ نے فرمایا:- وہ شرک خفی ہے یعنی کوئی شخص نماز پڑھتا ہے، جب اُس کو معلوم ہوتا ہے کہ کوئی اس کو دیکھ رہا ہے تو وہ نماز کو طول دیتا ہے۔ ۹۰

چنانچہ صاحب روح البیان نے اس کی کیا ہی خوب تشریح فرمائی ہے۔

کلید در دوزخست آں نماز ☆ کہ در چشم مردم گزاری دراز

ترجمہ:- دوزخ کے دروازے کی چابی وہ نماز ہے، جو لوگوں کی نگاہوں میں لمبی لمبی کرکے پڑھی جائے ۹۱

حضرت ابوسعد بن ابی فضالہ انصاری رضی اللہ تعالیٰ عنہ بیان کرتے ہیں کہ حضور شافع محشر ﷺ نے فرمایا...... بلاشبہ جب اللہ تعالیٰ بروز قیامت اولین و آخرین (کے لوگوں) کو جمع فرمائے گا تو ایک منادی پکارے گا کہ جس نے کوئی ایسا عمل کیا ہے جس میں اس نے کسی کو شریک کیا تھا تو وہ اپنے اعمال کا ثواب اسی سے طلب کرلے کیونکہ اللہ تعالیٰ شریکوں سے بے نیاز ہے۔ ۹۲

صاحب روح البیان فرماتے ہیں......

ز عمرو اے پسر چشم اجرت مدار ☆ چو در خانہ زید باشی بکار

ترجمہ:- عمرو سے مزدوری کی امید نہ رکھو جب تم زید کے گھر کا کام کرتے ہو۔ ۹۳

مسئلہ :- اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس سرہٗ سے عرض کیا گیا:- اگر کوئی تنہا خشوع کے لیے نماز پڑھے اور عادت ڈالے تاکہ سب کے سامنے بھی خشوع ہو تو کیا یہ ریاء ہے؟

اس کے جواب میں ارشاد فرمایا:- یہ بھی ریاء ہے کہ دل میں حبیب غیر خدا ہے۔ ۹۴

یہی وجہ ہے کہ خلفائے راشدین رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، وضو میں کسی غیر سے مدد لینے تک کو شرک سمجھتے تھے۔ چنانچہ خلفائے راشدین میں سے کسی ایک کا واقعہ ہے کہ وضو کرنے کے لیے آپ اُٹھے تو آپ کے کسی خادم نے لوٹا اُٹھا کر وضو کرانے کا ارادہ کیا تو آپ نے روک کر فرمایا کہ مجھے شرک خفی کا خطرہ ہے۔ اس کی دلیل میں یہ آیت پڑھی: فمن کان یرجوا لقاء ربہ فلیعمل عملا صالحاً ولا یشرک بعبادۃ ربہ احدا ۝ ۹۵ فقیر (حقی) کہتا ہے کہ میرا یہ گمان ہے کہ ان (خلیفۂ راشد) سے مراد حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہٗ ہیں۔ (کذا فی الاسئلہ المقحمہ لابی القاسم الفزاری رحمۃ الباری)

فقیر (حقی) کہتا ہے کہ اس سے حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ کے تقوے کا حال معلوم ہوا کہ آپ

نے ریاء کی طرح وضو میں استعانت من الغیر کو بھی شرک میں داخل فرمایا اور وہ آیت فمن کان یرجو لقاء ربہ الآیہ کے عموم کے پیش نظر۔ جیسے امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ نے "او لامستم النساء" میں عموم کے پیش نظر عورت کو صرف ہاتھ لگانے سے نقضِ وضو کا حکم صادر فرمایا ہے۔ ۹۶

مسئلہ :- جو شخص عبادات اس لیے کھلم کھلا ادا کرتا ہے کہ اس کی نیکی کا چرچہ ہو تو یہی ریاء اور شرک خفی ہے۔ اس لیے لازم ہے کہ عبادات نافلہ چھپ کر ادا کی جائیں تاکہ ریاء کے غلط ارادے سے عمل ضائع نہ ہو۔ ۹۷

ریاکاری سے بچنے کی تاکید و تنبیہ:-

صرف ریاکاری ہی نہیں بلکہ ہر گناہ سے بچنے کی تنبیہ ہمارے رسول اللہ ﷺ نے فرمائی ہے۔ چنانچہ صحیح بخاری میں حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ہادیٔ برحق ﷺ نے ارشاد فرمایا..... میری مثال جسے دے کر اللہ جل شانہٗ نے مجھے مبعوث فرمایا ہے، اس آدمی جیسی ہے جو اپنی قوم کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے ایک لشکرِ جرار دیکھا ہے اور میں واضح طور پر تمہیں اس سے ڈراتا ہوں، لہٰذا اپنے آپ کو بچالو، اپنے آپ کو بچالو...... پس ایک گروہ نے میری بات مانی اور کسی محفوظ مقام کی طرف چلے گئے، یوں انھوں نے نجات پالی اور دوسرے گروہ نے اسے جھٹلایا تو صبح سویرے وہ لشکرِ جرار ان پر ٹوٹ پڑا اور سب کو تہ تیغ کردیا۔ ۹۸

سبحان اللہ ..... کتنی بہترین مثال دے کر ہمارے آقا ﷺ نے ہمیں گناہوں سے بچنے کی ترغیب دلائی ہے!

آگے ایک اور حدیث میں آقا ﷺ یوں ارشاد فرماتے ہیں ...... فہا انا اخذ بحجزکم عن النار و انتم تقحمون فیہا. ۹۹ یعنی: پس میں کمر سے پکڑ کر تمہیں آگ سے کھینچ رہا ہوں اور تم ہو کہ اس میں گرتے ہی جارہے ہو۔

ہم ہی وہ بدنصیب ہیں، جو اپنے آقا ﷺ کے حکم کی نافرمانی کر کے ہمیشہ جہنم کی آگ میں گرتے ہی چلے جارہے ہیں۔ کیا ہی اچھا ہوگا کہ ہم لشکرِ جرار کے آنے یعنی شیطان کے فریب میں آنے اور گناہوں میں ملوث ہو کر اس کے سبب جہنم کی آگ میں گرنے سے قبل ہی اس آدمی کا اپنی قوم کو پیشگی خبردار کر کے ڈرانے اور اس لشکرِ جرار سے اپنی قوم کو بچانے، جس کا ذکر مذکورہ بالا حدیثِ پاک میں گزرا، کی مثل اپنے آقا ﷺ کی باتوں و تنبیہ کو نذر انداز کیے بنا سچے دل سے مان کر اور اس پر عمل پیرا ہو کر، اس شیطان لعین کے فریب میں نہ آ کر، جس نے اس قوم کے دوسرے گروہ کی طرح ہمیں بے خوف و خطر اور بے خبر کردیا ہے، جس قوم نے اس آدمی کی بات کو جھٹلایا اور اس لشکرِ جرار کے حملے کا شکار ہو کر ہلاک ہو گئے، آج ہی

ہم اپنے آقا ﷺ کی پیشگی ہدایت پر عمل پیرا ہو کر، اس برائی سے دور بھاگیں اور اپنے آپ کو جہنم کی آگ سے بچالیں، جس کی پیشگی خبر چودہ سو سال قبل ہی ہمارے پیارے آقا ﷺ نے ہمیں دے کر اس سے آگاہ فرمایا ہے اور اس نار جہنم سے بچنے کا خوف ہمیں دلایا ہے۔ نیز اس آگ میں گرنے سے بچنے کا طریقہ بھی ہمیں سکھایا ہے۔

ایک اور حدیث میں ریاء سے بچنے کی تنبیہ نبی کریم ﷺ نے یوں فرمائی ہے: شرک اصغر سے بچو۔

عرض کی گئی:۔ شرک اصغر کیا ہے؟

حضور علیہ السلام نے فرمایا:۔ ریاکاری شرک اصغر ہے۔ ۱۰۰؎

ایک اور جگہ حضور رحمۃ اللعالمین ﷺ نے اپنی امت کو یوں تاکید فرمائی...... اے میرے امتیو! تم شرک خفی کے تمام امور سے بچو۔ کیونکہ شرک خفی تمہارے اندر ایسا گھسا ہوا ہے جیسے چیونٹی اندھیری رات میں سفید پہاڑ پر چلے۔ ۱۰۱؎

اسی طرح قرآن حکیم میں ایک جگہ رب قدیر نے یوں تنبیہ فرمائی...... یا ایھا الذین امنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن والاذیٰ کالذی ینفق ماله رئاء الناس الآیۃ ۱۰۲؎

اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کردو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر، اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کے دکھاوے کے لیے خرچ کرے۔ ۱۰۳؎

ولا تکونوا کالذین خرجوا من دیارھم بطرا و رئاء الناس الآیۃ ۱۰۴؎

اور اُن جیسے نہ ہونا جو اپنے گھر سے نکلے اتراتے اور لوگوں کو دکھانے کو ۱۰۵؎

ریاکاری سے بچنے کا طریقہ (علاج):۔

حجۃ الاسلام حضرت علامہ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں...... "بیان سابق سے آپ نے جان لیا کہ ریاء بڑا ہی سخت اور مہلک مرض ہے۔ اس سے اعمال ضائع ہوجاتے ہیں اور ریاکاری اللہ تعالیٰ کے غضب کا سبب ہے۔ تو جس کا یہ حال ہو، اسے چاہیے کہ اس کے ازالے کے لیے حتی الامکان کوشش کرے اور لازمی ہے کہ اسے دور کرنے کے لیے ہمیشہ مستعد رہے، گرچہ کتنا ہی مجاہدہ اور مشقت برداشت کرنا پڑے۔ کیونکہ قاعدہ یہ ہے کہ مرض کے ازالہ کے لیے کڑوی دوائیاں پینی ضروری ہیں۔ اور تمام بندے اس مجاہدہ و مشقت کے لیے مجبور ہیں۔ کیونکہ یہ مرض اس کے دل میں گھر کر چکا ہوتا ہے۔ جیسے بچہ شروع میں عقل و تمیز کم رکھتا ہے، وہ لوگوں کی طرف دیکھتا ہے تو اُن کی طرح عمل کی بہت زیادہ طمع رکھتا ہے۔ وہ دیکھتا ہے کہ لوگ آپس میں ایک دوسرے کے سامنے تصنع و بناوٹ سے کام لیتے ہیں۔ تو لازماً اس کے دل میں اس کی تکلف کی محبت غلبہ پاکر مضبوط و مستحکم ہوجاتی ہے۔ جس کے مہلک ہونے کا علم اسے اُس وقت ہو

ہے جب اس کی عقل کمال کو پہنچتی ہے۔ مگر اس وقت تک ریاء اس کے دل میں گھر کر چکی ہوتی ہے۔ اس لیے بامحنت شاقہ اور سخت مجاہدہ کے، اس کا قلع قمع نہیں کر سکتا۔ کیونکہ خواہشات مضبوط ہو کر جڑ پکڑ چکی ہوتی ہیں۔ اس لیے اس مجاہدہ سے کوئی بھی شخص خالی نہیں لیکن شروع میں یہ مشکل معلوم ہوتا ہے پھر اس کے بعد آسان ہو جاتا ہے۔

اس کے علاج کی دو صورتیں ہیں۔ (۱) اس کی جڑ ہی ختم کر دی جائے، جہاں سے یہ پھیلتا ہے۔ (۲) فی الحال جو دل میں خطرہ پیدا ہو، اسے دور کیا جائے۔

(۱) اس کی جڑ ہی کو ختم کرنا:-

جاننا چاہیے کہ ریاء کی اصل (جڑ) جاہ و حشمت ہے۔ اگر اس کو مفصل ذکر کیا جائے تو اس کے تین اصول بنتے ہیں۔ (اوّل) تعریف کی لذت۔ (دوم) مذمت پر رنج کی تکلیف سے بچنا۔ (سوم) جو کچھ لوگوں کے پاس ہے، اس کی حرص و طمع۔...... یہی تین باتیں ریاء کا سبب ہیں اور یہی تین اصول ہیں جو ریاکار کو ریاء پر ابھارتی ہیں۔ جس پر حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی یہ روایت شہادت دیتی ہے۔ ۱۰۶

حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ایک شخص بارگاہِ نبوت ﷺ میں حاضر ہو کر عرض گزار ہوا کہ یا رسول اللہ ﷺ! کوئی مالِ غنیمت کے لیے لڑتا ہے، کوئی اچھی نام وری کے لیے اور کوئی اپنی جواں مردی دکھانے کے لیے۔ پس ان میں سے اللہ کی راہ میں لڑنے والا کون ہے؟

نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا: اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والا وہ ہے جو کلمۂ حق کی سربلندی کے لیے لڑتا ہے۔ ۱۰۷

یعنی کہ اپنی تعریف یا شہرت کی لذت کے لیے نیک کام کرنا۔ یا یہ سوچ کر کہ اگر عبادت نہ کرے گا تو لوگ اس کی مذمت کریں گے یا لوگ اس کو حقارت کی نظر سے دیکھیں گے۔ یا بخیل لوگوں کے درمیان بخیل ہوتا ہو، اس لیے اس مذمت سے بچنے کے لیے تھوڑا سا خود بھی صدقہ دے دینا۔ یا کسی سے رنج پہنچے تو اس سے بدلہ لینے یا غصہ کی خاطر اس سے جہاد کرنا۔ یا مالِ غنیمت کے لیے لڑنا یعنی جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اس کی حرص و طمع رکھنا۔ جس کے متعلق رسولِ اکرم ﷺ نے فرمایا: جو شخص جہاد کر کے صرف اُونٹ کی رسی چاہتا ہو تو اس کے لیے وہی ہے جس کی اس نے نیت کی ۱۰۸ یعنی اس میں طمع کی طرف اشارہ ہے۔

غرض کہ یہ چیزیں سب ریاء اور ریاکار کو ریاء پر ابھارنے والی ہیں۔

اس کا علاج:-

(اوّل) تعریف کی لذّت:

اس بات میں کوئی پوشیدگی نہیں کہ آدمی جب کسی چیز کی خواہش کرتا ہے تو یہ گمان کرتا ہے کہ وہ چیز

اس کے لیے فی الحال یا مستقبل میں نفع بخش اور لذیذ ہے لیکن اُسے یہ معلوم ہو جائے کہ وہ چیز فی الحال تو نفع بخش و لذیذ ہے لیکن آئندہ کے لیے نقصان دہ ہے تو اُس چیز کی خواہش کو وہ چھوڑ دیتا ہے۔ مثلاً یہ جانتا ہے کہ شہد لذیذ ہے تو اس کی رغبت ہوتی ہے مگر جب اس پر واضح ہو جائے کہ اس میں زہر ملا ہے تو وہ اس سے پرہیز کرتا ہے اور اس کی جانب رغبت کی بجائے نفرت ہو جاتی ہے۔ اسی طرح ریاء کی لذت سے نفرت کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ وہ یہ یقین کرلے کہ اس میں نقصان ہے اور ریاء کے نقصان دہ ہونے کا اسے علم ہو جائے کہ اس کی وجہ سے دل کی صلاحیت ضائع ہو جاتی ہے اور دنیا میں نیکی کی توفیق اور آخرت میں مقام و مرتبہ کے حصول سے محروم ہو جاتا ہے۔ نیز اسے عذابِ شدید اور غضبِ خداوندی کا سامنا کرنا پڑے گا اور قیامت میں اسے کھلی رسوائی ہوگی۔ جب کہ اسے یہ کہہ کر پکارا جائے گا کہ اے فاجر! اے دھوکے باز! اے ریاکار! کیا تجھے شرم نہیں آئی کہ تو نے اللہ کی عبادت کے بدلے دنیاوی اسباب کو خریدا؟ تو نے بندوں کو خوش کیا اور اللہ کی عبادت کے ساتھ مذاق کیا، بندوں کے نزدیک محبوب بنا اور اللہ کے نزدیک مبغوض ہوا، لوگوں کے لیے آرائش اختیار کی اور اللہ کے نزدیک عیب دار ہوا، اللہ تعالیٰ سے دوری اختیار کر کے لوگوں کے قریب ہوا، اللہ تعالیٰ کے ہاں قابلِ مذمت ہو کر لوگوں کے نزدیک قابلِ تعریف ہوا، اللہ تعالیٰ کی ناراضگی مول لے کر لوگوں کی رضا کا طالب ہوا۔ تیرے نزدیک اُس وقت اللہ سے زیادہ حقیر کوئی نہ تھا۔ (معاذ اللہ)

جب بندہ اس ذلت و رسوائی پر غور و فکر کرتا ہے اور دنیا میں بندوں سے اس کو جو کچھ حاصل ہوا، اس سے اُخروی نقصان کا مقابلہ کرتا ہے کہ ریاء کے سبب اس کے اعمال برباد ہو کر نیکیوں کا پلڑا بھاری ہونے کی بجائے گناہوں کا پلڑا بھاری ہو گیا جس کے باعث وہ دوزخ میں جا گرا۔ ورنہ ممکن تھا کہ اس کے ایک عمل خالص سے بھی نیکیوں کا پلڑا کافی بھاری ہو کر جھک سکتا تھا۔ الخ۔ نیز لوگوں کی طرف سے تعریفی کلمات کی چاہت کا کیا فائدہ جبکہ بارگاہِ خداوندی سے اس طرح کی مذمت اور ذلت و رسوائی اس کو میسر ہوئی تھی کہ ان کی تعریف کرنے سے نہ تو اس کا رزق بڑھا اور نہ عمر میں اضافہ ہوا اور نہ ہی قیامت کے روز اس کے فقر و فاقہ میں ان کی یہ تعریفی کلمات اس کے کچھ کام آسکیں گے۔ ۱۰۹ کیونکہ بندوں کا تو یہ حال ہے کہ "وہ خود اپنی جانوں کے بُرے بھلے کے مالک نہیں اور نہ (انہیں) مرنے کا اختیار نہ جینے کا نہ اُٹھنے کا"۔

(دوم) مذمتِ رنج کی تکلیف سے بچنا:۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ لوگ اس کو بُرا بھلا کہیں گے، اس کی مذمت کریں گے، تو اس سے ڈرنا نہیں چاہیے کیونکہ جو کچھ اللہ تعالیٰ نے لکھ دیا ہے وہی ہوگا۔ ان کی مذمت سے نہ اسے موت جلدی آسکتی ہے اور نہ ہی اس کے رزق میں تاخیر ہو سکتی ہے۔ نیز ایسا بھی نہیں کہ اگر وہ جنتی ہے تو اس مذمت سے جہنمی ہو جائے یا وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محمود تھا تو اب اس پر اللہ تعالیٰ ناراض ہو جائے گا۔ کیونکہ بھی

بندے عاجز ہیں اور اپنی ذات کے لیے نفع و نقصان اور زندگی و موت اور دوبارہ زندہ ہونے کے وہ مالک نہیں۔

(سوّم) جو کچھ دوسروں کے پاس ہے اس کی حرص و طمع :-

اس کا علاج اس بات کا یقین رکھنے میں ہے کہ مال یا پیسہ دینے یا نہ دینے کے سلسلے میں اللہ تعالیٰ ہی دلوں کو مسخر کرنے والا ہے، لوگ تو اس سلسلے میں مجبور ہیں۔ رازق تو صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور جو شخص لوگوں سے طمع رکھتا ہے، وہ ذلت و رسوائی سے خالی نہیں۔ اگر لوگوں سے اس کی مراد پوری بھی ہو تو اس کا احسان انہیں چکانا پڑے گا۔ تو تُو ایسی جھوٹی اُمید اور وہم فاسد کے بدلے میں بارگاہِ خداوندی سے ملنے والے ثواب کو کیسے چھوڑ رہا ہے، نا معلوم وہ ملے گا بھی یا نہیں۔ اگر ملے بھی تو اس ملنے کی لذت اتنی نہ ہوگی جتنا ان کا احسان اُٹھانے اور ذلت برداشت کرنے کی ہوگی۔

غرض کہ یہ ساری باتیں اگر دل میں اثر کر جائیں تو ریاء کی رغبت کمزور پڑ جائے گی اور حتی الامکان وہ اس سے بچنے کی کوشش کرے گا اور دل متوجہ الی اللہ ہوگا۔ اس لیے کہ عقلمند ایسی چیزوں کی رغبت نہیں کرتا جن میں نقصان زیادہ اور نفع کم ہو۔

یہ اور جو کچھ ہم نے ریاء کے علاج کے سلسلے میں بیان کیا ہے ایسی علمی دوا ہے، جس سے ریاء کی جڑ ہی اُکھڑ جاتی ہے۔[۱]

عملی علاج :- ریاء کا عملی علاج یہ ہے کہ اپنے نفس کو پوشیدہ طور پر عبادت کرنے کا عادی بنائے اور عبادات کو اس طرح سے چھپائے جیسے برائیوں کو چھپاتے ہیں حتی کہ اس کا دل اللہ تعالیٰ کے علم پر قناعت کرے اور اسی پر اکتفاء کرے کہ وہی اس کی عبادت پر مطلع ہو اور غیر اللہ کا خیال دل میں بالکل نہ رہے۔[۲]

حکایت : - حضرت ابو حفص آہن گر رحمۃ اللہ علیہ کے سامنے ان کے مرید نے دنیا اور اہلِ دنیا کی مذمت کی۔ آپ نے فرمایا کہ تو نے وہ بات ظاہر کی جس کو پوشیدہ رکھنا چاہیے تھا۔ آج کے بعد ہمارے پاس نہ بیٹھنا۔

تو معلوم ہوا کہ دنیا کو اس قدر ظاہر کرنے کی بھی اجازت نہیں۔ اس لیے کہ دنیا کی مذمت کرنے میں زہد و تقویٰ کا دعویٰ ہے۔ بہر حال ریاء کا علاج عبادات کو پوشیدہ رکھنے سے بڑھ کر اور کوئی نہیں۔ جو مجاہدے کے آغاز میں مشکل معلوم ہوتا ہے۔ لیکن جب اس پر چند روز صبر کیا جائے تو یہ دشواری آسان ہو جاتی ہے اور اللہ کی عنایت و حسنِ توفیق عطا ہو جاتی ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان ہے۔ کہ "اگر کوئی نیکی ہو تو اُسے دونی کرتا ہے اور اپنے پاس سے بڑا ثواب دیتا ہے"۔[۳]

البتہ شرط یہ ہے کہ پہلے خود سدھرنے کی کوشش کرے۔

خدا نے آج تک اس قوم کی حالت نہیں بدلی
نہ ہو جس کو خیال، آپ اپنی حالت کے بدلنے کا !!!

(۲) فی الحال جو دل میں خطرہ پیدا ہو، اُسے دور کرنا:-

علاج کی دوسری صورت یہ ہے کہ "عبادت کے دوران ریاء کا جو خطرہ پیش آئے اُسے دور کرنا" کیونکہ جو شخص اپنے نفس سے جہاد کر کے قناعت کے ذریعے ریاء کی جڑ کو اکھاڑ پھینکتا ہے اور طمع کو ختم کر دیتا ہے اور خود کو لوگوں کی نظروں سے گرا دیتا ہے اور ان کی، کی جانے والی تعریف و مذمت ہیچ سمجھنے لگتا ہے تو شیطان اسے عبادات کے دوران خالی نہیں چھوڑتا بلکہ ریاء کے خیالات پیدا کرتا ہے اور شیطانی وسوسے ختم نہیں ہوتے۔ اسی طرح نفسانی خواہشات بھی بالکل نابود نہیں ہوتے۔ اس لیے ریاء کے خطرات کو دور کرنے کے لیے سالک کو مستعد ہونا ضروری ہے...... اور ریاء کے یہ خطرات تین قسم کے ہیں۔ بعض اوقات سب کے سب اکٹھے آتے ہیں اور یوں معلوم ہوتا ہے کہ یہ ایک ہی خطرہ ہے اور بعض اوقات بتدریج ایک دوسرے کے پیچھے آتے ہیں۔

پہلا خطرہ:-

جب اس بات کا علم ہوتا ہے کہ لوگوں کو اس کی عبادت کی خبر ہے تو اسے اس اطلاع کی آرزو بھی ہوتی ہے۔ اس کا نام معرفت ہے۔

دوسرا خطرہ:-

پھر نفس کی طرف سے اس بات کی رغبت پیدا ہوتی ہے کہ لوگ اس کی تعریف کریں اور ان کے ہاں اسے ایک مقام حاصل ہو۔ اس کا نام حالت ہے، جسے خواہش اور رغبت کہا جاتا ہے۔

تیسرا خطرہ:-

پھر رغبت بڑھتی ہے اور نفس اس کو قبول کرنے کی طرف مائل ہوتا ہے اور دل ریاء پر پختگی اختیار کرتا ہے۔ اسے عزم وارادہ کہتے ہیں۔

اس کا علاج:-

ان خطرات میں سے پہلے خطرے کو دور کرنے کے لیے پوری قوت چاہیے تاکہ دوسرے خطرات کے پیدا ہونے سے پہلے اسے دور کر دیا جائے ورنہ اور مشکل ہو جائے گا .... جب اس بات کا خطرہ محسوس ہو کہ لوگ اس پر مطلع ہو رہے ہیں یا اسے اس اطلاع کی آرزو کا خطرہ ہو تو اسے یوں کہہ کر دفع کرے کہ اے نفس! تجھے ان لوگوں سے کیا غرض، تیرا عمل وہ دیکھیں یا نہ دیکھیں، اللہ تعالیٰ تو جانتا اور

دیکھتا ہے۔ اوروں کے جاننے سے تجھے کیا فائدہ؟

اگر لذتِ حمد کی رغبت جوش کرے تو اس بات کو یاد کرلے کہ شروع سے اس کے دل میں ریاء کی آفت موجود ہے جو بروزِ قیامت ناراضگی و غضبِ خداوندی کا باعث ہوگی اور اعمال کی سخت ضرورت کے وقت نامرادی ہوگی۔ تو جس طرح لوگوں کی اطلاع کی معرفت ریاء کی شہوت و رغبت کو بڑھاتی ہے اسی طرح آفتِ ریاء کی معرفت سے کراہت و نفرت ہوتی ہے۔ رغبت تو چاہتی ہے کہ اسے قبول کرنا چاہیے اور نفرت چاہتی ہے کہ انکار کرنا چاہیے۔ پس ان میں سے جو زیادہ غالب اور مضبوط ہو، نفس اسی کی پیروی کرے گا۔

تو معلوم ہوا کہ خطراتِ ریاء کو دفع کرنے کے لیے یہ تین اُمور ضروری ہیں :- (۱) معرفت (۲) کراہت (۳) انکار۔ اس کی مزید تفصیل کتاب "احیاء العلوم" جلد سوم کے باب ہشتم کا حصہ دوم کی فصل ششم میں ملاحظہ کریں۔ نیز ریاکاری سے بچنے کا ایک اور بہترین طریقہ وہ ہے جسے حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے بیان فرمایا۔ چنانچہ حضرت عیسیٰ روح اللہ علیہ السلام فرماتے ہیں۔

جب تم میں سے کسی ایک کا روزہ ہو تو وہ اپنے سر اور داڑھی میں تیل لگائے اور ہونٹوں پر بھی ہاتھ پھیر لے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم نہ ہو کہ یہ روزہ دار ہے۔ اسی طرح جب دائیں ہاتھ سے (صدقہ) دے تو بائیں ہاتھ کو خبر نہ ہو اور جب نماز پڑھے تو اپنے دروازے پر پردہ ڈال دے۔ [۴۵]

امام احمد و طبرانی نے حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ سے روایت کی کہ حبیبِ کبریا ﷺ نے ارشاد فرمایا...... اے لوگو! شرک سے بچو کیونکہ وہ چیونٹی کی چال سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔

لوگوں نے عرض کی :- یا رسول اللہ! کس طرح شرک سے بچیں؟

ارشاد فرمایا :- یہ دعا پڑھو......

اَللّٰھُمَّ اِنَّا نَعُوْذُبِکَ اَنْ نُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا نَعْلَمُہٗ وَ نَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا نَعْلَمُہٗ [۴۶]

حدیث شریف میں ایک اور جگہ حضور احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا...... مجھے اپنی اُمت کے لیے شرکِ خفی کا زیادہ خطرہ ہے۔ اس لیے اے میرے اُمتیو! تم شرکِ خفی کے تمام اُمور سے بچو۔ کیونکہ شرکِ خفی (ریا) تمہارے اندر ایسا گھسا ہوا ہے جیسے چیونٹی اندھیری رات میں سفید پہاڑ پر چلے۔

یہ بات لوگوں کو بہت سخت محسوس ہوئی...... ان کی اس پریشانی کو دیکھ کر حضور سرورِ عالم ﷺ نے فرمایا کہ میں تمہیں ایک ایسی دعا سکھاتا ہوں جس کے پڑھنے سے نہ شرکِ خفی تمہارے اندر رہے گا نہ شرکِ جلی وہ دعا یہ ہے......

اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَعُوْذُبِکَ مِنْ اَنْ اُشْرِکَ بِکَ شَیْئًا وَّ اَنَا اَعْلَمُ بِہٖ وَ اَسْتَغْفِرُکَ لِمَا لَا اَعْلَمُ بِہٖ تُبْتُ

عَنْهُ وَ تَبَرَّأْتُ مِنَ الْكُفْرِ وَالشِّرْكِ وَالْكِذْبِ وَالْغِيْبَةِ وَالْبِدْعَةِ وَالنَّمِيْمَةِ وَالْفَوَاحِشِ وَالْبُهْتَانِ وَالْمَعَاصِيْ كُلِّهَا وَ اَسْلَمْتُ وَ اَقُوْلُ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ. (كذا في عين المعاني)

ترجمہ:- الٰہی میں تیری پناہ مانگتا ہوں اس بات سے کہ کسی چیز کو تیرا شریک بناؤں اور مجھے اس کا علم ہو اور میں معافی مانگتا ہوں تجھ سے اس (گناہ) سے جس کا مجھے علم نہیں۔ میں نے اس سے توبہ کی اور بیزار ہوا کفر سے اور شرک سے اور جھوٹ سے اور غیبت سے اور بدعت سے اور چغلی سے اور بے حیائی کے کاموں سے اور تہمت لگانے سے اور (باقی) ہر قسم کی نافرمانیوں سے اور میں نے اسلام قبول کیا اور کہتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، حضرت محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں ۱۱۷

ریاء سے بچنے کی جزاء:-

حضرت ابوسعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ حضور خاتم الانبیاء ﷺ نے ارشاد فرمایا ...... اگر کوئی شخص پتھر کی چٹان میں بیٹھ کر بھی عمل کرے، جس کا نہ کوئی دروازہ ہو، نہ روزن تو بھی اس کا عمل لوگوں تک نکل آئے گا، جو عمل بھی ہو۔ ۱۱۸ یعنی اللہ اس عمل کی جزا اسے ضرور دیگا۔

اس حدیث کی شرح میں حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں ..... اس فرمانِ عالی کا مقصد یہ ہے کہ تم ریاء کرکے اپنے ثواب کیوں برباد کرتے ہو۔ تم اخلاص سے نیکیاں کرو خفیہ کرو، اللہ تعالیٰ تمہاری نیکیاں خود بخود لوگوں کو بتادے گا۔ لوگوں کے دل تمہیں نیک ماننے لگیں گے، یہ نہایت ہی مجرب ہے۔ بعض لوگ خفیہ تہجد پڑھتے ہیں۔ لوگ خواہ مخواہ انہیں تہجد خواں کہنے لگتے ہیں۔ کہ تہجد بلکہ ہر نیکی کا نور چہرے پر نمودار ہوجاتا ہے۔ جس کا دن رات مشاہدہ ہورہا ہے۔ لوگ حضور غوث پاک و خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہما کو خواہ مخواہ ولی کیوں کہتے ہیں؟ اس لیے کہ رب تعالیٰ کہلوا رہا ہے، یہ ہے اس فرمانِ عالی کا ظہور۔ ۱۱۹

حضرت عثمان غنی ذوالنورین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی الامی ﷺ نے فرمایا... جس کسی کی جو سیرت ہوگی اچھی یا بُری، اللہ جل شانہٗ اس کی علامت ظاہر فرمائے گا جس سے وہ پہچانا جائے گا۔ ۱۲۰

یعنی کہ نیک اعمال کا نور خود چہرہ پر ظاہر ہوتا ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے:- سیماهم فی وجوههم من اثر السجود ۔ ۱۲۱ تجربہ تو یہ ہے کہ اگر خوفِ خدا و عشقِ جناب مصطفیٰ علیہ التحیۃ والثناء دل میں ہو تو چہرہ اور ہی طرح کا ہوجاتا ہے۔ بعض بزرگوں کے چہرے دیکھ کر کافر، مسلمان ہوگئے اور گنہگاروں نے صرف چہرہ دیکھ کر گناہوں سے توبہ کرلی اور متقی بن گئے۔ نیز آخرت میں تو نیک و بد اعمال چہروں سے ظاہر ہوں

جائیں گے، جس کا کچھ ظہور دنیا میں بھی ہو جاتا ہے اور بعض کا بدکاریوں سے منہ کالا ہو جاتا ہے۔[۱۲۲]

حضرت ابوذر رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا گیا کہ ایک شخص اچھا کام کرتا ہے اور لوگ اس پر اس کی تعریف کرتے ہیں۔ نیز ایک اور روایت میں ہے کہ اس عمل پر لوگ اس سے محبت کرتے ہیں...... تو آپ ﷺ نے فرمایا:۔ یہ مومن کی فوری بشارت ہے۔[۱۲۳]

یعنی یہ ریاء نہیں ہے بلکہ قبولیت کی علامت ہے کہ لوگوں کے منہ سے خود بخود اس کی تعریف نکلتی ہے۔ صحابۂ کرام کے چھپے ہوئے عمل، اللہ تعالیٰ نے قرآن مقدس میں اور حضور اقدس ﷺ نے احادیث طیبہ میں ایسے شائع کیے کہ آج تک وہ دنیا میں مشہور ہیں۔ یہ بشارت ربانی ہے، رب تعالیٰ فرماتا ہے ا لھم البشریٰ فی الحیوۃ الدنیا و فی الاٰخرۃ [۱۲۴] غرض کہ ریاء کا تعلق عامل کی نیت سے ہے کہ اگر وہ دکھلاوے اور شہرت کی نیت سے نیکی کرے تو یہ ریاء ہے۔[۱۲۵]

اس کی مثالیں (واقعات کی روشنی میں):۔

قرآن پاک اور احادیث طیبہ میں ایسی کئی ایک مثالیں آج بھی ہمیں ملتی ہیں، جس میں ریاء کے تعلق سے عامل کی نیت پر جزا کی نوید اور سزا کی وعید سنادی گئی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ ہو............

قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے...... یا ایھا الذین اٰمنوا لا تبطلوا صدقٰتکم بالمن و الاذیٰ کالذی ینفق ماله رئاء الناس ...... واللہ بما تعملون بصیر [۱۲۶]

اے ایمان والو! اپنے صدقے باطل نہ کر دو احسان رکھ کر اور ایذا دے کر، اس کی طرح جو اپنا مال لوگوں کو دکھاوے کے لیے خرچ کرے اور اللہ اور قیامت پر ایمان نہ لائے۔ تو اس کی کہاوت ایسی ہے جیسے ایک چٹان کہ اس پر مٹی ہے، اب اس پر زور کا پانی پڑا جس نے اسے نرا پتھر کر چھوڑا۔ اپنی کمائی سے کسی چیز پر قابو نہ پائیں گے اور اللہ کافروں کو راہ نہیں دیتا۔

اور ان کی کہاوت جو اپنے مال اللہ کی رضا چاہنے میں خرچ کرتے ہیں اور اپنے دل جمانے کو، اس باغ کی سی ہے جو بھوڑ (ریتلی زمین) پر ہو۔ اس پر زور کا پانی پڑا تو دونے میوے لایا۔ پھر اگر زور کا مینہ اُسے نہ پہنچے تو اوس (شبنم) کافی ہے۔ اور اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔[۱۲۷]

یہاں پر دکھاوے کے لیے خرچ کرنے والے لوگ اور رضائے الٰہی کی خاطر خرچ کرنے والے لوگ، دونوں کی مثالیں بیان کی گئی ہیں۔

اسی طرح کی ایک اور مثال حدیث شریف میں بھی ملاحظہ فرمائیں............

امام مسلم نے اپنی "صحیح" میں اور امام بیہقی نے "شعب الایمان" میں حضرت سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی کہ رسول اعظم ﷺ نے فرمایا...... ایک شخص اپنے دوست (جو اللہ کا محبوب بندہ

تھا) کی ملاقات کے لیے دوسرے گاؤں کو روانہ ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے اس کے راستے میں ایک فرشتہ کو اس کے انتظار کے لیے بھیج دیا۔ تو راستے میں اُسے وہ فرشتہ ملا۔ فرشتے نے پوچھا:- کہاں جانے کا ارادہ ہے؟

وہ شخص بولا:- فلاں دوست کی ملاقات کے لیے جارہا ہوں۔

فرشتے نے پوچھا:- کیا تجھے اُس سے کوئی حاجت ہے؟

اُس نے کہا:- نہیں۔

فرشتہ بولا:- تیری اُس سے کوئی قرابت (رشتہ داری) ہے؟

اس نے کہا:- نہیں۔

فرشتہ نے دریافت کیا:- پھر تیری اُس کے پاس جانے کی کیا وجہ ہے؟

اُس نے کہا:- مجھے اس کے ساتھ محض اللہ کی خاطر محبت ہے (کہ وہ اللہ کا ولی ہے) اور میں اللہ (کی رضا) کے لیے جارہا ہوں۔

فرشتے نے اسے بشارت دی:- مجھے اللہ تعالیٰ نے تیرے پاس بھیجا ہے کہ میں تجھے خوش خبری سناؤں کہ اللہ نے تجھے اپنا دوست بنالیا ہے اور تجھ پر جنت واجب کردی ہے [۱۲۸]

تو معلوم ہوا کہ جس طرح دکھاوے کے لیے کوئی کام یا عمل کرنا، جنت کو حرام کردیتا ہے اسی طرح اس کے مقابل رضائے الٰہی کے لیے کوئی کام یا عمل بجالانا جنت کو واجب کردیتا ہے۔

چنانچہ حدیث شریف میں ہے...... ہر ریاکار پر بہشت حرام کی گئی ہے۔ [۱۲۹]

اور اس کے مقابل ایک اور حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا...... چار اشخاص بغیر حساب و کتاب کے دروازۂ بہشت پر جائیں گے۔ جس میں ایک وہ سخی جس نے سخاوت کے وقت ریاء و سمعہ کو دخل نہ ہونے دیا...... پھر جس وقت اس سے کہا جائے گا کہ جاؤ سب سے پہلے بہشت میں، تو وہ وہیں پر عرض کرے گا کہ یا الٰہ العالمین، مجھے یہ دولت سخی کی سخاوت سے نصیب ہوئی، اس لیے میں چاہتا ہوں کہ مجھ سے پہلے سخی بہشت میں داخل ہو۔ [۱۳۰]

میٹھے نبی ﷺ کے لیے دکھاوہ ریاء نہیں:-

حکیم الامت حضرت علامہ مفتی احمد یار خاں نعیمی علیہ الرحمہ فرماتے ہیں...... خیال رہے کہ عبادات میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے رسول کی رضا نیت ریاء نہیں بلکہ عبادت کا کمال ہے۔ اس لیے کہ رسول اللہ ﷺ کی رضا، اللہ کی رضا ہے، رب تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے...... واللہ و رسولہ احق ان یرضوہ ان کانوا مؤمنین ○ [۱۳۱]

اور اللہ و رسول کا حق زائد تھا کہ اسے راضی کرتے اگر ایمان رکھتے تھے۔ [۱۳۲]

نیز کسی نیک کام میں رسول اللہ ﷺ کو راضی کرنے کی نیت کرنا اور ان کو دکھانا نہ تو ریاء ہے اور نہ شرک۔ ۱۳۴

چنانچہ تفسیر روح البیان اور تفسیر خازن و مدارک میں قرآن عظیم کی آیت و اٰتینا داؤد زبورا ۱۳۱ کی تفسیر میں ایک حدیث نقل کی گئی ہے کہ شب تہجد میں حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی (آقا ﷺ نے) قرأت سنی۔ ان کی آواز نہایت دلکش اور اُن کا لہجہ کمال دل کشا تھا۔ اس پر پیارے نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا:- انہیں حضرت داؤد علیہ الصلوٰۃ والسلام کے الحانوں سے ایک الحان ملا ہے۔ پھر صبح ان کے پڑھنے کی تعریف کی۔

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے عرض کیا:- یا رسول اللہ! خدا کی قسم! اگر مجھے معلوم ہوتا کہ میری قرأت قران، صاحب قرآن سن رہے ہیں تو اور زیادہ بنا کر پڑھتا ۱۳۵

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے کلمات یوں ہیں...... اما واللہ یا رسول اللہ لو علمت انک تسمع لحبرتہ لک تحبیرا ۱۳۶

حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ تعالیٰ عنہ آقائے کائنات ﷺ کی رضا جوئی کے لیے تلاوت کو بہتر انداز میں پڑھنے کو ریاء نہیں جانتے...... اور صحابی کا فعل بجولہ حدیث ہے ۱۳۷

اس حدیث کے ابتدائی حصہ کی تخریج دیگر جلیل القدر محدثین نے فرمائی ہے۔ ۱۳۸

نیز اس حدیث کو نقل فرمانے کے بعد امام اہلسنت اعلیٰ حضرت الشاہ احمد رضا خاں فاضل بریلوی علیہ الرحمہ ارشاد فرماتے ہیں...... یہ جگہ ہے کہ وہابیت کا زہرا شق ہو جائے۔ ریاء حرام ہے بلکہ اُسے شرک فرمایا

اگر روئے طاعت ترا در خداست ☆ اگر جبرئیلت نہ بیند رواست

اور ریاء نہیں مگر غیر خدا کے لیے تصنع، یہاں یہ صحابی خود حضور میں عرض کر رہے ہیں کہ میں حضور کے لیے اور زیادہ بنا کر پڑھتا۔ اور حضور اقدس ﷺ انکار نہیں فرماتے تو ثابت ہوا کہ حضور اقدس ﷺ کے لیے بنانا غیر خدا کے لیے بنانا نہیں، خدا ہی کے لیے ہے (نبی ﷺ کے لیے دکھاوا غیر خدا کے لیے دکھاوا نہیں بلکہ خدا ہی کو دکھاوا ہے) کہ حضور پر نور ﷺ کا معاملہ غیر خدا کا معاملہ نہیں بلکہ اللہ ہی کا معاملہ ہے مگر وہابیہ کو عقل و ایمان نہیں۔...... ۱۳۹

ذکر خدا جو ان سے جدا چاہو نجدیو
واللہ ذکر حق نہیں کنجی سقر کی ہے...... ۱۴۰

(باقی آئندہ...... ان شاء اللہ)

حوالہ جات

۱۔ جامع فیروز اللغات اردو کلاں صفحہ ۲۳۷ (مطبوعہ دہلی)
۲۔ مفردات صفحہ نمبر ۲۰۹۔ مصباح المنیر جلد اوّل صفحہ ۱۱۹۔
۳۔ شعب الایمان للبیہقی (اردو مترجم) شاخ ۳۵ صفحہ ۴۲۳۔ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور۔
۴۔ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹۔ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک (۱۳۳۰ھ)
۵۔ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۲ صفحہ ۹۵۔ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک (۱۳۳۰ھ)
۶۔ پارہ ۳۰ سورۂ ماعون آیت ۴:۶
۷۔ یاایھا الذین آمنوا جلد اوّل صفحہ ۲۳۱۔
۸۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۶۷۔ مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور
۹۔ تفسیر روح البیان جلد ۱۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۵۸۳۔ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک (۱۳۳۰ھ)
۱۰۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۵۷۔ (مطبوعہ پروگریسو بکس، لاہور)
۱۱۔ پارہ ۳۰ سورۂ ماعون آیت ۴:۶۔
۱۲۔ کنزالایمان۔
۱۳۔ پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۳۸۔
۱۴۔ کنزالایمان۔
۱۵۔ پارہ ۱۷ سورۂ حج آیت ۲۔
۱۶۔ کنزالایمان۔
۱۷۔ پارہ ۳ سورۂ بقرآیت ۲۶۴۔
۱۸۔ پارہ ۱۰ سورۂ انفال آیت ۴۷۔
۱۹۔ کنزالایمان۔
۲۰۔ تفسیر جلالین جلد دوم صفحہ ۳۳۳۔ مطبوعہ مکتبہ فیض القرآن، دیوبند
۲۱۔ پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۱۴۲۔
۲۲۔ کنزالایمان۔
۲۳۔ تفسیر تبیان القرآن جلد چہارم صفحہ ۶۵۱۔ مطبوعہ فرید بکسٹال، لاہور
۲۴۔ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۲۱۔ تفسیر نعیمی جلد ۱۰ پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵۔
۲۵۔ تفسیر روح البیان جلد ۱۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۵۸۳ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی، کرناٹک ۱۳۳۰ھ

۲۶ پارہ ۱۶ سورۂ کہف آیت ۱۱۰۔

۲۷ کنز الایمان۔

۲۸ پارہ ۱۶ سورۂ کہف آیت ۱۱۰۔

۲۹ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۳ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ بیلی، کرناٹک ۱۳۳۰ھ

۳۰ ایضاً۔

۳۱ ایضاً صفحہ ۹۴۔

۳۲ پارہ ۲۲ سورۂ فاطر آیت ۱۰۔

۳۳ کنز الایمان۔

۳۴ احیاء العلوم سوم صفحہ ۶۵۸۔ مطبوعہ پروگریسیو بکس، لاہور

۳۵ الترغیب والترہیب جلد اوّل صفحہ ۳۷ مقدمۃ الکتاب۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۶۰۔

۳۶ پارہ ۳۰ سورۂ زلزال آیت ۷۔۸۔

۳۷ کنز الایمان۔

۳۸ صحیح مسلم کتاب الامارۃ جلد دوم صفحہ ۱۴۰۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۵۹۔

۳۹ صحیح مسلم کتاب الزہد والرقائق جلد دوم صفحہ ۴۱۲۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۵۹۔

۴۰ تفسیر الدر المنثور جلد اوّل صفحہ ۳۰ تحت آیت یحاذرون فتنہ۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۶۱۔

۴۱ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۵ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ بیلی۔ کرناٹک ۱۳۳۰ھ

۴۲ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث۔

۴۳ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۸۔

۴۴ تفسیر روح البیان جلد ۱۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۵۸۳ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ بیلی کرناٹک ۱۳۳۰ھ

۴۵ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث۔

۴۶ ایضاً الفصل الاوّل۔

۴۷ ایضاً۔

۴۸ جامع ترمذی صفحہ ۳۴۳ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
سنن ابن ماجہ صفحہ ۲۳ مقدمۃ الکتاب۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۶۰۔

۴۹ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۵۰۰ مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت۔ ۱۳۹۸ھ

۵۰ صحیح مسلم کتاب الزہد والرقاق باب تحریم الریاء۔

۵۱ ایضاً۔ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ۔

۵۲ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۹۔

۵۳ کنز العمال جلد اوّل صفحہ ۲۲۷ حدیث ۱۹۲۹۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۲۶۱۔

۵۴ جامع ترمذی صفحہ ۳۳۳۔ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی

۵۵ تفسیر کبیر۔ تفسیر نعیمی جلد ۱۰ پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵۔

۵۶ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک ۱۳۰۷ھ

۵۷ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۲۶۶۔ مطبوعہ پروگریسیو بکس، لاہور

۵۸ تفسیر نعیمی جلد ۱۰ پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵۔

۵۹ ایضاً۔ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۲۰ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک ۱۳۰۷ھ

۶۰ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۲ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک ۱۳۰۷ھ

۶۱ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۲۶۵۔ مطبوعہ پروگریسیو بکس، لاہور

۶۲ ایضاً۔ صفحہ ۲۷۵۔

۶۳ ایضاً صفحہ ۲۶۵۔

۶۴ ایضاً صفحہ ۲۶۶۔

۶۵ ایضاً۔

۶۶ ایضاً۔

۶۷ احکام القرآن از۔ امام ابوبکر احمد جصاص جلد دوم صفحہ ۲۰۰ مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت، لبنان
احکام القرآن از۔ امام ابن عربی جلد اوّل صفحہ ۴۳۲ مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت، لبنان
الجامع لاحکام القرآن جلد ۵ صفحہ ۱۹۳ مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت، لبنان
تفسیر روح المعانی جلد ۵ صفحہ ۳۰ مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان

۶۸ احکام القرآن از امام ابن عربی جلد اوّل صفحہ ۴۳۲ مطبوعہ دار المعرفہ، بیروت لبنان
تفسیر کبیر از۔ امام رازی جلد دہم صفحہ ۱۰۰ مطبوعہ ادارۃ المطالع، ازہر، قاہرہ
تفسیر مدارک از۔ امام نسفی جلد اوّل صفحہ ۳۷۹ مطبوعہ نعمانی کتب خانہ، لاہور
تفسیر مظہری جلد سوم صفحہ ۸۰ مطبوعہ دہلی

۶۹ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۲۰ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ، ہبلی۔ کرناٹک

۷۰ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۵ مطبوعہ ایضاً

۷۱ بہار شریعت جلد سوم حصہ ۱۶ صفحہ ۱۳۰ مطبوعہ دہلی و بریلی شریف

۷۲ تفسیر نعیمی جلد ۱۰ پارہ ۱۰ صفحہ ۳۵۔ مطبوعہ ادبی دنیا، دہلی

۷۳ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۶۶۵۔ مطبوعہ پروگریسیو بکس، لاہور
۷۴ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۶ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ ہبلی۔ کرناٹک
۷۵ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹ (مطبوعہ ایضاً)
۷۶ صحیح مسلم بحوالہ یا ایہا الذین امنوا جلد اول صفحہ ۳۳۲۔ شعب الایمان للبیہقی صفحہ ۳۳۳۔
۷۷ رواہ طبرانی فی الکبیر وشعب الایمان للبیہقی شاخ ۳۵ صفحہ ۳۳۵۔ مجمع الزوائد جلد ۱۰ صفحہ ۲۲۰ مطبوعہ دار الکتاب العربی، بیروت
۷۸ شعب الایمان للبیہقی شاخ ۳۵ صفحہ ۳۳۵ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور
۷۹ پارہ ۱۷ سورۂ حج آیت ۳۷
۸۰ کنز الایمان۔
۸۱ شعب الایمان للبیہقی شاخ ۳۵ صفحہ ۳۳۰ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور
۸۲ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۳ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ ہبلی۔ کرناٹک
۸۳ کشف المحجوب صفحہ ۱۳۳ مطبوعہ رضوی کتاب گھر دہلی
۸۴ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۱۰ صفحہ ۱۹ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ ہبلی۔ کرناٹک
۸۵ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۴۲۸ مطبوعہ مکتب اسلامی، بیروت۔ ۱۳۹۸ھ
مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث
۸۶ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۳ صفحہ ۱۲۳ مطبوعہ مکتب اسلامی بیروت۔ ۱۳۹۸ھ
بیہقی فی شعب الایمان۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث۔
۸۷ جامع ترمذی رقم الحدیث ۱۵۴۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
۸۸ شعب الایمان للبیہقی شاخ ۳۵ صفحہ ۳۲۳ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور
۸۹ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۳۱۔
۹۰ سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۱۰ مطبوعہ نور محمد کارخانہ تجارت کتب، کراچی
مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الثالث۔
۹۱ تفسیر روح البیان جلد ۱۵ پارہ ۳۰ صفحہ ۵۸۳ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ ہبلی، کرناٹک
۹۲ رواہ سنن ابن ماجہ۔ مشکوٰۃ کتاب الرقاق باب الریاء والسمعۃ الفصل الاولیٰ۔ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۶ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ ہبلی کرناٹک
۹۳ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۶ مطبوعہ ایضاً

۹۴ المشکوٰۃ حصہ دوم صفحہ ۳۹۔
۹۵ قرآن مجید پارہ ۱۶ سورۂ کہف آیت ۱۱۰۔
۹۶ ایضاً۔
۹۷ ایضاً صفحہ ۹۳۔
۹۸ صحیح بخاری کتاب الرقاق باب الانتہاء عن المعاصی۔
۹۹ ایضاً۔
۱۰۰ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۲۱ صفحہ ۹۶ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ کیلی۔ کرناٹک
۱۰۱ ایضاً۔
۱۰۲ پارہ ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴۔
۱۰۳ کنزالایمان۔
۱۰۴ پارہ ۱۰ سورۂ انفال آیت ۴۷۔
۱۰۵ کنزالایمان۔
۱۰۶ احیاء العلوم جلد سوم باب ہشتم حصہ دوم فصل ششم۔
۱۰۷ صحیح بخاری کتاب الجہاد والسیر باب من قاتل لتکون کلمۃ اللہ ھی العلیاء۔
۱۰۸ مسند امام احمد بن حنبل جلد ۵ صفحہ ۳۶۵ مرویات عبادہ بن صامت۔ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۲۹۵۔
۱۰۹ مزید تفصیل کتاب "احیاء العلوم" جلد سوم باب ہشتم حصہ دوم فصل ششم میں ملاحظہ کریں۔
۱۱۰ کنزالایمان سورۂ فرقان آیت ۳۔
۱۱۱ احیاء العلوم جلد سوم باب ہشتم حصہ دوم فصل ششم۔
۱۱۲ ایضاً۔
۱۱۳ کنزالایمان پارہ ۵ سورۂ نساء آیت ۳۰۔
۱۱۴ (ترجمہ) پارہ ۱۳ سورۂ رعد آیت ۱۱۔
۱۱۵ احیاء العلوم جلد سوم صفحہ ۲۶۰۔
۱۱۶ بہار شریعت جلد سوم حصہ ۱۶ صفحہ ۲۳۷ مطبوعہ دہلی و بریلی شریف
۱۱۷ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۱۶ صفحہ ۹۶۔ ۹۷ مطبوعہ کتب خانہ برکاتیہ کیلی کرناٹک
۱۱۸ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعہ الفصل الثالث۔
۱۱۹ مرآۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۹۔

۱۲۰ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعہ الفصل الثالث۔

۱۲۱ پارہ ۲۶ سورۂ فتح آیت ۲۹۔

۱۲۲ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۳۵۔

۱۲۳ رواہ مسلم۔ مشکوٰۃ شریف کتاب الرقاق باب الریاء والسمعہ الفصل الاوّل۔

۱۲۴ قرآن مجید۔

۱۲۵ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ المصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۹۔

۱۲۶ پارہ ۳ سورۂ بقرہ آیت ۲۶۴۔۲۶۵۔

۱۲۷ کنزالایمان۔

۱۲۸ صحیح مسلم کتاب البر والصلۃ والادب باب فی فضل الحب فی اللہ۔
شعب الایمان للبیہقی شارع ۲۵ صفحہ ۳۳۳ مطبوعہ نوریہ رضویہ پبلی کیشنز، لاہور

۱۲۹ تفسیر روح البیان جلد ۸ پارہ ۲۶ صفحہ ۹۵ مطبوعہ کتب خانہ مکاتب اہلی۔ کراچی

۱۳۰ تفسیر روح البیان جلد ۵ پارہ ۹ صفحہ ۳۸۹۔ یہ حدیث یہاں مختصراً بیان کی گئی ہے تفصیل کے لیے "روح البیان" جلد [illegible] ملاحظہ کریں۔

۱۳۱ پارہ ۱۰ سورۂ توبہ آیت ۶۲۔ مراۃ المناجیح شرح مشکوٰۃ مصابیح جلد ۷ صفحہ ۱۲۹۔

۱۳۲ کنزالایمان۔

۱۳۳ شانِ حبیب الرحمٰن صفحہ ۷۸ مطبوعہ دہلی

۱۳۴ پارہ ۶ سورۂ نساء آیت ۱۶۳۔

۱۳۵ شانِ حبیب الرحمٰن صفحہ ۷۸۔ الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۵۰۔

۱۳۶ تفسیر روح البیان زیرِ آیت "واٰتینا داؤد زبورا" جلد اوّل صفحہ ۵۱۷ مطبوعہ عثمانیہ، استنبول (۱۳۰۶ھ)

۱۳۷ احکام القرآن از۔ مولانا محمد جلال الدین قادری جلد دوم صفحہ ۳۳۶۔

۱۳۸ صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب استحباب تحسین الصوت بالقرآن۔ تفسیر بغوی جلد اوّل صفحہ ۲۳۳۔ سنن الکبریٰ للبیہقی جلد سوم صفحہ ۱۲ بحوالہ موسوعہ اطراف الحدیث النبوی شریف۔ کنزالعمال جلد ۱۱ حدیث ۳۳۳۷۰۔ اتحاف السادۃ المتقین للزبیدی جلد ۳ صفحہ ۳۹۹۔

۱۳۹ الملفوظ حصہ دوم صفحہ ۵۰۔

۱۴۰ حدائق بخشش۔

جنگِ آزادی میں علامہ فضل حق خیر آبادی کا کردار

از: پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد، کراچی

علامہ فضل حق خیر آبادی (م ۸-۱۲۷۷ھ/ ۱۸۶۱ء) خیر آباد (یو پی، انڈیا) (۱۲۱۲ھ/ ۱۷۹۷ء) میں پیدا ہوئے۔ والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی (م ۱۲۴۴ھ/ ۹-۱۸۲۸ء) عالم و فاضل اور صاحب تصنیف بزرگ تھے۔ مفتی صدر الدین آزردہ (م ۱۲۸۵ھ/ ۱۸۶۸ء) آپ ہی کے شاگرد تھے۔ دہلی میں صدر الصدور کے عہدہ پر فائز رہے۔ علامہ فضل حق خیر آبادی اپنے والد ماجد علامہ فضل امام خیر آبادی، شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی ...... (م ۱۲۳۹ھ/ ۱۸۲۴ء) اور شاہ عبدالقادر محدث دہلوی (م ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء) وغیرہ سے ۱۸۰۹ء میں ۱۳ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے، پھر خود استاد کامل بن گئے۔ آپ کے تلامذہ میں شاہ عبدالقادر بدایونی، مولانا خیر الدین دہلوی، مولانا ہدایت اللہ رام پوری، مولانا فیض الحسن سہارن پوری اور مولانا عبدالحق خیر آبادی جیسے فضلاء تھے۔ سلسلۂ چشتیہ میں شاہ دھومن دہلوی سے بیعت ہوئے۔

علامہ فضل حق خیر آبادی علم و فضل میں یگانۂ روزگار تھے، علوم عقلیہ کے مسلم الثبوت استاد تھے بلکہ مجتہد و امام تھے۔ علامہ موصوف اپنے مشہور قصیدۂ ہمزیہ میں تحدیث نعمت کے طور پر اپنے علم و فضل کا اس انداز سے ذکر کرتے ہیں:

اللہ آلتانی علوما یفتنی   منہا علوما جمۃ علماء ......الخ

"اللہ تعالیٰ نے مجھے وہ علوم عطا کیے کہ ان میں سے بہت کچھ علما نے حاصل کیے"-----

علامہ فضل حق خیر آبادی معقولات کے استاد تھے ہی مگر حیرت کی بات یہ ہے کہ وہ عربی کے بے مثال ناظم و ناثر بھی تھے۔ بیک وقت شعر کی نزاکتوں اور فلسفے کی باریکیوں اور گہرائیوں سے آگاہ تھے۔ شاعری میں عربی، فارسی اور اردو ادب پر گہری نظر تھی۔ معقولات و ادبیات ایک دوسرے کی ضد ہیں لیکن یہ دونوں علوم حیرت انگیز طور پر علامہ فضل حق خیر آبادی میں جمع ہو گئے تھے۔ ادب میں وہ کمال حاصل تھا جس کو آج تک ماہرین فن تسلیم کرتے چلے آئے ہیں۔ عبارت ایسی لکھتے جس کی مثال علمائے ہند میں حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی (م ۱۱۷۶ھ/ ۱۷۶۲ء)، مولانا غلام علی آزاد بلگرامی (م ۱۲۰۰ھ/ ۱۷۸۶ء) اور امام احمد رضا محدث بریلوی ؒ (م ۱۳۴۰ھ/ ۱۹۲۱ء) کے بعد نظر نہیں آتی۔ اصحابِ علم و فضل اور اربابِ شعر و ادب دور دور سے اپنی تصنیفات اور منظومات اصلاح کے لیے ان کی خدمات میں ارسال کرتے تھے اور نام ور علما اپنی تصانیف پر تقاریظ لکھواتے تھے۔ علامہ نے تحریری طور پر اپنی شعری نگارشات کا

ذکر ایک جگہ یوں فرمایا ہے۔

و بلغنا مما أصابني في قصيدتين إحداهما همزية تحكي همزات الشياطين و الأخرى دالية دالة على ما يعاني هذا الحزين الزمن---- و كنت قد نظمت قبل و قصيدة في قوافي النون فريدة كالدر المكنون..... عدد أبياتها ثلاثمائة أو يزيد و لم يتيسر لي إتمامها ————......۲

"دو قصیدے لکھے، ایک ہمزیہ دوسرا دالیہ، ایک اور نون کے قافیے میں لکھا تھا جو دُرِّ یتیم کی طرح یگانہ ہے، اس کے تین سو سے زیادہ اشعار ہو گئے، تکمیل کی نوبت نہ آئی"——

علامہ فضل حق خیرآبادی نے ایام اسارت میں یہ قصائد نظم بند کیے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شعر گوئی ان کی طبیعت ثانیہ بن گئی تھی۔ ان کی شاعری کا موضوع رسول کریم ﷺ کی مدح سرائی ہے، وہ حضرت کعب بن زہیر رضی اللہ عنہ اور حضرت امام بوصیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قصائد کی پیروی میں اپنے نعتیہ قصائد کا آغاز غزل سے کرتے ہیں۔ انہوں نے اس وقت عربی میں نعت لکھی جب عربی اور فارسی کی اہمیت گھٹانے کی کوشش کی جا رہی تھی اور انگریزوں کے غلبے کی وجہ سے انگریزی زبان و ادب کے گن گائے جانے لگے تھے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی شان اس طرح بڑھائی جا رہی تھی کہ حضور انور ﷺ کی شان معاذاللہ گھٹی نظر آئے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی اپنے قصیدہ دالیہ میں ایک جگہ ملکہ وکٹوریہ کی طرف سے نصرانیت کی تبلیغ کا ذکر کرتے ہوئے کہتے ہیں:

همت بتنصيرهم قبلا و هم شيع　　من مسلمين و من عباد انداد ۵

"اس (ملکہ) نے پہلے تو مسلمانوں اور بت پرستوں کی جماعتوں کو نصرانی بنانے کا قصد کیا"——

مولانا رحمٰن علی نے لکھا ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کا کلام چار ہزار سے زیادہ اشعار پر مشتمل ہے......۶

❁❁❁❁

علامہ فضل حق خیرآبادی کے مرزا غالب سے بہت گہرے مراسم تھے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کے ہاں غالب کا بہت آنا جانا تھا، علامہ کے علم و فضل سے بہت ہی متاثر تھے۔ ایک خط میں انہوں نے علامہ کو "فاضل بے نظیر و یگانہ" کے خطاب سے یاد کیا ہے......۷ پچیس سال کی عمر میں غالب، علامہ فضل حق خیرآبادی کے حلقۂ اثر میں تھے۔ غالب کی اردو شاعری میں سہل پسندی بھی علامہ ہی کے اثرات کا نتیجہ معلوم ہوتی ہے۔ اس زمانے میں علامہ فضل حق خیرآبادی دہلی سول کورٹ میں ریڈر تھے۔ غالب پر علامہ کا اتنا اثر ہوا کہ علامہ کے تعلقات سے پہلے کی ہوئی دو سو از سنہ غزلیات جو ایک ہزار چار سو اٹھانوے اشعار

تعمیر کی انگریزوں کی دعوت میں مولوی اسماعیل گئے۔ دس ہزار میم صاحب اور صاحب آپ کے وعظ سننے اکٹھے ہوئے ۔۔۔ ۱۲ مولوی اسماعیل کے انگریزوں کے تعلق کی توثیق تقویۃ الایمان کے اس مطبوعہ انگریزی ترجمے سے ہوتی ہے، جو مولوی اسماعیل کے ایما سے شائع ہوا اور ۱۸۵۲ء سے پہلے رائل ایشیاٹک سوسائٹی نے شائع کیا ۔۔۔ ۱۳

●●●●

جنگ آزادی میں حصہ لینے کے جرم کی پاداش میں سزا سے قبل علامہ فضل حق خیرآبادی کی زندگی خوش حال اور دین دار گھرانوں کی طرح گزری، لباس بھی امیرانہ اور انداز بھی امیرانہ، فیاض اور رحم دل، دوستوں کے دوست اور ملنسار۔ اس زمانے کے رواج کے مطابق وہ حقہ ۔۔۔۔۔ ۱۴ بھی نوش فرماتے تھے اور تفریح طبع کے لیے شطرنج ۔۔۔ ۱۵ بھی کھیلتے تھے ۔۔۔ ۱۶

۱۲۳۸ھ-۱۸۲۲ء میں دیکھا گیا کہ ان مشاغل کے باوجود "الافق المبین" کا درس دے رہے تھے۔ چوں کہ علامہ کو شعر و سخن سے خاص لگاؤ تھا، اس لیے حکیم مومن خان مومن، مرزا اسد اللہ غالب، مصطفیٰ خان شیفتہ، صدر الدین آزردہ جیسے باکمال شعراء کے ساتھ شعر و سخن کی محفلیں بھی رہتی تھیں۔

●●●●

برصغیر میں ایسٹ انڈیا کمپنی کا تسلط قائم ہو چکا تھا، اعلیٰ عہدوں پر فائز ہوئے۔ علامہ فضل حق خیرآبادی بھی سررشتہ دار ہوئے، اعلیٰ قابلیت کی وجہ سے ریذیڈنٹ بنے۔ شاہ دہلی اکبر شاہ ثانی (جلوس ۱۲۲۱ھ/۱۸۰۶ء) آپ کا خاص خیال رکھتے تھے۔ الٰہ آباد میں سرکاری وکیل بھی ہوئے۔ نواب فیض محمد خاں رئیس جھجر نے اپنے پاس بلا لیا، پھر مہاراجا الور کے پاس چلے گئے، اس کے بعد سہارن پور اور آخر میں لکھنؤ میں صدر الصدور کے عہدے پر فائز ہوئے۔ لکھنؤ سے نواب رام پور نواب یوسف علی خان کے اتالیق مقرر ہوئے۔

سرکاری ملازمت وقت کی ایک ضرورت تھی۔ یہ ملازمت انگریزوں سے کسی خیر خواہی کی وجہ سے نہ تھی۔ علامہ فضل حق خیرآبادی کی تصانیف میں کسی جملے یا شعر سے انگریزوں کی خیر خواہی نہیں جھلکتی بلکہ ان کے عربی قصائد میں تو دشمنی اور نفرت صاف جھلک رہی ہے۔ ملازمت چھوڑنے اور نوابوں کے درباروں سے وابستگی کا بڑا سبب بھی یہی نفرت اور دشمنی تھی۔ اس کے باوجود بعض مؤرخین یہ کوشش کرتے ہیں کہ آپ کو انگریزوں کا خیر خواہ ثابت کیا جائے۔ یہ بات تاریخی حیثیت سے صحیح نہیں، اگر خیر خواہ ہوتے تو انگریز آپ کو کیوں سزا دیتے؟؟ اس نازک دور میں ان کو خیر خواہوں کی بڑی ضرورت تھی۔ لیکن المیہ یہ ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی نے حضور اکرم ﷺ کی شان میں گستاخانہ تحریر کی بنا پر مولوی اسماعیل دہلوی کی تکفیر کی، جس کی بیشتر مؤرخین کو شکایت ہے۔ اس لیے وہ علامہ کے ساتھ انصاف نہ کر سکے۔ جس طرح ابن عبدالوہاب نجدی نے انگریزوں کے ایما پر "کتاب التوحید" لکھ کر ایک طوفان کھڑا کیا، غالباً مولوی اسماعیل

نے بھی انگریزوں کی شہ پر "تقویۃ الایمان" لکھ کر ایک طوفان کھڑا کیا، اس کے انگریزی ترجمے سے اس شبہے کی تائید ہوتی ہے۔

انگریزوں کا عمل دخل تو پورے برصغیر میں ہو چکا تھا لیکن اُن کے خلاف ۱۸۵۷ء کی بغاوت کا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ انگریزوں نے بندوقوں کے کارتوسوں پر گائے کی چربی اور سور کی چربی لگائی۔ سور مسلمانوں کے ہاں حرام ہے اور گائے ہندوؤں کے ہاں۔ چوں کہ یہ کارتوس منہ لگائے بغیر بندوقوں سے نہیں لگائے جا سکتے تھے اس لیے اس افواہ نے ہندو اور مسلمان دونوں فوجیوں کو چراغ پا کر دیا اور اچانک بغاوت پھوٹ پڑی، جس کا مرکز دہلی بنا کیوں کہ بادشاہ کا پایہ تخت رہا تھا، عوام الناس انگریزوں کی عمل داری سے پہلے ہی ناراض تھے، وہ بھی فوجیوں کے ساتھ شریک ہو گئے۔ اس ہنگامی دور میں علامہ فضل حق خیرآبادی نے بہادر شاہ ظفر اور مجاہدین کو انگریزوں کے خلاف بھرپور جنگ کے لیے ابھارا، علما نے جہاد کا فتویٰ جاری کیا، فتوے سے ایک شورش برپا ہو گئی۔ فتویٰ جہاد ۲۶ جولائی ۱۸۵۷ء کو صادق الاخبار دہلی میں چھپا، اس سے پہلے اخبار الظفر دہلی میں شائع ہو چکا تھا۔۔۔۔ اس فتویٰ میں راقم کے جد امجد کے ماموں علامہ محمد مصطفیٰ خان ابن حیدر شاہ خان قندھاری کے دستخط بھی ہیں۔

اٹھارہ سو ستاون (۱۸۵۷ء) کے جہاد آزادی میں علامہ خیرآبادی نے بھرپور کردار ادا کیا، جب کہ علامہ کے جانشین اس حقیقت کے انکار پر مصر ہیں، بہادر شاہ ظفر کے دربار میں موجود خبر فروش مخبر، انگریز کو خفیہ امور کی اطلاع دیا کرتے تھے، ایسے ہی ایک مخبر تراب علی نے بتاریخ ۲۸ اگست ۱۸۵۷ء انگریزوں کو مطلع کرتے ہوئے لکھا۔

> "مولوی فضل حق جب سے دہلی آیا ہے شہریوں اور فوج کو انگریزوں کے خلاف اکسانے میں مصروف ہے۔ وہ کہتا پھرتا ہے کہ اس نے آگرہ گزٹ میں برطانوی پارلیمنٹ کا ایک اعلان پڑھا ہے جس میں انگریزی فوج کو دہلی کے تمام باشندوں کو قتل کر دینے اور پورے شہر کو مسمار کر دینے کے لیے کہا گیا ہے، آنے والی نسلوں کو یہ بتانے کے لیے کہ یہاں دہلی کا شہر آباد تھا، شاہی مسجد کا صرف ایک مینار باقی چھوڑا جائے گا"۔

(غداروں کے خطوط، صفحہ ۲۰۳، ۲۰۴)

جہاد آزادی میں علامہ خیرآبادی کی شرکت کے اور بھی کئی ٹھوس ثبوت موجود ہیں اور سب سے بڑا ثبوت انگریزی کورٹ کا وہ فیصلہ ہے جو ابھی تک حکومت ہند کی تحویل میں ہے اور قومی دفتر خانہ ہند، نئی دہلی میں فارن پولیٹکل ستمبر ۱۸۶۰ء، نمبر ۵۵۸ کے تحت محفوظ ہے۔ اس ریکارڈ تک عام لوگوں کی رسائی نہیں۔ لیکن مالک رام جو ہندوستان کی وزارت خارجہ میں اعلیٰ عہدوں پر فائز رہے، انہوں نے مذکورہ ریکارڈ

ملاحظہ کیا اور مقدمے کی کارروائی کا انگریزی سے اردو میں ترجمہ کرکے ماہنامہ تحریک دہلی، جون ۱۹۵۸ء میں شائع کیا۔ اس مضمون میں علامہ فضل حق خیر آبادی پر قائم ہونے والے مقدمے کی تفصیل دی گئی ہے اور آخر میں علامہ پر عائد ہونے والا الزام بھی ذکر کیا گیا ہے۔ آیئے اس حقیقت افروز اقتباس کے مطالعے سے اس سچائی تک پہنچنے کی کوشش کریں، جسے چھپانے کے لیے طرح طرح کے جتن کیے گئے، حتی کہ خود مالک رام نے بھی مقدمے کی یہ کارروائی یہ ثابت کرنے کے لیے نقل کی تھی کہ "پورے حالات کا بہ نظر غائر مطالعہ کرنے سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مولانا فضل حق مرحوم نے ۱۸۵۷ء کی تحریک میں واقعی کوئی حصہ نہیں لیا، انہوں نے اس سے پہلے لوگوں کو جو بھی تلقین کی ہو لیکن جب یہ ہنگامہ شروع ہوا تو وہ عملاً اس سے الگ تھلگ رہے، نہ علمی پہلو سے اس میں شریک ہوئے نہ عملی لحاظ سے"۔۔۔۔

ادھر مالک رام کا یہ موقف ہے جب کہ دوسری طرف اودھ کے جوڈیشل کمشنر مسٹر جارج کیمبل اور خیر آباد ڈویژن کے قائم مقام کمشنر میجر بارو کی مشترکہ کچہری نے ۴-مارچ ۱۸۵۹ء کو علامہ فضل حق خیر آبادی کے خلاف درج ذیل فیصلہ صادر کیا۔

الزام بغاوت اور قتل پر انگیخت

تشریح ا۔۔۔۔۔ وہ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء کے دوران بغاوت کا سرغنہ رہا اور دہلی، اودھ اور دوسرے مقامات پر اس نے لوگوں کو بغاوت اور قتل کی ترغیب دی۔

تشریح ۲۔۔۔۔۔ اس نے بونڈی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں باغی سرغنے ممو خان کی مجلس مشاورت میں نمایاں حصہ لیا۔

تشریح ۳۔۔۔۔۔ اس نے بونڈی کے مقام پر مئی ۱۸۵۸ء میں ایک سرکاری ملازم عبدالحکیم کو قتل کرنے کی ترغیب دی، ملزم نے جرم سے انکار کیا اور سماعت شروع ہوئی، عدالت کے سامنے ملزم مندرجہ ذیل امور میں مجرم ثابت ہوا:

۱ ۱۸۵۷ء اور ۱۸۵۸ء میں اس نے لوگوں کو بغاوت پر اکسایا۔

۲ ۱۸۵۸ء میں بونڈی کے مقام پر اس نے باغیوں کے جو وہاں پڑاؤ ڈالے پڑے تھے اور بالخصوص باغی سرغنے ممو خان کے مشوروں میں خاص خاص سرگرمی دکھائی، ان ہی ایام میں اس نے ایسے فتوے دیے جن کا مقصد قتل کی ترغیب دینا تھا۔

۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو اسے بطور شاہی قیدی حبس حیات بعبور دریائے شور اور اس کی تمام جائداد کی ضبطی کی سزا دی گئی"۔۔۔۔

علامہ فضل حق خیر آبادی کے عربی قصیدے سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ جنگ کے دوران (جو چار ماہ چلتی رہی) مجاہدین کو جہاد کی ترغیب دیتے رہے، مگر جہاد میں انگریز دشمنی کے باوجود روایتی ہتھیار اٹھا کر حصہ نہیں لیا

اور وہ اس میں کیسے حصہ لے سکتے تھے؟ کہ جنگ ایک فن ہے اور علامہ شمشیر و سنان کے ماہر نہیں تھے بلکہ زبان و قلم کی تلوار کے غازی تھے۔ وہ اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں خود فرماتے ہیں۔

قد قمتُ أُزجي القاعدين الى الوغى

و قعدتُ لما قامت الهيجاء ---۱۸

"میں بیٹھنے والوں کو لڑائی میں برابر آگے بڑھاتا رہا اور لڑائی شروع ہو جانے پر خود بیٹھا رہا" ---

علامہ فضل حق خیرآبادی کو اپنے بیٹھے رہنے پر قلق و افسوس رہا، لگتا ہے کہ علامہ کی خواہش تھی کہ وہ ہتھیار چلانے کے فن سے آگاہ ہوتے تو اسلام اور مسلمانوں کے دشمن انگریزوں کے خلاف جہاد میں داد شجاعت دیتے۔ یہی ایمانی غیرت کا تقاضا ہے اور اسی جذبے کے تحت علامہ اپنے آپ کو بیٹھ رہنے والوں میں شمار کر رہے ہیں۔ حالاں کہ علامہ نے بہادر شاہ ظفر اور مجاہدین کے حوصلے بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا، لیکن اس کے باوجود علامہ اپنے رب کی بارگاہ میں عرض کرتے ہیں:

رب اعف عني ما اقترفت و اعفني

فرجائي منك العفو و الاعفاء ---۱۹

"اے آمرزگار! میرے قصور کو معاف کر اور جو کچھ خطا مجھ سے سرزد ہوئی اس سے درگزر کر" ---

علامہ فضل حق خیرآبادی کے تعاقب میں دشمن تھے، اس لیے اس دار و گیر کے زمانے میں وہ دہلی سے روانہ ہوئے۔ دہلی سے روانگی کا خود اس طرح ذکر کرتے ہیں۔

بعد ترك مالي من كتبي و نشبي و مالي ما يكفي لنقل احمالي و احملت

للنجاء سبيلا متوكلا على الله و كفى بالله وكيلا ------......۲۰

"مال و اسباب چھوڑ کر بار برداری کا انتظام نہ ہو سکنے کی وجہ سے خدا پر بھروسہ کر کے اہل و عیال کو ساتھ لے کر نکل کھڑا ہوا" -----

علامہ فضل حق خیرآبادی کے عربی قصیدے کے مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ آزادی کی اس جنگ میں جس کو "بغاوت" کہا جاتا ہے، بد انتظامی اور بعض اپنوں کی بے وفائیوں اور جفا شعاریوں کی وجہ سے ناکامی ہوئی، پھر انگریز دہلی میں ۱۴؍ ستمبر ۱۸۵۷ء کو داخل ہو گئے اور ظلم و ستم کا وہ بازار گرم ہوا کہ الامان الحفیظ۔ علامہ اپنے قصیدۂ ہمزیہ میں ایک جگہ لکھتے ہیں۔

قد سلط الأنصار في امصارنا

ان صار انصارا لهم سفهاء ۲۱

"نصاریٰ ہمارے شہروں پر مسلط کر دیے گئے، کیوں کہ کچھ بے وقوف ہندوستانی ان کے مددگار بن گئے تھے" --

بادشاہ کو تنگ و تاریک کوٹھری میں بند کر دیا گیا۔ شہزادہ مرزا مغل کو گولی کا نشانہ بنا کر سر کاٹ کر بادشاہ کے سامنے رکھا گیا، پھر کچل کر پھینک دیا گیا۔ جب بادشاہ پر یہ آفت آئی تو علامہ پر کیا کچھ مصیبت نہ آئی ہوگی؟ وہ خود بتاتے ہیں۔

فان اعدائی یجلون فی ہلاکی و یمرون بما یمرون ایلامی و او دائی لا یستطیعون مداواۃ دائی و قد رسخت فی قلوب العدیٰ منی اضغان و حقائد کما ترسخ فی القلوب من الادیان عقائد و لقد شحنت صدورھم الوخیمۃ بالشحناء و السخیمۃ لکنی ارجو رحمۃ ربی العزیز الرحیم ------ [۲۲]

"میرے دشمن میری ایذا رسانی میں کوشاں میری ہلاکت کے درپے رہتے ہیں۔ میرے دوست میرے مرض کے مداوے سے لاچار ہیں۔ دشمنوں کے دل میں میری طرف سے بغض و کینہ مذہبی عقائد کی طرح راسخ ہو گیا ہے، ان کے پلید سینے کینے اور عداوت کے دفینے بن گئے ہیں" ------

۱۲۷۵ھ/۱۸۵۸ء میں ملکہ وکٹوریہ نے عام معافی کا اعلان کیا، اس سے دھوکہ کھا کر علامہ دہلی سے اپنے گھر کے لیے روانہ ہوئے۔ وہ خود فرماتے ہیں۔

"جنگ آزادی کے دوران میرے اکثر اہل و عیال دہلی میں تھے، پھر جب نصاریٰ شہر پر قابض ہو گئے، لشکری و شہری باقی نہ رہے، تو پانچ شبانہ روز بھوک و پیاس میں گزار کر، کتابیں چھوڑ کر، اہل و عیال کے ساتھ دہلی سے نکل گئے" --

(الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۳۶۷)

علامہ نے اپنے عربی قصیدے ہمزیہ میں ملکہ وکٹوریہ کی بدعہدی کا یوں ذکر کیا۔

فی بلائی خدعۃ امراۃ بلی
کید عظیم ما تکید نساء
فلقت بان قد شہرت ان آمنت
قوما نبت بہم الدیار و ناہ وا ---- [۲۳]

"مجھے ایک عورت کے مکر نے جلائے مصیبت کر دیا، عورتوں کا مکر بڑا زبردست مکر ہے، اس نے یہ کہہ کر شہرت دی جو لوگ گھروں سے دور پڑے ہیں انھیں امن دے دیا گیا" --------

بہر حال ۱۲۷۵ھ/۱۸۵۹ء میں علامہ پر لکھنؤ میں بغاوت کا مقدمہ چلا اور ۴ مارچ ۱۸۵۹ء کو فیصلہ عین حیات حبس دریائے شور اور تمام جائے داد کی ضبطی۔ علامہ اس کا ذکر یوں کرتے ہیں:

و قضی علی بمخلد حبسی و تعذیبی و جلائی و تغریبی و غصب کل مالی من کتبی و نشبی و مالی و غصب دارا کانت لاہلی و عیالی ------ [۲۴]

"اس ظالم حکمران نے میری جلاوطنی اور عمر قید کا فیصلہ صادر کر دیا اور میری کتابیں، جائے داد، مال و متاع اور اہل و عیال کے رہنے کا مکان، غرض ہر چیز پر غاصبانہ قبضہ کر لیا"۔۔۔۔۔

بقول بعض لوگوں کے، علامہ نے نواب رام پور کے نام ایک فارسی خط۔۔۔۔ ۲۵ میں جرم بغاوت سے اپنی برأت کا اظہار کیا ہے لیکن اس مکتوب کا صرف متن ہی میسر آسکا، اصل مکتوب کا عکس نہیں مل سکا، اس لیے اس کی تصدیق یا تردید نہیں کی جاسکتی۔ بہر حال علامہ کو جرم بغاوت کے الزام میں جزیرۂ انڈمان بھیج دیا گیا، جس کا ذکر علامہ نے اس طرح کیا۔

و انزلونی مع الأسریٰ علی جبل

شامخ تبنی دونہ اوہام قصاد ۔۔۔۔۲۶

"اور مجھے ان قیدیوں کے ساتھ ایک دور دراز پہاڑی پر اتار دیا، جہاں قصد کرنے والوں کا وہم و گمان بھی نہ پہنچتا تھا"۔۔۔۔۔

اسی جزیرے میں علامہ نے ۱۲ر صفر المظفر / ۱۸۶۱ء کو وصال فرمایا۔ علامہ نے انقلاب ۱۸۵۷ء کے واقعات قید و بند کے زمانے میں عربی نثر میں لکھے ہیں، جس میں مئی ۱۸۵۷ء سے ستمبر ۱۸۵۷ء کے درمیان انگریزوں اور مسلمانوں میں ہونے والی جنگ اور ہمہ گیر تباہی و بربادی کا ذکر کیا ہے۔ دہلی سے وطن عزیز روانگی اور وہاں پہنچنے کے بعد گرفتاری پھر مقدمہ اور فیصلے کا ذکر کیا ہے اور ظلم و ستم کی داستان سنائی ہے، اسی طرح اپنے عربی قصیدہ دالیہ میں اپنے امراض و مصائب، جہاد، اسباب و قتل، نصاریٰ کی عداوت، مدعیان اسلام کی طرف سے ان کی امداد، ساتھیوں پر حملے اور ظلم، جہاز میں سواری، جزیرے میں اترنے اور نصاریٰ کا ایذارسانی کے لیے اپنے دم ساز زندیقوں کو آمادہ کرنے کا ذکر کیا ہے۔۔۔۔۔۲۷

ہمارے خیال میں علامہ کی گرفتاری کی وجہ بعض نام نہاد مسلمانوں کی جفا شعاریاں اور ریشہ دوانیاں بھی تھیں، جس کا علامہ نے اس طرح ذکر فرمایا ہے۔

و المسلمین الذین ارتدوا بولاء النصاریٰ بعد الایمان و باعوا دینھم ببخس

من الأثمان ۔۔۔۔۔۔۔۲۸

"اور وہ مسلمان بھی جو ایمان کے بعد نصاریٰ کی محبت میں مرتد ہو کر اپنے دین کو چند ٹکوں کے عوض بیچ چکے تھے"۔۔۔۔۔

ایسا معلوم ہوتا ہے یہ لوگ علامہ کے جزیرۂ انڈمان پہنچنے کے بعد بھی ایذارسانی کی کوشش کرتے رہے، جس کا ذکر علامہ نے یوں کیا ہے:

اغری النصاریٰ بعض ذی زنادقۃ

بلوتھم و تولوھم لالحاد

فاظھروا و جدوا و لجوا فی معاقبتی

عادوا و بادوا باضغان و احقاد ۳۶

"مجھے تکلیف پہنچانے کے لیے ایسے زندیقوں کو آمادہ کیا جو ان کے مقرب ہیں اور وہ بھی جن سے ان کے الحاد کی وجہ سے محبت کرتے ہیں۔ وہ غصے میں آپے سے باہر ہو گئے اور میری اذیت رسانی میں ہر ممکن جدوجہد سے کام لیا، پوری پوری دشمنی برتی، بغض و کینے کا کھلا مظاہرہ کیا" ------

علامہ کی گرفتاری کی ایک وجہ یہ بھی ہو سکتی ہے کہ مئی ۱۸۵۸ء میں عبدالحکیم کو جو انگریزوں کی طرف سے دریا آباد (یو پی، بھارت) میں متعین تھا، گرفتار کر کے ممتاز حسین نے بیگم حضرت محل کے پاس بونڈی بھیج دیا، وہاں اس کو ممو خاں اور علامہ فضل حق کے سامنے پیش کیا گیا۔ علامہ فضل حق نے اس کو سزائے موت کا مستحق قرار دیا اور مشورہ دیا کہ فوراً موت کے گھاٹ اتار دیا جائے......۳۷ اس کی کچھ تصدیق علامہ کے اس بیان سے بھی ہوتی ہے:

ووشی علی عندہ مرتدان اشتدان الذان جادلانی فی آیۃ من ای القرآن

محکمۃ حکمت بان من یتولی النصاری نصران و ھما علی تولیھم نصران

فارتدا و استبدلا الکفر بالإیمان ------......۳۸

"اور میری چغلی ایسے دو مرتد، جھگڑالو، تند خو افراد نے کھائی جو مجھ سے قرآن کی محکم آیات میں جدال کرتے تھے، جس کا حکم یہ تھا کہ نصاریٰ کا دوست بھی نصرانی ہے، وہ دونوں نصاریٰ کی مودّت و محبت پر مُصر تھے، انہوں نے مرتد ہو کر کفر کو ایمان سے بدل لیا تھا" ------

اس اقتباس سے گرفتاری کی وجوہ اور علامہ کے عقائد کی پوری پوری وضاحت ہوتی ہے۔ بہر حال علامہ کلکتے سے بحری جہاز میں سوار ہو کر ۸ اکتوبر ۱۸۵۹ء کو پورٹ بلیر پہنچے، یہاں قیدیوں میں ان کا دفتر نمبر ۳۶۸۷ تھا۔ جزیرۂ انڈمان میں علامہ نے عربی نظم و نثر میں جو کچھ قلم بند کیا وہ کسی نہ کسی طرح ہندوستان پہنچا، بعد میں اس مجموعہ کا نام "الثورۃ الھندیہ" رکھا گیا۔ اس میں قصیدہ ہمزیہ بھی ہے اور قصیدہ دالیہ بھی۔ اس مجموعے کی نقل جناب ابوالکلام آزاد، علامہ کے صاحب زادے علامہ عبدالحق علیہ الرحمہ ......۳۹ (۱۳۱۶ھ/۱۸۹۹ء) نے آزاد کے والد علامہ خیر الدین کو مکہ معظمہ بھیجی تھی جو ان کے کتب خانہ میں محفوظ ہے، اس کی نقل عبدالشاہد خاں شروانی (لائبریرین اورینٹل سیکشن، مسلم لائبریری، علی گڑھ مسلم یونیورسٹی) نے تصحیح کے بعد اصل مجموعہ اور اس کا اردو ترجمہ پہلی بار ۱۹۴۷ء میں بجنور سے شائع کرایا۔ پھر دوسری بار علامہ محمد عبدالحکیم شرف قادری کے فاضلانہ اور محققانہ مقدمے اور مفید اضافوں کے ساتھ ۱۴۲۳ھ/۱۹۹۳ء میں لاہور سے شائع ہوا۔

علامہ فضل حق خیر آبادی نے ۱۰ ماہ انیس دن جزیرہ انڈمان میں سیاسی قیدی رہ کر ۱۲ صفر المظفر

۱۲۷۸ھ/۲۰-اگست ۱۸۶۱ء کو وصال فرمایا یعنی جامِ شہادت نوش فرمایا۔

٭٭٭٭

افسوس! سارا زورِ قلم اس پر صرف کیا جاتا ہے کہ جہادِ آزادی میں شریک نہ تھے، محض غلط فہمی کی بنا پر ان کو عمر قید سنائی گئی ......۳۳ جو شخص پورے ملک میں جانا پہچانا ہو اور جس کو حاکم بھی اچھی طرح جانتا ہو اس کے متعلق غلط فہمی بعید از قیاس ہے۔ واقعات یہ ثابت کرتے ہیں کہ علامہ دل سے انگریزوں کے خلاف تھے۔ وہ جنگِ آزادی کے زمانے میں انگریز کے دوست کو واجب القتل سمجھتے تھے (جیسا کہ پیچھے حوالہ پیش کیا گیا) کیوں کہ جو انگریز کا دوست ہوگا وہ یقیناً مجاہدین کا دشمن ہوگا۔ اصل بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی کو سنّی، حنفی، مسلکی ہونے کی وجہ سے ہدف بنایا گیا۔ یہ عجیب بات ہے کہ مؤرخین نے جہادِ آزادی کے زمانے میں جس کے بارے میں انگریز دوستی کی ایک بھی شہادت نہیں، اس کو انگریز دوست ثابت کیا اور جن کے بارے میں انگریز دوستی کی کئی شہادتیں موجود ہیں یعنی سید احمد بریلوی اور اسمٰعیل دہلوی وغیرہ ان کو جہادِ آزادی کا قائد اور سلطنتِ اسلامیہ کا ہیرو ثابت کیا گیا اور مستقل ثابت کیا جا رہا ہے۔ حد تو یہ ہے کہ پاکستان میں کالج کے نصابی اسباق میں "پاکستان کے لیے پہلا جہاد" کے عنوان سے ایک سبق رکھ کر طلبہ کے ذہن کو صاف کیا گیا۔

انگریز دوستی کا جو الزام علامہ فضل حق خیرآبادی اور امام احمد رضا محدث بریلوی ......۳۴ پر لگایا جاتا ہے، وہ تاریخی طور پر ان دونوں کے مخالفین پر عائد ہوتا ہے۔ مثلاً مولوی اسمٰعیل دہلوی سمیت ان کے ان سب مؤیدین پر یہ الزام عائد ہوتا ہے، سر سید احمد خاں ......۳۵ (م ۱۳۱۵ھ/۱۸۹۸ء)، رشید احمد گنگوہی ......۳۶ (م ۱۳۲۳ھ/۱۹۰۵ء)، نواب صدیق حسن خان ۳۷ (م ۱۳۰۷ھ/۱۸۹۰ء)، نذیر حسین دہلوی ......۳۸ (م ۱۳۲۰ھ/۱۹۰۲ء)، اشرف علی تھانوی ......۳۹ (م ۱۳۶۲ھ/۱۹۴۳ء)، شبلی نعمانی ......۴۰ (م ۱۳۳۲ھ/۱۹۱۴ء) وغیرہ وغیرہ ۴۱

یہی نہیں کہ یہ لوگ انگریزوں کے حامی و مددگار تھے بلکہ جس کسی کی بھی یہ تائید کرتے ہیں اس کا سلسلۂ فکر مولوی اسمٰعیل دہلوی سے ملتا ہے، جو ابن عبدالوہاب نجدی (م ۱۲۰۶ھ/۹۲-۱۷۹۱ء) اور ابن تیمیہ (م ۷۲۸ھ/۱۳۲۸ء) وغیرہ سے فیض یاب ہیں۔ مثلاً آلِ سعود کے یہ سب حامی و مددگار ہیں اور یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ عبدالعزیز بن عبدالرحمٰن بن فیصل السعود کے برطانیہ سے مراسم تھے۔ چناں چہ ۱۸ صفر المظفر ۱۳۳۴ھ/۲۶-دسمبر ۱۹۱۵ء کو انگریزوں کی بالادستی کا معاہدہ ہوا ......۴۲ ابن سعود کو حکومتِ برطانیہ کی طرف سے ستارۂ ہند کا خطاب دیا گیا اور تمغہ لگایا گیا۔ ۴۳

الغرض تاریخی حیثیت سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہے کہ علامہ فضل حق خیرآبادی

انگریزوں کے حامی و مددگار نہ تھے بلکہ ان کے حامیوں اور مددگاروں کو مرتد سمجھتے تھے۔ وہ علم و فضل کے پیکر بے مثال تھے۔ جہاد آزادی میں بحیثیت ایک متبحر عالم جو کر سکتے تھے انہوں نے کیا۔ جب کہ ان کے مخالف علما نے انگریزوں کا پورا پورا ساتھ دیا اور ہندوستان میں اس کے اقتدار کی راہ ہموار کی۔

OOOO

علامہ فضل حق خیرآبادی صاحب تصنیف عالم تھے۔ ان کی قابل ذکر تصانیف یہ ہیں:

۱..... شرح تہذیب الکلام	۲..... تحقیق حقیقۃ الاجسام
۳..... حاشیہ قاضی مبارک	۴..... حاشیہ افق المبین
۵..... حاشیہ تلخیص الشفاء	۶..... الہدیۃ السعیدیۃ
۷..... الروض المجود فی تحقیق حقیقۃ الوجود	۸..... رسالہ بحث تشکیک ماہیات
۹..... رسالہ تحقیق العلم والمعلوم	۱۰..... الجنس الغالی فی شرح الجوہر العالی
۱۱..... رسالہ کلی طبعی	۱۲..... رسالہ تشکیک ماہیات
۱۳..... تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ	۱۴..... امتناع النظیر
۱۵..... قصائد فتنۃ الہند	۱۶..... مجموعہ القصائد ..... وغیرہ

جامعہ ازہر شریف کے ریسرچ اسکالر مولانا حافظ عبدالواحد نے علم فلسفہ میں ایک اور تصنیف "رسالۃ فی الالٰہیات" کا پتہ لگایا ہے، جو جنرل ان کے رضا لائبریری رام پور (انڈیا) میں قلمی محفوظ ہے۔

علامہ فضل حق خیرآبادی کی علمی عظمت و جلالت کا اندازہ ان کے معاصرین اور قریب العہد علما فضلا کے تاثرات سے بھی ملتا ہے، ہم یہاں چند شخصیات کے تاثرات پیش کرتے ہیں:

۱ مولوی عبدالقادر صدر الصدور (۵-۱۲۳۴ھ/۱۸۱۹ء)

"عربی ادب میں ابوالحسن اخفش جیسے ہیں، ان کی نثر مقامات حریری سے اور نظم دیوان متنبی سے ممتاز ہے"۔—

[وقائع عبدالقادر خانی، صفحہ ۲۵۸، بحوالہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہاد آزادی، از محمد سعید الرحمٰن علوی، مطبوعہ لاہور، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۱۵۱]

۲ مولوی کریم الدین پانی پتی (م ۱۲۸۶ھ/۱۸۷۹ء)

"واضح ہو کہ یہ فاضل اجل بڑا عالم ہندوستان میں ہے، اس سے صدہا لوگوں کو فیض ہوا ہے اور صدہا فاضل اس کے شاگردوں میں ہیں۔ علوم عربیہ میں اس شخص کو بڑا رتبہ حاصل ہے"۔——

[تذکرہ فرائد الدہر، مطبوعہ دہلی، ۱۸۴۷ء، صفحہ ۲۹۶-۷، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۵]

۳ محمد حسین شاہ جہان پوری (م ۱۲۷۶ھ/ ۶۰-۱۸۵۹ء)

"مولانا فضل حق بن فضل امام خیر آبادی وہ بڑے عالموں میں سے تھے، اعلیٰ علوم، ادب اور لغت میں بلاشبہ شیخ الرئیس (بوعلی سینا) کی مثل تھے"------

[ریاض الفردوس، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۶۶ء، صفحہ ۱۲۰، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۶]

۴ محمد محسن بن یحییٰ ترہتی تلمیذ علامہ فضل حق خیر آبادی

"علامہ فضل حق خیر آبادی حاذق ترین مناظر اور اپنے زمانے کے بڑے اصولی تھے۔ وہ اپنے دور کے اچھے شاعر اور عربی کے بڑے ادیب تھے"------

[الیانع الجنی فی اسانید الشیخ عبدالغنی، ۱۲۸۰ھ مطبوعہ دہلی، ۱۲۷۶ھ، صفحہ ۳-۹۲، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۷]

۵ نواب صدیق حسن خان (م ۱۳۰۷ھ/ ۹۰-۱۸۸۹ء)

"ان کی نظم میں چار ہزار سے زیادہ اشعار ہیں، بیشتر قصائد مدح رسول ﷺ میں اور بعض کفار و فجار کی ہجو میں۔ ان کی غزلیات، مقدمات اور ادبیات کو شیخ الادب جمیل احمد بلگرامی مرحوم نے ایک جگہ جمع کر دیا ہے اور ان کی شرح بھی کر دی ہے"------

[ابجد العلوم، مطبوعہ بھوپال، ۱۲۹۶ھ، صفحہ ۹۱۵، بحوالہ مذکور، صفحہ ۳-۱۶۲]

۶ سر سید احمد خان (م ۶-۱۳۱۵ھ/ ۱۸۹۸ء)

"کمالات علم و ادب میں ایسا علم سرفرازی بلند کیا کہ فصاحت کے واسطے ان کی عبارت شستہ منتہٰی عروج معارج ہے اور بلاغت کے واسطے ان کی طبع رسا دست آویز بلندیٔ معارج ہے۔ سحبان کو ان کی فصاحت سے سرمایہ خوش بیانی اور امراء القیس کو ان کے افکار بلند سے دست گاہ عروج معانی"------

[آثار الصنادید (۱۸۴۷ء)، مطبوعہ دہلی، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۳-۵۶۲، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۳]

۷ امیر احمد مینائی (م ۱۳۱۹ھ/ ۱۹۰۱ء)

"فنون حکمیہ میں رتبۂ اجتہاد، بڑے ادیب، بڑے منطقی، نہایت ذہین، نہایت ذکی، خلیق......[۴۳] و دلیق، اجمالی صاحب تدقیق و تحقیق"------

[انتخاب یادگار، ۱۲۹۰ھ، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۲۹۷ھ، صفحہ ۲-۲۹۱، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۵۹]

۸ فقیر محمد جہلمی (م ۵-۱۳۳۴ھ/ ۱۹۱۶ء)

"عربی و فارسی میں نظم لائق، نثر فائق کہتے تھے، چار ہزار اشعار آپ کے شمار کیے گئے ہیں اور اکثر قصائد آپ کے مدح آں حضرت اور ہجو کفار میں ہیں، آپ کے استاذ ی مفتی صدر الدین خان صدر الصدور

دہلوی کے درمیان بڑی دوستی تھی"۔۔۔۔

[حدائق الحنفیہ (۱۲۹۷ھ)، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۸۹۱ء، بحوالہ مذکور، صفحہ ۱۶۷]

حواشی و حوالہ جات

۱..... اوائل عمر میں شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی کی خدمت میں ملاحظہ کے لیے ایک عربی قصیدہ پیش کیا، شاہ صاحب نے ایک مقام پر اعتراض کیا، علامہ نے شعرائے متقدمین کے بیس اشعار سنا دیے اور شاہ صاحب نے اپنا تسامح تسلیم کیا۔ [مسعود]

۲..... محمد فضل حق خیر آبادی، الـثـورة الهندية، مطبوعہ مکتبہ قادریہ، لاہور، ۱۳۹۸ھ/ ۱۹۷۸ء، صفحہ ۳۰۷، طبع ثالث۔

۳..... امام احمد رضا محدث بریلوی کا عربی کلام "بساتین الغفران" کے عنوان سے ازہر یونی ورسٹی، قاہرہ کے مصری فاضل ڈاکٹر حازم محفوظ نے مرتب کیا ہے۔ (مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۷ء) موصوف ہی نے اردو کلام "حدائق بخشش" کا عربی میں منثور ترجمہ کیا، پھر مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے عربی میں اس کو منظوم کیا۔ یہ ترجمہ "صفوة المديح" کے عنوان سے قاہرہ سے ۲۰۰۱ء میں شائع ہو گیا ہے۔ اسی طرح امام احمد رضا محدث بریلوی کے مشہور سلام کو پروفیسر ڈاکٹر حازم محفوظ مصری نے عربی نثر میں منتقل کیا، پھر اس کو مصر کے مشہور فاضل ڈاکٹر حسین مجیب مصری نے عربی نظم میں منتقل کیا۔ یہ منظوم ترجمہ بعنوان "المنظومة السلامية فى مدح خير البرية" ۱۹۹۹ء میں قاہرہ سے شائع ہو گیا ہے۔ [مسعود]

۴..... الثورة الهندية، صفحہ ۸-۲۹۷ (ملخصاً) ۵..... الثورة الهندية، صفحہ ۳۱۹

۶..... رحمان علی، مولوی، تذکرہ علمائے ہند، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۱ء، (ترجمہ اردو) صفحہ ۳-۳۸۲

۷..... ڈاکٹر محمد ایوب قادری "مولوی فضل حق خیر آبادی" دور ملازمت، بحوالہ علامہ فضل حق خیر آبادی اور جہاد آزادی، مرتبہ محمد سعید الرحمٰن علوی، مطبوعہ لاہور، صفحہ ۹۵

۸..... فضل حق خیر آبادی تحقیق الفتویٰ فی ابطال الطغویٰ، مطبوعہ لاہور، ۱۳۹۹ھ/ ۱۹۷۹ء، صفحہ ۲۳۷

۹..... سر سید احمد خان، مقالات سر سید، مطبوعہ لاہور، حصہ نہم، صفحہ ۴۰-۱۳۹

۱۰..... امام احمد رضا محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے مولوی اسماعیل دہلوی کی توبہ کی شہرت کی وجہ سے ان کی تکفیر نہیں فرمائی بلکہ سکوت کا حکم دیا۔ چنانچہ تحریر فرماتے ہیں:

> "لزوم و التزام میں فرق ہے، اقوال کا کلمہ کفر ہونا اور بات اور قائل کو کافر مان لینا اور بات، ہم احتیاط برتیں گے، سکوت کریں گے، جب تک ضعیف سے ضعیف احتمال ملے گا، حکم کفر جاری کرتے ڈریں گے"۔۔۔۔

[سل السیوف الھندیۃ علی کفریات باب النجدیۃ، مطبوعہ رضویہ کتب خانہ بریلی، صفحہ ۱۵]

"شہرت یہ ہو گئی تھی کہ مولوی اسماعیل دہلوی نے اپنے انتقال کے وقت بہت سے
آدمیوں کے روبرو بعض مسائل تقویۃ الایمان سے توبہ کر لی تھی" ------

[عبدالستار ہمدانی، امام احمد رضا ایک مظلوم مفکر، مطبوعہ لاہور، ۱۹۹۹ء، صفحہ ۹۳]

مولوی رشید احمد گنگوہی نے اس توبہ کا انکار کیا، چناں چہ وہ لکھتے ہیں:

"اور توبہ کرنا ان کا بعض مسائل سے محض افتراء اہل بدعت کا ہے" ------

[فتاویٰ رشیدیہ مطبوعہ دیوبند، صفحہ ۸۲]

مولوی رشید احمد کے انکار کے باوجود امام احمد رضا خان محدث بریلوی علیہ الرحمہ نے احتیاط کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑا اور مولوی اسماعیل کی تکفیر نہیں فرمائی۔ اکابرین اہل سنت رحمہم اللہ تعالیٰ نے حزم و احتیاط کا یہی طریقہ اپنایا ہے اور یہی طریقہ ان کے مقام فقاہت کے شایان شان ہے۔ [مسعود]

۱۱...... حسین احمد دیوبندی، نقش حیات، مطبوعہ کراچی، ۱۹۷۹ء، جلد دوم، صفحہ ۴۱۹

۱۲...... محمد جعفر تھانیسری، حیات سید احمد شہید، مطبوعہ کراچی، ۱۹۶۸ء، صفحہ ۱۳۱

۱۳...... اسماعیل دہلوی، تقویۃ الایمان، انگریزی ترجمہ، رائل ایشیاٹک سوسائٹی

۱۴...... مغلیہ دور سلطنت میں شاہی دربار میں علما، شرفا اور نوابین میں حقے کا عام رواج تھا، بادشاہوں کے حقے تو اب بھی عجائب خانوں کی زینت بنے ہوئے ہیں۔ لیکن یہ حقے اور ان میں استعمال ہونے والا تمباکو آج کل کے دیہاتی حقوں اور اس کے تمباکو سے مختلف تھا۔ بڑے قیمتی، زرنگار اور خوب صورت حقے ہوتے تھے، چلم شان دار، نقرئی یا طلائی نے، کبھی یہ پائپ کی طرح اتنی لمبی ہوتی تھی کہ ایک کمرے میں حقہ، دوسرے کمرے میں نے، پھر تمباکو کی جگہ قیمتی خمیر سے تیار کیے جاتے تھے، ان میں مشک و عنبر وغیرہ کا بھی استعمال ہوتا تھا، جب حقہ تازہ کیا جاتا اور نوش جاں کیا جاتا تو دھوئیں سے خوش بوئیں پھوٹتیں اور پوری فضا معطر اور معنبر ہو جاتی۔ [مسعود]

۱۵...... اس زمانے میں بادشاہ اور نوابین علما اور حکما میں یہ کھیل معیوب نہ تھا بلکہ اس کھیل کو ذکاوت کی جلا کے لیے کھیلتے تھے۔ راقم نے بھی اپنے بچپن میں بعض متبحر علما اور حاذق حکما کو یہ کھیل کھیلتے دیکھا ہے۔ [مسعود]

۱۶...... نواب صدیق حسن خاں، تاریخ قنوج، ۱۲۷۸ء، بحوالہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہاد آزادی، لاہور، ۱۹۸۷ء، صفحہ ۱۶۵

۱۷...... سرسید احمد خاں نے اسباب سرکشی ہندوستان [آگرہ، ۱۸۵۹ء، صفحہ ۷] اور مولوی ذکاء اللہ نے

تاریخ عروج سلطنت انگلشیہ [جلد ۵، صفحہ ۶۷۵] میں فتویٰ جہاد کے بارے میں گول مول باتیں لکھی ہیں۔

۱۸......الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۳۱۳ ۱۹......ایضاً

۲۰......ایضاً، صفحہ ۲۶۷ ۲۱......ایضاً، صفحہ ۳۰۷

۲۲......ایضاً، صفحہ ۲۹۵ ۲۳......ایضاً، صفحہ ۲۹۹ ۲۴......ایضاً، صفحہ ۲۸۹

۲۵......مورخہ ۱۸ فروری ۱۸۵۹ء، بنام نواب رام پور، مخزونہ کتب خانہ رام پور، نواب یوسف علی خان بہادر، نوٹ: یہ مکتوب رام پور سے الہ آباد منتقل کر دیا گیا ہے۔۱۲ [اشرف قادری]

۲۶......الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۳۳۲ ۲۷......ایضاً، صفحہ ۳۳۳

۲۸......ایضاً، صفحہ ۲۶ ۲۹......ایضاً، صفحہ ۳۳۳

۳۰......مولانا فضل حق خیرآبادی، از مالک رام، بحوالہ علامہ فضل حق خیرآبادی اور جہاد آزادی، صفحہ ۲۳۶

۳۱......الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۲۸۹

۳۲......علامہ محمد عبدالحق خیرآبادی عظیم باپ کے عظیم بیٹے تھے۔ ۱۲۴۴ھ/ ۱۸۲۸ء میں دہلی میں ولادت ہوئی، ۱۶ سال کی عمر میں درسیات سے فارغ ہوئے، پھر مدرسہ عالیہ، کلکتہ میں خدمات انجام دیں، اس کے بعد نواب رام پور نے بلالیا اور وہاں ۱۲۸۱ھ/ ۱۸۶۴ء تک حاکم مرافعہ اور مدرسہ عالیہ رام پور کے پرنسپل رہے۔ کچھ روز آصف جاہ نظام حیدرآباد کی دعوت پر حیدرآباد بھی رہے، پھر نواب حامد علی خان نے رام پور بلالیا۔ ایک سال وہاں رہ کر خیرآباد گئے۔ علامہ عبدالحق خیرآبادی سلسلۂ چشتیہ میں شاہ اللہ بخش تونسوی علیہ الرحمہ سے بیعت تھے، آخر میں تصوف کی طرف پوری توجہ ہو گئی تھی۔ ۲۳ شوال المکرم ۱۳۱۶ھ/ ۱۸۹۹ء کو انتقال فرمایا۔ امیر مینائی نے یہ مادہ تاریخ نکالا ہے:

آرام گہ امام وقت است

[الثورۃ الہندیہ، صفحہ ۱۶۷-۱۸۳، ضمیمہ حکیم سید برکات احمد ٹونکی، ملخصاً]

۳۳......علامہ فضل حق خیرآبادی پر مختلف علمی مقالات کا ایک مجموعہ بعنوان "فضل حق خیرآبادی اور جہاد آزادی" مرتب کیا گیا۔ یہ عنوان بظاہر دل پذیر معلوم ہوتا ہے، پھر یہ کتاب سنی پبلی کیشنز، لاہور کے نام سے شائع کرائی گئی تاکہ ناشر کو وہابی نہ سمجھا جائے۔ پھر نفیس رقم کے شاگرد محمد عاشق نے اس کی کتابت کی، اس نے ان کے نام کے آگے "قادری" لگایا ہوا ہے تاکہ کوئی شک نہ رہے۔ تعجب یہ ہے کہ نفیس رقم نے اس کتاب کا سرورق کتابت کیا، جب کہ نفیس رقم کا حال یہ تھا کہ فقیر کی کتابوں کے ٹائٹل لکھنے سے اس لیے انکار کرتے تھے کہ فقیر مولانا احمد رضا محدث بریلوی (علیہ الرحمہ) پر کام کرتا ہے۔ افسوس! دنیائے وہابیت اور دیوبندیت دونوں ہی محدث بریلوی سے نالاں ہیں اور آپ کے بے مثل علم و فضل کا ان پر ذرہ

برابر اثر نہیں، جس کا اوپر ذکر کیا گیا۔ اسے خوب صورت عنوان کے باوجود اس میں علامہ فضل حق خیرآبادی کو جہاد آزادی سے الگ دکھایا گیا ہے۔[مسعود]

۳۴...... اس الزام کی تردید میں راقم کا مقالہ "گناہ بے گناہی" مطبوعہ کراچی، ۱۴۱۸ھ/۱۹۹۸ء مطالعہ فرمائیں۔[مسعود]

۳۵...... (الف) الطاف حسین حالی، حیات جاوید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۵ء، صفحہ ۱۷۵

(ب) سرسید احمد خاں، مقالات سرسید، مطبوعہ لاہور، ۱۹۶۲ء، حصہ نہم صفحہ ۲۱۲

۳۶...... عاشق الٰہی میرٹھی، تذکرۃ الرشید، مطبوعہ دہلی، جلد ۱، صفحہ ۸۰

۳۷...... صدیق حسن خان، ترجمان وہابیہ، مطبوعہ دہلی، ۱۳۱۲ھ، صفحہ ۳۹۰

۳۸...... فضل حسین بہاری، الحیات بعد الممات، مطبوعہ کراچی، ۱۳۷۹ھ، صفحہ ۱۲۵، ۱۲۷

۳۹...... (الف) رئیس احمد جعفری، اوراق گم گشتہ، مطبوعہ کراچی، صفحہ ۳۲۳

(ب) محمد زکی دیوبندی، مکاتیب الصدرین (۱۷ر ذی الحجہ ۱۳۶۲ھ) دارالاشاعت دیوبند

۴۰...... (الف) محمد اکرام شیخ، شبلی نامہ صفحہ ۱۷۸، ۲۳۵

(ب) سلیمان ندوی، حیات شبلی، مطبوعہ اعظم گڑھ، ۱۹۴۳ء، صفحہ ۳-۱۳۶

۴۱...... تفصیل کے لیے دیکھیں شیشے کے گھر، تالیف مولانا محمد عبدالحکیم شرف قادری، برطانوی مظالم کی کہانی، تالیف مولانا عبدالحکیم اختر شاہ جہان پوری۔

۴۲...... سرگزشت حجاز، مطبوعہ لکھنؤ، ۱۳۴۵ھ/۱۹۲۷ء، صفحہ ۳-۴۲

۴۳...... ایضاً، عکس بالمقابل، صفحہ ۱۸

۴۴...... امیر احمد مینائی نے علامہ فضل حق خیرآبادی کو "خلیق" لکھا ہے لیکن نواب صدیق حسن خان نے "حسن اخلاق سے بہت دور" لکھا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

"اس قدر علم و کمال اور علم و حکمت اور فلسفہ و ریاضی، عربی ادب اور لغت میں اتنی دست گاہ ہونے کے باوجود حسن اخلاق اور عالمانہ تواضع سے بہت دور تھے ———

[تاریخ قنوج، ۱۲۷۸ھ، بحوالہ سرحد کراچی، جون جولائی ۱۹۷۲ء، مقالہ محمد ایوب قادری، صفحہ ۳۵]

امیر احمد مینائی صحیح العقیدہ سنی تھے جب کہ نواب صدیق حسن خان ابتدا میں بدعقیدہ تھے، شاید اسی لیے ان سے اخلاق سے پیش نہ آئے ہوں گے، اس لیے انہوں نے جو دیکھا، لکھ دیا، لیکن اس سے علامہ فضل حق خیرآبادی کے عقیدے کی پختگی کا اندازہ ہوتا ہے۔[مسعود]

:✿✿✿✿✿:

متی کی انجیل: متن کا تجزیہ اور اصلیت کا جائزہ

خورشید احمد سعیدی ایم اے تقابل ادیان، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

E-mail: khursheedsaeedi@hotmail.com

عہد نامہ جدید کے شروع میں ایک نہیں بلکہ چار انجیلیں پائی جاتی ہیں۔ ان میں سے پہلی انجیل کو متی کی طرف منسوب کیا جاتا ہے۔ یہ متی کون تھا؟ اس نے اس انجیل کو کس زبان میں لکھا؟ اس انجیل کو مرتب کرنے کے لیے اس کے پاس کونسے مصادر تھے؟ اس نے اسے کب اور کہاں لکھا؟ اس وقت وہ اصل انجیل کہاں ہے؟ یہ سوالات اور اس انجیل کے متن کا تجزیہ اور جائزہ اصل صورت حال کو جاننے کا تقاضا کرتے ہیں تاکہ اس انجیل کی صحیح قدر و قیمت معلوم ہو جائے اور دنیا کے وہ لوگ جو اس کے مندرجات پر عمل پیرا ہو کر دنیا و آخرت کی کامیابی حاصل کرنا چاہتے ہیں ان پر صحیح صورتحال واضح ہو جائے۔

عام عیسائیوں کا خیال ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ان بارہ شاگردوں میں متی بھی ایک تھا جنہیں آپ نے اپنے بعد تبلیغ دین کی ذمہ داری سونپی۔ (1) وہی اس انجیل کا مصنف ہے لیکن یہ صرف ایک خیال ہے حقیقت نہیں کیونکہ کثیر تعداد میں "جدت پسند علما اس روایت کو قبول کرنے سے ہچکچاتے ہیں کہ اس انجیل کا مصنف متی رسول تھا کیونکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ متی رسول نے ایک ایسے رسالے (مرقس کی انجیل) کو بطور ماخذ استعمال کیا جس کا مصنف رسول نہیں تھا"۔ (2) اس بیان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ متی شاگرد اپنی طرف منسوب انجیل کا حقیقی مصنف نہیں ہے۔ اس حقیقت کو کئی اور بڑے عیسائی علما بھی تسلیم کرتے ہیں۔ مثلاً انسائیکلو پیڈیا آف ریلیجن میں ہمیں اس کے بارے یوں وضاحت ملتی ہے:

"The tradition of Matthean authorship of the first gospel has been questioned by critical scholarship for significant reasons."(3)

یعنی 'پہلی انجیل کے بارے میں متی کے مصنف ہونے کی روایت کو نقد متن کے علما بہت اہم دلائل کی بنیاد پر نہیں مانتے'۔

اس سلسلے میں عیسائی علما کو ایک پریشانی یہ بھی ہے کہ عہد نامہ جدید کے چند ایک مقامات کے سوا متی کے متعلق اور کہیں کوئی قابل ذکر بیان نہیں ملتا۔ (4) اس کے بعد یہ سوال کہ بالفرض اگر یہ انجیل متی نے ہی لکھی ہے تو اس نے اسے کس زبان میں لکھا؟ متی نے مشہور عیسائی مؤرخ یوسبئس (Eusebius) کا قول نقل کیا ہے کہ متی نے 'کلام کو عبرانی میں مرتب کیا' مگر بعد میں ہر ایک نے اس کو اپنی لیاقت کے مطابق ترجمہ کیا'۔ (5) یوسبئس کے اس قول پر اکابر عیسائی علما متفق ہیں کہ جو کچھ متی نے لکھا اس نے

عبرانی میں لکھا' مگر عبرانی میں لکھی گئی وہ اصل انجیل آج دستیاب نہیں ہے۔ (6) اس کے صرف یونانی ترجمے پائے جاتے ہیں۔

اب آیئے دیکھیں کہ وہ اصل عبرانی انجیل جو گم بھی ہو چکی ہے اور اس کے صرف ترجمے پائے جاتے ہیں، کے مصادر کیا تھے؟ اس سوال کے متعلق ایک اشارہ اوپر گزر چکا ہے مگر اب ایک عیسائی عالم کا صریح اور واضح قول ملاحظہ فرمائیں۔ وہ لکھتا ہے:

"The Gospel that we know as St. Matthew's was just a combination of the substance of St. Mark's Gospel with Q and not a large amount of other material added by the editor." (7)

یعنی 'متی کی انجیل کے مصادر میں مرقس کی انجیل، Q نامی کتاب اور اس کے ایڈیٹر کی طرف سے اضافہ کردہ دوسرا مواد شامل ہے'۔

اور اب آخر میں اس سوال کا جہاں تک تعلق ہے کہ یہ انجیل کب اور کہاں لکھی گئی؟ تو واضح رہے کہ یہ سوال اس لیے اہم ہے کہ جو کتاب مقام واقعات سے مکان اور زمان کے لحاظ سے جتنا دور مرتب ہوگی اس پر اعتماد کا درجہ اتنا ہی کم ہوتا جائے گا بالخصوص جب اس کے مندرجات اور واقعات کو زبانی حفظ کر لینے اور تکرار سے اصل کو محفوظ کرنے کا کوئی نظام نہ ہو کیونکہ اس کے مندرجات میں جعلی باتوں کے آجانے کا امکان بڑھ جاتا ہے۔ بہر حال متی کی انجیل کے مقام اور وقتِ ظہور کے بارے میں عیسائی علما میں کوئی اتفاق نہیں پایا جاتا۔ ہاں وہ اپنے غالب گمان کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں:

"... the gospel was probably written in the last quarter of the first century, possibly in Syrian Antioch." (8)

یعنی 'یہ انجیل غالبًا پہلی صدی کی آخری چوتھائی میں شامی انطاکیہ میں لکھی گئی تھی'۔ یہ بیان کسی مخصوص سال کو ظاہر نہیں کرتا۔ البتہ خیر اللہ نے اس کے سن تحریر کا واضح ذکر کیا ہے۔ اس کی تحقیق کے مطابق 'یہ انجیل ۸۱ء کے لگ بھگ تحریر ہوئی تھی'۔ (9)

مذکورہ بالا بحث سے اب تک جو صورت حال سامنے آئی ہے اس کے مطابق نہ تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا شاگرد متی اس انجیل کا یقینی مرتب ہے، نہ عبرانی میں لکھی گئی اصل موجود ہے، نہ اس انجیل کا مصدر وحیٔ الٰہی ہے، نہ یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے علاقے میں لکھی گئی اور اس انجیل کا آپ علیہ السلام کی موجودگی میں مرتب ہو جانا تو دور کی بات ہے آپ کے رفع آسمانی کے بعد چند سالوں کے دوران بھی نہیں بلکہ قاموس الکتاب کے قول کے مطابق یہ تقریباً اڑتالیس سال بعد وجود میں آئی۔ جب یہ صورت حال ہے تو اس انجیل کے سارے مندرجات کو آسمانی ہدایت کے مطابق ماننا درست نہیں۔ اسی حوالے سے ایک عیسائی عالم نے لکھا ہے:

"The ubiquitous scriptural citations and allusions--which are anything but detachable ornamentation-- direct the informed reader to other books and so teach that Matthew is not a self-contained entity: much is missing. The gospel, in other words, stipulates that it be interpreted in the context of other texts; it evokes tradition through the device of allusion. This means that it is, in a fundamental sense, an incomplete utterance, a book full of holes." (10)

"نصوص کے ہر جگہ پھیلے ہوئے اقتباسات اور اشارے جو صرف تزئین کے طور پر ہیں ایک باخبر قاری کا رُخ دوسری کتابوں کی طرف موڑ دیتے ہیں اور یہ بتاتے ہیں کہ متی کی انجیل ہر پہلو سے مکمل نہیں بلکہ بہت کچھ مفقود ہے۔ دوسرے الفاظ میں یوں کہیں کہ یہ انجیل شرط لگاتی ہے کہ اس کی شرح دوسری نصوص کے سیاق میں کی جائے: یہ اشاروں کے ذریعے روایت کی یاد تازہ کرتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ بنیادی طور پر یہ انجیل ایک نامکمل کلام ہے، یہ ایک کتاب ہے جو سوراخوں سے پُر ہے۔"

یہ متی کی انجیل کا گہرا مطالعہ رکھنے والے ایک عیسائی مفسر کی تحقیق کا خلاصہ ہے کہ اس وقت انجیل محفوظ حالت میں نہیں پائی جاتی۔ جو بات فقد متن کے عیسائی علما کو آج کے دور میں معلوم ہوئی ہے اسے قرآن مجید نے چودہ سو سال پہلے واضح کر دیا تھا کہ اہل انجیل نے انجیل کے ہر لفظ اور ہر آیت کو نہ تو زبانی حفظ اور نہ ہی اس پر عمل کر کے اسے یاد رکھا بلکہ جب اس سے غفلت برتی تو اس کا کچھ حصہ بھول گئے۔ (11) اور انجیل کا جو حصہ یاد تھا اس میں انہوں نے باطل باتیں شامل کیں اور اس میں لکھی ہوئی حق باتوں کو چھپایا بھی۔ (12) اہل کتاب سچائی اور حق کے متلاشیوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کے لیے بعض اوقات حق میں باطل ملاتے اور کبھی اسے بالکل چھپا دیتے تھے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ان کے پاس لوگوں کو دھوکا دینے اور گمراہ کرنے کے دو طریقے تھے۔ ایک یہ کہ اگر کسی شخص نے حق بات کے دلائل سُن لیے ہوں تو اُسے گمراہ کرنے کے لیے وہ اُن دلائل میں شکوک اور شبہات پیدا کر دیتے اور دوسرا یہ کہ اگر کسی نے حق کے دلائل نہ سُنے ہوتے تو وہ دلائل اُس شخص سے چھپا لیتے اور ان تک پہنچنے نہ دیا جاتا۔ (13)

اس لیے عیسائیوں کے پاس آج جو چار انجیلیں اور سینٹ پال وغیرہ کے خطوط ہیں وہ اصل انجیل نہیں ہیں جس کا ذکر قرآن مجید کرتا ہے اور جو اللہ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر نازل فرمائی تھی۔ وہ اصل انجیل تو اب صفحۂ ہستی سے مٹ چکی ہے۔ ہاں اُس کی کچھ عبارتیں آج کی انجیلوں میں ضرور پائی جاتی ہے۔ اسی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے محمد اسد مرحوم جو پہلے یہودی تھے لیکن نور اسلام نے انہیں مسلمان کر دیا، لکھتے ہیں:

It was probably the source from which the Synoptic Gospels derived much of material and some of the teachings attributed to Jesus." (14)

ترجمہ: غالباً یہی وہ منبع تھا جہاں سے انجیلی نساجلہ نے بہت سا مواد لیا اور حضرت عیسیٰ [علیہ السلام] کی طرف منسوب تعلیمات کو اخذ کیا گیا۔

انجیل کے متعلق عیسائیوں کا عقیدہ:

اس حقیقت کے باوجود کہ انجیلیں اپنی اصلی حالت پر باقی نہیں ہیں پھر بھی قدامت پسند یعنی بنیاد پرست کٹر عیسائیوں کا ابھی تک ایمان ہے کہ ان کی بائبل اور اس میں شامل انجیلیں ویسی کی ویسی ہیں جیسے حضور ﷺ بلکہ آپ کے دور سے بھی پہلے تھیں۔ مثلاً چرچ آف اسکاٹ لینڈ کے ایک پادری جیمز رشی کہتے ہیں:

"Let us first say quite definitely that the Bible as we have it is the same as that extant in Muhammad's day, and for at least 300 years before. This is testified to adequately by many old Manuscripts and Papri."(15)

ترجمہ: آیئے ہم کھلے لفظوں میں کہہ دیتے ہیں کہ بائبل ویسی ہی ہمارے پاس ہے جیسی کہ یہ محمد ﷺ کے دور میں بلکہ اس سے بھی تین سو سال پہلے تھی۔ کئی قدیم مخطوطے اور نسخے بڑے مناسب انداز میں اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

جیمز رشی کی ہاں میں ہاں ملاتے ہوئے کیتھولک فرقے کے ایک بڑے عالم فادر جان واٹن کارڈ نے بھی غلط موقف اختیار کیا ہے۔ وہ لکھتا ہے: "علما کی محنت شاقہ کا نتیجہ ہے کہ آج ہم شرح صدر کے ساتھ دعویٰ کر سکتے ہیں کہ جو الہامی دفتر ہمارے پاس موجود ہے وہ اصل کے مطابق ہے۔"(16)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اہل کتاب کے بارے میں بتایا ہے کہ ان لوگوں نے انجیل کی عبارتوں میں رد و بدل کیا مگر جیمز رشی اور جان واٹن جو کہ عیسائیوں کے بڑے عالم ہیں دعویٰ کرتے ہیں کہ ایک انجیل کی بجائے کئی انجیلیں بن جانے کے باوجود بھی ان کی کتابوں میں رد و بدل نہیں کیا گیا۔ آیئے ان دونوں کے مذکورہ بیانات میں کیے گئے دعوے کی حقیقت اور اصلیت معلوم کرنے کے لیے اس وقت متی کی انجیل کے متن کا جائزہ لیتے ہیں۔

متی کی انجیل کا متن مختلف بائبلوں میں:

آئندہ صفحات میں کیونکہ ہم صرف متی کی انجیل کے متن سے متعلق ایک جائزہ پیش کریں گے اس لیے پورے عہد نامہ جدید یا کسی اور انجیل کے متعلق بات تقریباً شاذ ہوگی۔ البتہ بحث میں کچھ بائبلوں کے نام بار بار آئیں گے اس لیے مختلف عیسائیوں کے نزدیک ان کی بائبلوں کے مقام اور اہمیت کا کچھ علم قارئین کے لیے بہت مفید رہے گا جو مختصراً پہلے پیش کیا جا چکا ہے۔ (17)

بحث کی ساخت:

متی کی انجیل کے متن سے متعلق زیر نظر بحث کی اساس دو اردو بائبلوں یعنی "کتاب مقدس" اور

"کلامِ مقدس" کا باہمی موازنہ ہے اور ان کے درمیان اختلافی ناموں یا عبارتوں کی وضاحت کے لیے ہم نے دوسری بائبلوں کی صرف مدد لی ہے انھیں بنیاد نہیں بنایا۔ اگر ہم مختلف بائبلوں یا ان کے مروجہ اصل یونانی متن کا موازنہ کریں تو بحث کی ساخت اور نوعیت بالکل مختلف ہوگی۔ مثلاً ایک یونانی متن جسے ازمس نے سولھویں صدی میں، دوسرا جسے ویسکوٹ اور ہورٹ نے انیسویں صدی کے آخر میں اور تیسرا جسے مسلے آلینڈ نے بیسویں صدی میں بنایا ہے اور جن کے کئی ایڈیشن آچکے ہیں ان کا باہمی موازنہ اور مطالعہ کریں تو یہ ایک انتہائی پیچیدہ صورت حال کو پیش کرتا ہے جسے ہم آئندہ کسی وقت کے لیے اٹھا رکھتے ہیں۔ سر دست ذیل میں آسان اور مختصر بحث پیش کرتے ہیں جس کے بنیادی طور پر دو بڑے حصے ہیں۔ پہلا حصہ مختلف چیزوں کے ناموں اور صفات سے متعلق متی کی انجیل میں کی گئی تبدیلیوں سے بحث کرتا ہے جبکہ دوسرا حصہ اس انجیل کی درسوں (Verses) میں پائے جانے والے اہم اختلافات کو موضوع گفتگو بناتا ہے۔ آیئے دیکھیں یہ تبدیلیاں کیسی کیسی ہیں۔

اسماء اور صفات میں کی گئی تبدیلیاں:

بحث کو آسان فہم بنانے کے لیے اس پہلے حصہ کو مردوں، عورتوں، انسانی صفات، جگہوں اور متفرق اشیاء کے ناموں میں اختلافات سے متعلق تفصیل کو پیش کرنے کے لیے پانچ ذیلی عناوین میں تقسیم کیا گیا ہے۔

مردوں کے ناموں میں اختلاف:

شخصیات کی اہمیت اور قرآن مجید میں ان کا تذکرہ ہونے یا نہ ہونے کی بنیاد پر ہم متی کی انجیل میں مذکور مردوں کے متنازع اسماء کو درج ذیل تین گروہوں میں تقسیم کرسکتے ہیں۔

۱)۔ متی کی انجیل میں پانچ مقامات ایسے ہیں جہاں کتاب مقدس نے 'ابرہام' لکھا ہے جبکہ کلام مقدس نے ابراہیم لکھا ہے حالانکہ انگریزی بائبلوں نے اس نام کے ہجے (Abraham) لکھے ہیں جن کا تلفظ ابرہام ہے نہ کہ ابراہیم۔ اسی طرح تین مقامات ایسے ہیں جہاں کتاب مقدس نے اضحاق جبکہ کلام مقدس نے اسحاق لکھا ہے۔ انگریزی بائبلوں نے اسے Issac کے ہجوں سے لکھا ہے۔ (18) اگرچہ کلام مقدس کے یہ تلفظ قرآن مجید کے مطابق ہیں مگر عیسائی حضرات کے نزدیک ان کے کوئی حتمی تلفظ نہیں ہیں۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ بعض عیسائی علما کے نزدیک ان ناموں کا جو تلفظ قرآن مجید پیش کرتا ہے وہی صحیح ہے۔ ان کی روایتیں غلط ہیں۔

۲)۔ متی کی انجیل میں چار نام ایسے ہیں جنھیں قرآن نے الیاس، یونس، ہابیل اور یوسف کہا ہے۔ کیتھولک عیسائیوں کی اردو بائبل کلام مقدس نے ان ناموں کے ہجوں اور تلفظ کے سلسلے میں قرآن کی اتباع کرکے ایک مستحسن کام کا آغاز کیا ہے۔ مگر پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی اردو بائبل کتاب مقدس نے انھیں ایلیاہ، یوناہ،

بائبل اور یسوع لکھ کر نہ صرف کیتھولک عیسائیوں بلکہ قرآن سے اپنے اختلاف کو برقرار رکھا ہے۔(19)

۲)۔ ان کے علاوہ متی کی انجیل میں ستائیس نام ایسے ہیں جو قرآن میں مذکور نہیں ہیں۔ ہونا تو یہ چاہیے تھا کہ ان کے بارے میں بائبلیں متفق ہوتیں اور عیسائی لوگ کوئی ایک واضح موقف اختیار کرتے لیکن ایسا نہیں ہے۔ ان ستائیس ناموں کو کتاب مقدس نے یہوداہ، رام، عمینداب، حصرون، اوریاہ، رحبعام، ابیاہ، یہوسفط، عزیاہ، آخز، حزقیاہ، منسی، امون، یوسیاہ، یکونیاہ، سیالتی ایل، زرُبابل، صدوق، اخیم، الیہود، یرمیاہ، فرجلادس، یسعیاہ، بلطکس، ارمیاہ، پطرس اور دانی ایل لکھا ہے لیکن کلام مقدس نامی اردو بائبل جو کتاب مقدس کے بعد بنائی گئی اس کے مترجمین نے اختلاف کیا اور سابقہ طریقے، ہجوں اور تلفظ کو بدل ڈالا۔ انہوں نے ناموں کو بالترتیب یہودہ، آرام، عمی ناداب، حصرون، اوری یاہ، رحبعام، ابی یاہ، یہوشافاط، عزی یاہ، آحاز، حزقی یاہ، منسے، آمون، یوشی یاہ، یکن یاہ، شیالتی ایل، زروب بابل، صادوق، اخیم، الی عازار، ارمیاہ، ارکیلاؤس، اشعیا، فیلبوس، ماسی، کیفا، دانیال لکھا ہے (20) جس طرح ابھی ہم نے دیکھا کہ کلام مقدس کے مترجمین نے پطرس کو کیفا بنا دیا ہے اسی طرح انہوں نے پتھر کو بھی کیفا بنانے میں شاید کوئی حرج محسوس نہیں کی۔(21)

عورتوں کے ناموں میں اختلاف:

کتاب مقدس اور کلام مقدس کی متی کی انجیل میں مذکور عورتوں میں سے پانچ کے نام ایسے ہیں جن کے سلسلے میں دونوں نے عدم اتفاق اور اختلاف کا مظاہرہ کیا ہے۔ کتاب مقدس والوں کے مطابق یہ نام تمر؛ رحب؛ رُوت؛ راخل اور مریم مگدلینی ہیں۔ جبکہ کلام مقدس والوں کے نزدیک یہ تامار، راحاب، راعوت، راخیل اور مریم مگدلی ہیں۔(22)

اگر ان اسماء پر غور کریں تو معلوم ہوگا کہ یہ اختلاف کبھی تو کسی حرف علت کی کمی بیشی اور کبھی ایک حرف صحیح کو دوسرے حرف صحیح سے بدل دینے کی بنا پر ہیں۔ ان اسماء میں کمی بیشی اور ردوبدل سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ان کا درست تلفظ اب مفقود ہے۔ اگر ہم انگریزی بائبلوں پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ بعض مثلاً کنگ جیمز ورژن (KJV) وغیرہ نے تمر اور رحب کو Thamar اور Rachab لکھا ہے جبکہ کثیر بائبلوں مثلاً نیو کنگ جیمز ورژن (NKJV)، نیو انٹرنیشنل ورژن (NIV)، ریوائزڈ سٹینڈرڈ ورژن (RSV)، نیو امریکن سٹینڈرڈ بائبل (NASB) وغیرہ نے ان ناموں کو Tamar اور Rahab لکھا ہے۔ البتہ باقی تین ناموں کو ان سب نے بالاتفاق Ruth، Rachel اور Magdalene لکھا ہے۔ ان مصادر کی بنا پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ اسمائے معرفہ تک کے درست تلفظ سے آج اہل کتاب بالکل محروم ہیں۔ لہٰذا ان کے پاس موجود جو کچھ بھی ہے وہ مشکوک ہو جاتا ہے اور مشکوک بنیادوں پر ایمان لانا اور اس کے مطابق

عمل کرنا کیسا ہے؟

انسانی صفات سے متعلق انجیلوں میں اختلاف:

کتاب مقدس میں بعض لوگوں کی جو صفات اور خصائص مذکور ہیں کلام مقدس میں ان کے ساتھ اختلاف کیا گیا ہے۔ مثلاً کلام مقدس کے بنانے والوں نے تبدیلی کرنے کے بعد 'مرگی والے کو مصروع'، 'دل کے فریب' کو 'روح کے فریب'، 'پاگل کو ماؤف'، 'شریر کو بُرائی'، 'خادم کو غلام'، 'ابن آدم کو ابن انسان'، 'گدڑیوں کو جرجاسیوں'، 'شمعون قانی کو شمعون قانوی'، 'یہوداہ اسکریوتی کو یہودہ اسکریوطی'، 'اس زمانے کے بُرے اور زنا کار لوگ' کو 'یہ بُری اور حرامکار پشت'، 'باغبان کو اجارہ دار'، 'نوکروں کو غلاموں'، 'گریہ کو نوحہ زاری'، 'لڑکوں کو بچوں' اور 'غیر قوم والے' کو 'مشرک' لکھا ہے۔ (23)

ان تبدیلیوں پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ ان سے معنوں میں بہت فرق اور تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً دل ایک حسی چیز ہے آپ اسے دیکھ اور چھو سکتے ہیں لیکن روح کو نہ تو دیکھ سکتے ہیں اور نہ ہی چھو سکتے ہیں۔ اسی طرح جب آپ شریر کا لفظ بولتے ہیں تو ذہن فوراً ایک آدمی، جانور یا شیطان کی طرف منتقل ہو جاتا ہے جو شرارتیں کرتا ہے لیکن اس کے بدلے میں جب لفظ بُرائی لکھ دیں تو اسے سُن کر ذہن کسی آدمی، جانور یا شیطان کی طرف نہیں جائے گا۔ اسی طرح جب کوئی کہے کہ اس زمانے کے لوگ بُرے ہیں تو سُننے والا اس زمانے کی تمام پشتوں کو مراد لے گا لیکن جب اس کے بدلے میں یہ کہا جائے کہ یہ پشت بری ہے تو ذہن زمانے کی ساری پشتوں کی طرف نہیں جائے گا۔ اور اگر کوئی لڑکے کا لفظ لکھے یا بولے گا تو لڑکیوں کا تصور ذہن میں نہیں آئے گا مگر اس کے بدلے میں لفظ 'بچوں' لایا گیا تو اس میں لڑکیاں بھی شامل بھی جائیں گی۔ معلوم ہوا ان تبدیلیوں سے بہت فرق پڑتا ہے لیکن عیسائیوں کے عقیدے کے مطابق شاید کوئی فرق نہیں پڑتا۔

ملک، علاقے اور مقامات کے ناموں میں اختلافات:

جس طرح کتاب مقدس اور کلام مقدس کے درمیان مردوں اور عورتوں کے ناموں کے متعلق اختلاف پایا جاتا ہے اسی طرح ان کے درمیان ملکوں اور علاقوں کے علاوہ جگہوں یا مقامات کے ناموں میں بھی عدم اتفاق واضح ہے۔ مثلاً ہم دیکھتے ہیں کہ کتاب مقدس نے چودہ نام گلیل، یردن، زبولون، دریا، سوریہ، دکپلس، عراقتوں، خرازین، صیدا، گنیسرت، بیت صیدا، ملدیں، گستمنی اور گلگتا ذکر کیے ہیں۔ مگر کلام مقدس نے ان میں کہیں چھوٹی اور کہیں بڑی تبدیلی کر کے انہیں جلیل، اردن، زبلون، جھیل، شریا، دیکاپولس، مجالس، کورزین، صیدون، جنسرت، بیت صیدا، مگدل، جتسمنی اور جُلجُتا لکھا ہے۔ (24)

اس کے علاوہ کچھ ناموں میں تبدیلیاں کرتے وقت بڑا عجیب انداز اختیار کیا گیا ہے۔ مثلاً دو

جگہوں کے ناموں کو کتاب مقدس نے یہودیہ اور یہوداہ لکھا ہے۔ مگر کلام مقدس کو بنانے والوں نے یہودیہ کو بھی تو یہودیہ ہی رہنے دیا لیکن کبھی اسے بدل کر یہودہ بھی لکھا۔ اسی طرح یہوداہ کو یہودہ بنا دیا۔ (25)

بعض اوقات عیسائی علما واحد اسم کو جمع یا جمع کو واحد بنا دیتے ہیں۔ مثلاً کتاب مقدس نے ایک جگہ "اس کے راستے" یعنی جمع کا لفظ استعمال کیا ہے مگر کلام مقدس بنانے والوں نے اس کو بدل کر "اس کی شاہراہ" لکھا ہے۔ (26) اسی طرح بھی عیسائی مترجمین بائبل جہنم (Hell) کو عالم ارواح یا عالم اسفل بھی بنا دیتے ہیں۔ (27) اسی نوعیت کی تبدیلی مگدن کو مجدان بنا دینا بھی ہے۔ (28) اس آخری تبدیلی کے متعلق بائبل کا ایک مشہور شارح آدم کلارک لکھتا ہے:

"The MSS. and VV. read the name variously-Magada, Madega, Magdala; and the Syriac has Magdu. In Mark, Dalmanutha is read by many MSS. Melagada, Madegada, Magada, Magidan, and Magedam" (29)

ترجمہ: نسخے اور تراجم اس نام کو باختلاف پڑھتے ہیں یعنی مگدا، مدیگا، مگدلا؛ شامی نسخے اسے مگدو پڑھتے ہیں۔ مرقس کی انجیل کے مختلف نسخے دلمانوتھا کو میلاگدا، مدیگادا، مگدا، ماگیدان، اور ماگیدام پڑھتے ہیں۔

اسماء وصفات میں ایسی تبدیلیوں کا سامنے آنا اس نتیجے پر لے آتا ہے کہ عیسائیوں کو متی کی انجیل کا کوئی مضبوط، معیاری اور متفق علیہ متن دستیاب نہیں ہے۔

متفرق اختلافی امور:

کتاب مقدس اور کلام مقدس سے متی کی انجیل کی عبارتوں کا باہمی موازنہ کرنے کے دوران بہت سے اختلافی امور سامنے آتے ہیں کچھ کا تذکرہ اوپر آچکا ہے اُن کے علاوہ مزید یہ ہیں۔ کتاب مقدس میں مذکور ابلیس، توریت، کتاب مقدس، خوشخبری، کڑوے دانے، تخمین، منوقف اور زیرہ، پیسے، روپیہ اور روپے کو کلام مقدس کے مترجمین نے بالترتیب شیطان، شریعت، نوشتوں، انجیل، زوان، اشیون اور کمون، تانبا، قنطار اور مثقال بنا کر بڑی بڑی تبدیلیاں کردی ہیں۔ (30)

ان مثالوں پر غور کریں تو واضح ہوتا ہے کہ توریت جو کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پر نازل کی گئی کتاب کا مشہور نام ہے کو صرف شریعت بنا دیا گیا ہے گویا یہ ایک حقیقت کو مسخ کرنے کی خوب سوچی سمجھی کوشش ہے۔ البتہ کلام مقدس کے مترجمین نے یہ تبدیلی متی ۲۲:۲۰ میں نہیں کی ہے۔ نیز ہم یہ بھی دیکھتے ہیں کہ کتاب مقدس جو کہ واحد کا صیغہ ہے کے بدلے میں نوشتوں کا لفظ لایا گیا ہے جو کہ جمع ہے اس طرح ایک مفرد چیز کو جمع بنا دیا گیا ہے۔ خوشخبری جو کہ ایک اسم نکرہ ہے کی بجائے انجیل کا اسم معرفہ لایا گیا ہے۔ پیسے کو تانبا، روپیہ جو کہ واحد ہے کو قنطار بنا دیا گیا اور جب یہ روپے یعنی جمع تھا تو اسے مثقال بنا دیا گیا ہے۔ باقی تبدیلیاں تو بہت واضح ہیں۔ اگر متی کی انجیل واقعی کلام الٰہی ہے تو اس کے ساتھ یہ سلوک کیوں

کیا جاتا ہے؟

اب ہم بحث کے پہلے حصے یعنی مفردات میں تبدیلیوں کی تفصیل سے نکل کر اس کے دوسرے حصے یعنی جملوں اور فقروں کی عبارات میں کی گئی تحریفات کی طرف آتے ہیں۔ بحث کا یہ حصہ پہلے حصے کے مقابلے میں قدرے طویل ہے لیکن فوائد سے معمور ہے۔

ورسوں (Verses) کی عبارتوں میں واضح تحریفات:

جیسا کہ مندرجہ بالا میں کہا گیا کہ بحث کا یہ دوسرا حصہ ورسوں کی عبارتوں میں تحریفات سے متعلق ہے اور ان کے ایسے حصوں کو زیرِ غور لاتا ہے جن میں کتابِ مقدس اور کلامِ مقدس باہم مخالف ہیں۔ یہ حصہ پندرہ ورسوں کے موازنے کی وجہ سے مزید ایسے عنوانات میں تقسیم ہے جو زیرِ بحث نکتے کو سمجھنے میں معاون ہیں۔ بات کو آسانی سے سمجھنے کی خاطر ورس کے زیرِ بحث حصہ کو ہم نے خط کشیدہ کر دیا ہے۔

منگنی / بیاہ؟

متی ۱۸:۱ اب یسوع مسیح کی پیدائش اس طرح ہوئی کہ جب اس کی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوگئی تو اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ رُوح القدس کی قدرت سے حاملہ پائی گئی۔ (کتابِ مقدس)

اَب یسوع مسیح کی پیدائش یُوں ہُوئی۔ کہ جب اُس کی ماں مریم یوسف کے ساتھ بیاہی گئی۔ تو اُن کے اکٹھے ہونے سے پہلے وہ رُوح القدس سے حاملہ پائی گئی۔ (کلامِ مقدس)

حاملہ ہونے سے پہلے حضرت مریم علیہا السلام کی یوسف سے صرف منگنی ہوئی تھی یا بیاہ بھی ہو گیا تھا یا منگنی اور بیاہ میں سے کچھ بھی نہیں ہوا تھا؟ قرآن مجید اس موضوع پر خاموش ہے۔ اس میں یوسف یا کسی بھی ایسے شخص کا ذکر نہیں ملتا جس کے ساتھ حضرت مریم علیہا السلام کی منگنی یا بیاہ ہوا ہو۔ لیکن اس سوال پر "کتابِ مقدس" کے بعد چھاپی گئی اردو بائبل "کلامِ مقدس" نے اختلاف کیا ہے۔ کتابِ مقدس کے مطابق صرف منگنی ہوئی تھی جبکہ کلامِ مقدس کے مترجمین کے مطابق منگنی کے بعد کا مرحلہ یعنی بیاہ بھی ہو گیا تھا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اس سلسلے میں کتابِ مقدس کے مترجمین نے کنگ جیمز بائبل کی اتباع کی ہے۔ وہاں ہمیں "When as his mother Mary was espoused to Joseph" کے الفاظ ملتے ہیں۔ بالخصوص 'espoused to' کا لفظ بیاہ پر نہیں بلکہ صرف منگنی پر دلالت کرتا ہے۔ آدم کلارک 'espoused to' کے الفاظ کی تشریح کرتے ہوئے لکھتا ہے:

The word μνηστευθεισης , from μνηστευω, ■ contract, or betroth, refers to the previous marriage agreement, in which the parties mutually bound themselves to each other; without which, no woman was ever married among the Jews. (31)

ترجمہ: لفظ 'μνηστευθεισης' منیشٹیوتھیں ایسیس اصل میں 'μνηστευω' منیشٹیو سے نکلا ہے۔ جس کا معنی معاہدہ کرنا یا منسوب ہونا ہے۔ یہ شادی سے پہلے کے معاہدے کی طرف اشارہ کرتا ہے جس میں ایک مرد اور ایک عورت خود کو ایک دوسرے کے ساتھ باندھ لیتے تھے اس کے بغیر یہودیوں میں کسی عورت کی شادی نہیں ہوتی تھی۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کم از کم ۱۶۱۱ء میں جب کنگ جیمز بائبل وجود میں آئی تھی سے لیکر ۱۹۵۸ء میں جب 'کلام مقدس' وجود میں آیا، تک عیسائیوں کا عقیدہ صرف منگنی کا تھا لیکن اس کے بعد کلام مقدس والوں نے اسے بیاہ میں بدل دیا۔

فاقہ / روزہ؟

متی ۴:۲ اور چالیس دن اور چالیس رات فاقہ کر کے آخر کو اسے بھوک لگی۔ (کتاب مقدس)

اور جب چالیس دن اور چالیس رات روزہ رکھ چکا۔ آخر کار بھوکا ہوا۔ (کلام مقدس)

حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے چالیس دن تک کیا کیا؟ کتاب مقدس کے مطابق آپ نے فاقے کیے جبکہ کلام مقدس اور کنگ جیمز بائبل کے مطابق آپ نے روزے [illegible] (Fast) رکھے تھے۔ متی کی انجیل میں یہ بہت بڑی تبدیلی ہے۔ فاقے کرنا اور روزے رکھنا دو یکساں نہیں بلکہ مختلف عمل ہیں۔ فاقے میں انسان مجبوری کی وجہ سے بھوکا رہتا ہے، دین اس کا حکم نہیں دیتا اور نہ ہی اسے کسی قسم کی عبادت کا درجہ دیتا ہے۔ جبکہ روزے میں انسان مجبوری سے نہیں بلکہ اپنی نیت، مرضی اور اختیار سے بھوکا رہتا ہے۔ کھانے پینے سے یہ اجتناب عبادت کی نیت اور دین کی تعلیم کے مطابق ہوتا ہے۔ یہ اختلاف موجودہ انجیل میں تحریف کی واضح مثال ہے۔

پوشیدہ: باپ / دعا؟

متی ۶:۶ بلکہ جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے دعا کر۔ اس صورت میں تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے تجھے بدلہ دیگا۔ (کتاب مقدس)

لیکن جب تو دعا کرے تو اپنی کوٹھری میں جا اور دروازہ بند کر کے اپنے باپ سے پوشیدگی میں دعا کر اور تیرا باپ جو پوشیدگی میں دیکھتا ہے۔ تجھے بدلہ دے گا۔ (کلام مقدس)

دروازہ بند کرنے کے بعد دعا کس طرح ہو؟ کتاب مقدس کے مطابق "اپنے باپ سے جو پوشیدگی میں ہے" سے دعا کی جائے۔ کنگ جیمز بائبل کے الفاظ "pray to thy Father which is in secret" کا بھی یہی مطلب ہے۔ لیکن کلام مقدس والوں نے اس میں تحریف کی ہے، اسے بدل دیا ہے۔ اس سوال کے لیے ان کا جواب ہے: "اپنے باپ سے پوشیدگی میں دعا کر"۔ وہاں پوشیدگی کا تعلق باپ

سے تھا جبکہ یہاں دعا سے ہے۔ کتابِ مقدس کے مطابق باپ (خدا) پوشیدگی میں ہے دروازے بند کر کے اس سے دعا کرنی چاہیے۔ کلامِ مقدس والے عیسائی اس موقف کی مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے کلام میں بوقتِ دعا باپ کے پوشیدہ یا ظاہر ہونے کا کوئی ذکر نہیں۔ کتابِ مقدس کے مطابق جب دروازہ بند کر لیا گیا تو پوشیدگی حاصل ہو گئی اب باپ سے دعا کرنی ہے جو پوشیدہ ہے۔ کیتھولک اردو بائبل اس مفہوم کی حمایت نہیں کرتی۔

اضافہ: عمر میں / قد میں؟

متی ۶:۲۷ تم میں ایسا کون ہے جو فکر کر کے اپنی عمر میں ایک گھڑی بھی بڑھا سکے؟ (کتابِ مقدس)

تم میں کون ہے جو فکر کر کے اپنے قد کو ایک ہاتھ بڑھا سکتا ہے؟ (کلامِ مقدس)

اس ورس میں کتابِ مقدس نے "عمر" جبکہ کلامِ مقدس نے "قد" میں اضافے کی بات کر کے بائبل کے اصل متن میں واضح تحریف اور ردوبدل کی دلیل مہیا کی ہے۔ اسی طرح کنگ جیمز بائبل کے الفاظ "■ cubit unto his ■" اور نیو انٹرنیشنل ورژن آف دی بائبل کے الفاظ "■ single hour to his life" نے بھی بائبلوں کے درمیان شدید اختلافات کی دلیل کو مزید پختہ کیا ہے۔

پوشاکوں کی کمی / فقدان؟

متی ۶:۳۰ پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جائیگی ایسی پوشاک پہناتا ہے تو اُے کم اعتقادو تمکو کیوں نہ پہنائیگا؟ (کتابِ مقدس)

پس جب خدا میدان کی گھاس کو جو آج ہے اور کل تنور میں جھونکی جاتی ہے۔ یُوں پہناتا ہے تو اُے کم اعتقادو کیا تم کو بہت زیادہ نہ پہنائے گا۔ (کلامِ مقدس)

اس ورس میں آخری الفاظ اختلافی ہیں۔ کلامِ مقدس کے دو الفاظ 'بہت زیادہ' جس زیادتی کی طرف اشارہ کرتے ہیں وہ کتابِ مقدس میں نہیں ہے۔ اور کنگ جیمز بائبل کے الفاظ "shall ■ not much more clothe you" بھی کلامِ مقدس کے موقف کی تائید کرتے ہیں۔ کتابِ مقدس کی عبارت سے یہ واضح ہوتا ہے کہ سامعین جو کم اعتقاد ہیں کے پاس پہننے کے لیے پوشاک نہیں لیکن خدا انھیں پہنائے گا۔ کم پہنائے گا یا زیادہ؟ اس کا کوئی ذکر نہیں۔ جبکہ کلامِ مقدس کی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مخاطبین کے پاس پوشاکیں تو ہیں مگر کم ہیں اور خدا انھیں زیادہ پہنائے گا۔ یہ اختلاف کتابِ مقدس کی عبارت میں حذف یا کلامِ مقدس کی عبارت میں اضافے کی دلیل ہے جسے تحریف بالحذف یا تحریف بالاضافہ کہا جا سکتا ہے۔

نبیوں کی تعلیم / صحائف کا خلاصہ؟

متی ۷:۱۲ پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں وہی تم بھی اُنکے ساتھ کرو کیونکہ توریت

اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے۔ (کتابِ مقدس)

پس جو کچھ تم چاہتے ہو کہ لوگ تمہارے ساتھ کریں۔ وہی تم بھی ان کے ساتھ کرو۔ کیونکہ توریت اور صحائف انبیاء کا خلاصہ یہی ہے۔ (کلامِ مقدس)

اس جگہ تحریف "نبیوں کی تعلیم" اور "صحائف انبیاء کا خلاصہ" کے درمیان اختلاف کی وجہ سے سامنے آتی ہے۔ کلامِ مقدس میں جن صحائف اور خلاصے کا ذکر ہے وہ کتابِ مقدس میں نہیں ہیں۔ کتابِ مقدس میں توریت اور نبیوں کی کُل تعلیم کا تذکرہ ہے جبکہ کلامِ مقدس میں کُل تعلیم کی بجائے تعلیم کے خلاصے کا ذکر ہے۔ لفظ 'نبیوں' کو 'صحائف انبیاء' سے متی ۱۱:۱۳ میں بھی بدلا گیا ہے۔ وہاں بھی تعلیم کی بجائے خلاصہ لایا گیا ہے۔ یہی فرق انگریزی بائبلوں میں بھی پایا جاتا ہے۔ مثلاً کنگ جیمز بائبل کے الفاظ "for this is the law and the prophets" کتابِ مقدس جبکہ نیو انٹرنیشنل ورژن کے الفاظ "for this sums up the Law and the Prophets" کلامِ مقدس کے ساتھ نظر آتے ہیں۔ نیو امریکن بائبل کے حاشیہ نویس اس درس کے آخری حصے میں واقع تحریف پر مہر تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"This saying, known since the eighteenth century as the "Golden Rule," is found in both positive and negative forms in pagan and Jewish sources, both earlier and later than the gospel. This is the law and the prophets is an addition probably due to the evangelist." (32)

"یہ مقولہ اٹھارویں صدی سے "سنہری اصول" کے نام سے مشہور ہے، یہ یہودی اور غیر یہودی اقوام کے مصادر میں مثبت اور منفی صورتوں میں پایا جاتا ہے، ان مصادر میں سے بعض متی کی انجیل سے پہلے تھے اور کچھ بعد میں وجود میں آئے۔ 'توریت اور نبیوں کی تعلیم یہی ہے' غالباً انجیل نویس کی طرف سے بڑھائے گئے الفاظ ہیں۔"

ہوائیں اور جھیل؟

متی ۸:۲۶ اس نے ان سے کہا اے کم اعتقادو! ڈرتے کیوں ہو؟ تب اس نے اٹھ کر ہوا اور پانی کو ڈانٹا اور بڑا امن ہو گیا۔ (کتابِ مقدس)

اور اس نے ان سے کہا۔ اے کم اعتقادو۔ تم کیوں ڈرتے ہو؟ تب اس نے اٹھ کر ہواؤں اور جھیل کو ڈانٹا۔ تو بڑا امن ہو گیا۔ (کلامِ مقدس)

یہاں "ہوا اور پانی" اور "ہواؤں اور جھیل" کے الفاظ بائبلوں کے درمیان اختلاف کو ظاہر کرتے ہیں۔ کتابِ مقدس کا لفظ ہوا مفرد ہے۔ جس سے یہ واضح ہوتا ہے کہ ہوا صرف ایک سمت سے چل رہی تھی جبکہ کلامِ مقدس کا لفظ 'ہواؤں' جمع ہے اور ایک سے زیادہ سمتوں سے آنے والی ہواؤں کا تصور پیش کرتا ہے جو سطحِ آب پر کشتی کے سفر کو پُرخطر بنا دیتی ہیں۔ اسی طرح کتابِ مقدس میں پانی کا لفظ عام ہے یہ پانی کسی

جھیل، دریا یا سمندر کا ہو سکتا ہے جبکہ اس کے بدلے کلامِ مقدس نے جب جھیل کا لفظ رکھا تو اس کے ذریعے عموم ختم ہو جاتا ہے۔ یہ تحریف کی وہ قسم ہے جس میں عیسائی کسی عام کو خاص یا خاص کو عام سے بدل دیتے ہیں۔ اس اختلاف کا دائرہ انگریزی بائبلوں کی اس جگہ عبارت سے اور وسیع ہو جاتا ہے۔ مثلاً کنگ جیمز بائبل میں "the winds and the sea" یعنی ہواؤں اور سمندر، اور جبکہ نیو انٹرنیشنل ورژن میں "the winds and the waves" یعنی "ہواؤں اور لہروں" کے الفاظ ایک علیحدہ موقف کو ظاہر کرتے ہیں۔

دھواں / ٹمٹماتی بتی؟

متی ۲۰:۱۲ یہ کچلے ہوئے سر کنڈے کو نہ توڑے گا اور دھواں اُٹھتے ہوئے سَن کو نہ بجھائے گا جب تک کہ انصاف کی فتح نہ کرائے۔ (کتاب مقدس)

یہ مسلے ہوئے سر کنڈے کو نہ توڑے گا۔ اور ٹمٹماتی بتی کو نہ بجھائے گا۔ جب تک کہ وہ انصاف کو فتح نہ بخشے۔ (کلامِ مقدس)

کتاب مقدس کی عبارت میں دھوئیں کا جو ذکر ہے اس کا کلامِ مقدس میں وجود نہیں۔ اسی طرح سَن اور بتی دو مختلف چیزیں ہوتی ہیں۔ کتاب مقدس کے سَن سے دھواں اُٹھ رہا ہے جبکہ کلامِ مقدس کی عبارت میں ان کا کوئی وجود نہیں۔ یہاں پر بتی ہے جو ٹمٹما رہی ہے۔ اور ضروری نہیں کہ جو بتی ٹمٹما رہی ہو وہ دھواں بھی دے رہی ہو۔ اس ورس کے اختلافی الفاظ کے سلسلے میں کنگ جیمز بائبل میں الفاظ "smoking flax shall he not quench" ہیں جبکہ نیو انٹرنیشنل ورژن میں "a smoldering wick he will not snuff out" ہیں۔ اگر ان باہم مخالف عبارتوں کو ایک اور پہلو سے دیکھیں تو کتاب مقدس کا مفہوم یہ ہے کہ انصاف کی فتح کے لیے ایک ایسے سَن کو نہ چھیڑنا ضروری ہے جس سے دھواں اُٹھ رہا ہو جبکہ کلامِ مقدس کی عبارت کا مفہوم ہے کہ انصاف کو فتح بخشنے کے لیے سَن نہیں بلکہ اس بتی کو نہ بجھانا ضروری ہے جو ٹمٹما رہی ہو۔ اس کا یہ مفہوم بھی ہو سکتا ہے کہ دھواں دیتے سَن یا ٹمٹماتی بتی کو بجھانا تو ضروری ہے مگر انصاف کی فتح سے پہلے یہ کام نہیں کیے جائیں گے۔ یہ اختلاف تحریف بالتبدیل کی مثال ہے۔ اگر ہم دھواں دیتے سَن یا ٹمٹماتی بتی کو پس ماندہ اقوام کی کمزور معیشت کے لیے بطور استعارہ لیں تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ عیسائی طاقتیں پس ماندہ اقوام کی معیشت ویسے ہی رہنے دیں گی جب تک اپنی مرضی کا انصاف قائم نہ کر لیں۔ جب ان کا مطلوبہ انصاف قائم ہو جائے گا تو پھر عیسائی ان کی معیشت کی ٹمٹماتی بتی کو بھی بجھا دیں گے تاکہ مخالف کا مکمل خاتمہ ہو جائے۔ یہاں ایک سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ ان کے انصاف سے کیا مراد ہے؟ اس سلسلے میں بائبل کا مشہور شارح اے برنیز (A.Barnes) لکھتا ہے:

""Judgment" here means truth -the truth of God, the gospel." (33) یعنی یہاں

انصاف سے مراد خدا کی سچائی ہے اور خدا کی سچائی انجیل ہے۔ یہ انجیل کب قائم ہوگی؟ آدم کلارک کے اسی ورس کی تشریح میں الفاظ یوں ہیں: "till the whole world is Christianized"(34) یعنی جب تک ساری دنیا کو عیسائی نہیں بنالیا جاتا اس وقت تک انصاف قائم نہیں ہوگا۔ کیا آج کی عیسائی طاقتوں کا ایجنڈا اس سے مختلف ہے؟

جھیل کا بیچ / غلوہ؟

متی ۱۴:۲۴ مگر کشتی اس وقت جھیل کے بیچ میں تھی اور لہروں سے ڈگمگا رہی تھی کیونکہ ہوا مخالف تھی۔ (کتاب مقدس)

مگر کشتی اس وقت کئی غلوہ کے فاصلے پر تھی اور لہروں سے ڈگمگا رہی تھی۔ کیونکہ ہوا مخالف تھی۔ (کلام مقدس)

جب کشتی باد مخالف کی وجہ سے ڈگمگا رہی تھی تو وہ اس وقت کہاں تھی؟ کتاب مقدس کے مطابق وہ "جھیل کے بیچ میں تھی" جبکہ کلام مقدس کے مطابق وہ "کئی غلوہ کے فاصلے پر تھی"۔ کلام مقدس کی عبارت میں نہ تو جھیل کا ذکر ہے اور نہ اس کے بیچ کا۔ اس کی عبارت میں غلوہ کا ذکر ہے۔ یہ غلوہ کیا ہوتا ہے؟ یہ ایسا غیر مانوس لفظ ہے کہ اسے سمجھنے کے لیے قاموس الکتاب بھی مدد نہیں کرتی۔ یہاں کنگ جیمز بائبل کے الفاظ "the ship was now in the midst of the sea" ہیں جبکہ نے انٹرنیشنل ورژن کے الفاظ "the boat was already a considerable distance from land" بیچ کی بجائے کچھ فاصلے کو ظاہر کرتے ہیں۔ ہر بائبل یہاں مختلف الفاظ لکھتی ہے۔

قبول کرنا / سمجھنا؟

متی ۱۹:۱۰-۱۱ اس نے اُن سے کہا کہ سب اس بات کو قبول نہیں کر سکتے مگر وہی جنکو یہ قدرت دی گئی ہے ○ ... جو قبول کر سکتا ہے وہ قبول کرے۔ (کتاب مقدس)

اس نے اُن سے کہا کہ یہ بات سب کی سمجھ میں نہیں آتی مگر اُن کو جن کو دیا گیا ہے۔ ○ ... جو سمجھ سکے وہ سمجھ لے۔ (کلام مقدس)

متی کے مطابق ایک بار حضرت مسیح علیہ السلام نے اپنے شاگردوں کو شادی کی ذمہ داریوں سے آگاہ فرمایا تو انہوں نے کہا: "اگر مرد کا بیوی کے ساتھ ایسا ہی حال ہے تو بیاہ کرنا ہی اچھا نہیں"۔ شاگردوں کی اس بات پر حضرت مسیح علیہ السلام نے کیا فرمایا؟ کتاب مقدس کا جواب ہے کہ آپ نے ان سے کہا: 'سب اس بات کو قبول نہیں کر سکتے' جبکہ کلام مقدس نے اس کی بجائے آپ کی طرف یہ قول منسوب کیا ہے: 'یہ بات سب کی سمجھ میں نہیں آتی'۔ اب ظاہر ہے کہ کسی بات کو قبول نہ کرنا اور اسے سمجھ نہ

سکنا دو مختلف امور ہیں۔ قبول نہ کرنے کا مطلب نہ ماننا اور اطاعت نہ کرنا ہے۔ سمجھ نہ آنے کا مطلب عدم اطاعت نہیں ہے۔ لہٰذا دونوں بائبلوں کی عبارت ایک ہی مفہوم کو ادا نہیں کرتی بلکہ اس سے ان کا باہمی اختلاف سامنے آتا ہے۔

حوض کھودنا / کولھو گاڑنا؟

متی ۲۱:۳۳ ایک اور تمثیل سنو۔ ایک گھر کا مالک تھا جس نے تاکستان لگایا اور اس کی چاروں طرف احاطہ گھیرا اور اس میں حوض کھودا... (کتابِ مقدس)

ایک اور تمثیل سنو۔ ایک مالکِ مکان تھا جس نے تاکستان لگایا۔ اور اس کے چوگرد احاطہ گھیرا اور اس میں کولھو گاڑا... (کلامِ مقدس)

گھر کے مالک نے اپنے تاکستان کے گرد احاطہ کی باڑ لگا لینے کے بعد کیا کیا؟ کتابِ مقدس کا کہنا ہے کہ اس نے اس میں حوض کھودا شاید وہاں پانی جمع کرنے کی ضرورت ہو گی لیکن کلامِ مقدس والے کہتے ہیں کہ اس نے وہاں کولھو گاڑا۔ اب حوض کھودنا اور کولھو گاڑنا کیسے ایک ہی بات ہے؟ یہ تحریف کی واضح دلیل ہے۔ یہاں کنگ جیمز بائبل نے "and digged a winepress in it" لکھا ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ اس نے شراب کشید کرنے کی کوئی بھٹی بنائی تھی۔ نیو امریکن بائبل کے حاشیہ نویس نے اس تمثیل کے الحاقی اور جعلی ہونے کے متعلق لکھا ہے:

"Because of that heavy allegorizing, some scholars think that it does not in any way go back to Jesus, but represents the theology of the later church. That judgment applies to the Marcan parallel as well, although the allegorizing has gone farther in Matthew. There are others who believe that while many of the allegorical elements are due to church sources, they have been added to a basic parable spoken by Jesus. "(35)

ترجمہ: "اس پیچیدہ تمثیل کی بنا پر کچھ محققین سمجھتے ہیں کہ یہ تمثیل کسی طرح بھی حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) تک نہیں پہنچتی بلکہ یہ بعد کے چرچ کی اپنی ہی وضع کردہ تعلیمات کو پیش کرتی ہے۔ اس موقف کا اطلاق مرقس کی انجیل میں پائے جانے والے اس تمثیل کے متوازی بیان پر بھی ہوتا ہے اگرچہ متی کی انجیل میں یہ تمثیل زیادہ طویل ہے۔ بعض اور محققین کا یقین ہے کہ اگرچہ اس تمثیل کے اکثر اجزاء چرچ کے خاص مصادر سے ماخوذ ہیں لیکن انہیں اس بنیادی تمثیل جسے عیسیٰ (علیہ السلام) نے بیان کیا تھا، میں گڈمڈ کر کے یہاں درج کیا گیا ہے۔" اس اعترافی بیان کے بعد اس جگہ تحریف کے متعلق کسی تبصرے کی گنجائش ہی نہیں رہتی۔

پوشاک / پیشانی؟

متی ۵:۲۳ وہ اپنے سب کام لوگوں کو دکھانے کو کرتے ہیں کیونکہ وہ اپنے تعویذ بڑے بناتے اور اپنی

پوشاک کے کنارے چوڑے رکھتے ہیں۔ (کتابِ مقدس)

وہ اپنے سب کام لوگوں کو دکھانے کے واسطے کرتے ہیں۔ کیونکہ وہ اپنے تعویذ چوڑے اور اپنے پھندنے بڑے بناتے ہیں۔ (کلامِ مقدس)

یہاں دو باتیں قابلِ غور ہیں۔ ایک تعویذ کی صفت کہ وہ 'بڑے' ہیں یا کہ 'چوڑے'۔ دوسرا یہ کہ اس جگہ مذکور دوسری چیز کیا ہے؟ کتابِ مقدس کو بنانے والے عیسائیوں کے نزدیک یہاں دوسری چیز چوڑے کناروں والی پوشاک ہے جبکہ کلامِ مقدس بنانے والے عیسائیوں نے یہاں پھندنوں کا اندراج کیا ہے۔ بڑے کا لفظ عموماً لمبائی کو ظاہر کرتا ہے جو کہ چوڑائی کا متضاد ہے۔ اس عبارت میں بڑے کی بجائے چوڑا لکھنے سے موصوف کی ہیئت میں یقیناً فرق پڑتا ہے لیکن اسے نظر انداز دیتے ہیں۔ لیکن پوشاک کے کناروں کو پھندنے بنا دینا تو واضح تحریف ہے۔ پوشاک سے چاہے قمیص اور چادر مراد لیں یا صرف بڑا جبہ، ان کے چوڑے کناروں کی بجائے جب صرف پھندنے لکھا جائے گا تو معنی میں زمین آسمان کا فرق پڑے گا۔

یہاں کنگ جیمز بائبل نے "they make broad their phylacteries, and enlarge the borders of their garments" لکھا ہے جس کا مفہوم کتابِ مقدس کی تائید کرتا ہے۔ آدم کلارک نے Phylacteries یعنی تعویذ کی وضاحت کرتے ہوئے لکھا ہے:

"These were small slips of parchment or vellum, on which certain portions of the law were written. The Jews tied these about their foreheads and arms, for three different purposes." (36)

"Phylacteries" کپڑے یا چمڑے کے چھوٹے ٹکڑے ہوتے تھے جن پر شریعت کی بعض باتیں لکھی ہوتی تھیں۔ یہودی تین مختلف اغراض کی خاطر ان ٹکڑوں کو ماتھے اور بازوؤں پر باندھا کرتے تھے۔

کوڑے لگانا / کاٹ ڈالنا؟

متی ۲۴:۵۱ اور خوب کوڑے لگا کر اس کو ریاکاروں میں شامل کرے گا۔ وہاں رونا اور دانت پیسنا ہوگا۔ (کتابِ مقدس)

اور اُسے کاٹ ڈالے گا۔ اور ریاکاروں کے ساتھ اُس کا حِصّہ کرے گا۔ وہاں رونا اور دانتوں کا پیسنا ہوگا۔ (کلامِ مقدس)

کسی شخص کو کوڑے لگانا یا اسے کاٹ ڈالنا دو مختلف عمل ہیں۔ کوڑے لگانے سے تعذیب کا تصور تو ذہن میں آتا ہے لیکن اس سے موت کا تصور نہیں آتا جبکہ کاٹ ڈالنا تو قتل کر ڈالنے کے مترادف ہے۔ تو واضح یہ ہوا کہ اگر ایک ہی ورس میں کوڑے لگانے کی بجائے کاٹ ڈالنا لکھا جائے گا تو معنی اور مفہوم میں بہت بڑا فرق پڑے گا۔ یا پھر یہ واضح ہوتا ہے کہ دونوں کے متن باہم مختلف ہے۔ اسی طرح کسی شخص کو

ریاکاروں میں شامل کر دینا ایک بات ہے اور اس کی بجائے اس کے ٹکڑے کو ریاکاروں میں شامل کرنا بالکل مختلف مفہوم دیتا ہے۔ کنگ جیمز بائبل نے یہاں "And shall cut him asunder, and appoint him his portion with the hypocrites" لکھا ہے۔ یہ عبارت صاف طور پر کلامِ مقدس کی تائید کرتی ہے۔ یہ ایک بڑی عجیب بات ہے کہ انگریزی خواں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی کنگ جیمز بائبل اردو داں پروٹسٹنٹ عیسائیوں کی نہیں بلکہ کیتھولک عیسائیوں کی حمایت کرتی ہے۔ دوسرے لفظوں میں یوں بھی کہا جا سکتا ہے کہ اردو داں عیسائیوں کی کتابِ مقدس جو کنگ جیمز بائبل کے صدیوں بعد بنی اس کے مترجمین نے اپنے انگریزی خواں ہم مسلک عیسائیوں سے کھلا اختلاف کر کے تحریف کا ارتکاب کیا ہے۔

زمانہ حال / مستقبل؟

متی ۲۳:۳۸ میں کتابِ مقدس کی عبارت یہ ہے: "دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جاتا ہے۔" جبکہ کلامِ مقدس میں یوں ہے: "دیکھو تمہارا گھر تمہارے لئے ویران چھوڑا جائے گا۔" ان دونوں میں زمانہ حال اور مستقبل کے حوالے سے اختلاف ہے کنگ جیمز ورژن (KJV)، نیو انٹرنیشنل ورژن (NIV)، اور نیو امریکن سٹینڈرڈ بائبل (NASB) نے کتابِ مقدس کا ساتھ دیا ہے۔ جبکہ نیو امریکن بائبل (NAB) وغیرہ نے کلامِ مقدس کی طرح مستقبل کا صیغہ استعمال کیا ہے۔ یہ تحریف کی وہ قسم ہے جس میں عیسائی علما انجیل کی عبارت میں مذکور زمانہ کو اپنی پسند کے کسی دوسرے زمانہ مثلاً حال کو مستقبل یا ماضی میں یا ماضی کو حال یا مستقبل میں بدل دیتے ہیں۔ لیکن ان سب انگریزی بائبلوں نے 'desolate' یا اس کے مترادف لفظ کا استعمال کیا ہے جس کا معنی اردو بائبلوں نے 'ویران' کیا ہے۔ اس لفظ کے متعلق کار جیسا عیسائی عالم لکھتا ہے: "Omitted in the Vatican Codex, but too strongly supported to be removed from the text." (37)

ترجمہ: یہ لفظ واٹیکن کوڈیکس میں محذوف ہے لیکن اس کی حمایت اتنی طاقتور ہے کہ اسے متن سے ہٹایا نہیں جا سکتا۔

انجیل کے غلط حوالے؟

متی ۲۷:۹ "اُس وقت وہ پُورا ہُوا جو یرمیاہ نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ جس کی قیمت ٹھہرائی گئی تھی اُنہوں نے اُس کی قیمت کے وہ تیس روپے لے لئے۔ (اُس کی قیمت بعض بنی اسرائیل نے ٹھہرائی تھی)۔" [کتابِ مقدس]

"تب وہ پُورا ہُوا جو ارمیا نبی کی معرفت کہا گیا تھا کہ اُنہوں نے وہ تیس مثقال لئے۔ یعنی وہ نکان جو اُس پر لگایا گیا۔ جنہوں نے لگایا وہ بنی اِسرائیل میں سے تھے۔" [کلامِ مقدس]

اس ورس میں کتابِ مقدس نے جس نبی کا نام یرمیاہ بتایا ہے کلامِ مقدس کے مطابق ان کا درست نام ارمیا ہے۔ اسی طرح جس چیز کی قیمت کتابِ مقدس کے مطابق تیس روپے ہے کلامِ مقدس والوں کے نزدیک اس کی قیمت تیس مثقال ہے۔ لیکن یہاں سب سے اہم بات یہ ہے کہ متی کی انجیل جس بات کو یرمیاہ/ارمیا کی طرف منسوب کرتی ہے وہ نسبت غلط ہے۔ خود عیسائی علما کہتے ہیں:

"The citation is from Zech. xi. 13, but neither the Hebrew nor the LXX. version is followed exactly. ... This discrepancy is probably due to the citation being made from memory."(38)

"یہ حوالہ زکریا ۱۱:۱۳ سے لیا گیا ہے لیکن یہ نہ عبرانی متن اور نہ ہی ہفتادی ترجمے کے مطابق ہے، یہ عدم مطابقت غالباً ناقص یادداشت سے دیئے گئے حوالے کی بنا پر ہے۔"

اس تحریف کے لیے ہمارے پاس دوسری گواہی آدم کلارک کی ہے۔ اس نے ورس کی تشریح میں لکھا ہے:

"The words quoted here are not found in the Prophet Jeremiah, but in Zech. xi. 13. But St. Jerome says that a Hebrew of the sect of the Nazarenes showed him this prophecy in a Hebrew apocryphal copy of Jeremiah; but probably they were inserted there only to countenance the quotation here. "(39)

ترجمہ: یہاں جن الفاظ کا حوالہ دیا گیا ہے وہ یرمیاہ نبی کے صحیفے میں نہیں بلکہ زکریا ۱۱:۱۳ میں پائے جاتے ہیں۔ لیکن جیروم کہتا ہے کہ نصرانی فرقے کے ایک عبرانی شخص نے اسے یہ پیشین گوئی عبرانی زبان میں لکھے یرمیاہ نبی کے مردود نسخے میں دکھائی تھی لیکن یہ الفاظ وہاں غالباً اس لیے ڈالے گئے تھے کہ حوالہ وہاں دکھایا جاسکے۔

آدم کلارک اسی حوالے سے مزید لکھتا ہے کہ کولبرٹ اور گیارہویں صدی کے ایک نسخے میں یرمیاہ کی بجائے زکریا ہے۔ بعض حاشیہ شامی اور عربی نسخوں کے حاشیے میں بھی ایسے ہی ہے۔ چودہویں صدی میں لکھے ولگیٹ کے کچھ نسخوں میں زکریا حاشیہ میں ہے اور یرمیا متن میں۔ یرمیاہ بعض نسخوں اور لاطینی تراجم سے غائب بھی ہے۔

خلاصۂ کلام: مندرجہ بالا بحث کا خلاصہ یہ ہے کہ متی کی انجیل کے متن میں کافی تحریف ہو چکی ہے اور یہ کہ عیسائی علما کا یہ دعویٰ کہ ان کا الہامی دفتر اصل کے مطابق ہے، غلط ہے۔ خود ان کے اپنے بڑے علما کی تحریریں جو ہم نے ذکر کی ہیں ان سے صاف ظاہر ہے کہ ان کی مذہبی کتابیں کلامِ الٰہی اور انسانی کلام کا مجموعہ ہیں۔ دوسرے لفظوں میں یہ کہہ سکتے ہیں کہ ان کی دینی کتب خالصتاً کلامِ الٰہی پر مشتمل نہیں ہیں۔ مردوں، عورتوں، جگہوں کے ناموں کے علاوہ ان کی صفات میں بھی بائبلوں کی عدم اتفاقی اس فیصلے کی تائید کرتی ہے۔ اس بحث کے دوسرے حصے میں متی کی انجیل سے چودہ ورسوں کی خاطر کتاب

مقدس اور کلامِ مقدس کا موازنہ کیا گیا ہے۔ ان کے موضوعات کا اہم عیسائی عقائد سے گہرا تعلق ہے۔ ان میں پائی جانے والی خامیاں، خرابیاں اور اختلافات اتنے واضح ہیں کہ ان پر عمل کرنے والا کوئی شخص دین و دنیا کی کامیاب نہیں ہو سکے گا۔

آخر میں اپنے مسلمان بھائیوں سے ایک گذارش ہے کہ وہ لوگ جو اپنی کم علمی اور کم فہمی کی بنا پر ان محرف کتب کو کلام اللہ مان کر تباہی کی طرف خود بھی جا رہے ہیں اور دنیا کی دوسری اقوام کے لیے بھی ہزاروں مصیبتیں پیدا کر رہے ہیں ان کی اور دنیا کی بھلائی کے لیے منصوبے بنائیں اور كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ کی ذمہ داری پوری کریں۔

مصادر و حواشی

(1) متی ۱۰:۳.

(2) خیر اللہ، ایس۔ایف۔، قاموس الکتاب، (لاہور: مسیحی اشاعت خانہ، بار ششم، ۱۹۹۷ء)، ص ۸۷۸.

(3) Mircea Eliade (ed.), The Encyclopedia of Religion, (New York: MacMillan Publishing Company, 1987), vol. 9, p. 285; See also: John Barton & John Muddiman (eds.), The Oxford Bible Commentary, (New York: Oxford University Press, 2001), p. 844.

(4) متی ۱۰:۳؛ مرقس ۳:۱۸؛ اعمال ۱:۱۳؛ مزید دیکھئے: قاموس الکتاب، حوالہ مذکور، ص ۸۷۷.

(5) جی ٹی مینلی، ہماری کتب مقدسہ، مترجم: جے ایس امام الدین اور مسز کے ایل ناصر، (لاہور: مسیحی اشاعت خانہ، بار دوم، ۱۹۹۸ء)، ص ۳۳۶؛ مزید حوالہ دیکھئے:
Merrill C. Tenney (Gen. Ed.), Zondervan's Pictorial Bible Dictionary, (Zondervan Publishing House, USA, 1967), p. 517.

(6) ہماری کتب مقدسہ، حوالہ مذکور، ص ۳۴۷؛ Zondervan's Pictorial Bible Dictionary, op. cit., p. 517.

(7) James Hastings (ed.), Encyclopedia of Religion and Ethics, (Edinburgh: T. & T. Clark, 1981), vol. II, p. 575; See also: The New Encyclopedia Britannica, (Chicago: Encylopedia Britannica Inc. 15th ed. 1985), vol. 7, p. 946.

(8) The Encyclopedia of Religion, op. cit., vol. 9, p. 284; See also: The Oxford Bible Commentary, op. cit., p. 845.

(9) قاموس الکتاب، حوالہ مذکور، ص ۸۸۰.

(10) The Oxford Bible Commentary, op. cit., p. 847.

(11) سورۃ المائدۃ: ۱۳.

[illegible]

[illegible]

[illegible]

(25) مثال دیکھیے: متی [illegible] میں ابن آدم ... کا ہے

(26) متی ۳:۲. (27) متی [illegible]. (28) متی ۵:۳۹.

(29) Adam Clarke, The Holy Bible: A commentary and Critical Notes, (New York: The Methodist Book, nd); See also: Carr, A., (ed.), St. Matthew, (Cambridge: At the University Press, 1902), p. 131

(30) تفصیل کے لیے دیکھیے: متی [illegible]

[illegible]

(31) Adam Clarke, The Holy Bible: A commentary and Critical Notes, op. cit., Mt. 1:18

(32) New American Bible, Mt. 7:12 (See Footnote)

(33) Barnes' Notes on the Bible, Volume 12 -Matthew- John, (WI, USA: AGES Software Rio, Version 1.0 © 2000)

(34) Adam Clarke, The Holy Bible: A commentary and Critical Notes, op. cit. [illegible] 12:20

(35) New American Bible, Mt. 21:33 (See Footnote)

(36) Adam Clarke, The Holy Bible: A commentary and Critical Notes, op. cit. Mt. 23:5

(37) Carr, A., (ed.), St. Matthew, op. cit., p. 180

(38) ibid., p. 214

(39) Adam Clarke, The Holy Bible: A commentary and Critical Notes, op. cit.; See also: Metzger, Bruce M., The Text of The New Testament: Its Transmission, Corruption, and Restoration, (New York and Oxford: Oxford University Press, 1968), pp. 153, 199

(ترجمہ: از محمد عبدالرحمن المبارک [illegible])

پیر محمد کرم شاہ ازہری مرحوم کا دفاع

تحریر۔ ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی، ایم بی بی ایس (پاکستان)

اللہ بخشے حضرت پیر محمد کرم شاہ بھی کیا خوب انسان تھے، عمر بھر علمی کام کرتے رہے، ان کی تفسیر ضیاء القرآن اور سیرت ضیاء النبی صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی اور علمی حلقوں میں بڑا شہرہ حاصل کیا، ان کی خوبی یہ ہے کہ ان کی تحریر میں علم وادب کے ساتھ ساتھ پیار و محبت کی چاشنی بھی پائی جاتی ہے۔ ان کی چند تحریری لغزشوں پر بعض جلد باز معاصر تکفیر کیا چاہتے ہیں، یہ ہیچمدان اس سلسلے میں پیر صاحب مرحوم کا تکفیر سے دفاع کرتے ہوئے اپنی معروضات پیش کرنا چاہتا ہے۔

۱۔ عام دیوبندیوں کو اہل سنت سے شمار کرنے کا اعتراض:

ہمارے نزدیک صرف التزامِ کفر والے دیوبندی کافر ہیں، لزومِ کفر کی زد میں آنے والے عام بے خبر دیوبندی کافر نہیں ہیں بلکہ وہ سنی مسلمان ہی ہیں، کیونکہ التزامِ کفر تو کفر ہوتا ہے، مگر لزومِ کفر خطاء ہوتا ہے نہ کہ کفر۔ من شک فی کفرہ وعذابہ فقد کفر میں جو لزومِ کفر کی وعید ہے تو یہ قاری وسامع کو ان مجرموں کے کفر میں تحقیق کرنے کی طرف متوجہ کرتی ہے، یہاں ایک شخص تو عام بے خبر دیوبندیوں کو اپنی اصطلاح میں دیوبندی مانتا ہی نہیں، اور جن کو وہ اپنی اصطلاح میں دیوبندی مانتا ہے ان کو التزامِ کفر کی وجہ سے مسلمان نہیں مانتا، اور دوسرا شخص وہ ہے جو عام بے خبر دیوبندیوں کو ان کے کہنے پر دیوبندی ہی مانتا ہے مگر التزامِ کفر نہ ہونے کی وجہ سے ان کو مسلمان مانتا ہے، تو یہ اصطلاح کا اختلاف ہے۔ پیر صاحب کا تعلق دوسرے گروہ سے ہے "ولا مشاحت فی الاصطلاح" نزاع لفظی پر جھگڑنا نہیں چاہیے۔ یہاں ہمارے بعض مہربان توقف واحتیاط کا اور من شک کا دائرہ بھی متعین نہیں کرتے، حالانکہ ثبوت جرم قطعاً یقیناً صراحتاً ہونے سے پہلے توقف واحتیاط کی حد ہوتی ہے اور اس کے بعد من شک کے فتوے کا راج چلتا ہے۔ چنانچہ "تحقیق الفتویٰ" والے بزرگ کا من شک کا فتویٰ "الکوکبۃ الشہابیہ" والے بزرگ کو احتیاط وتوقف سے نہیں روک سکتا۔ یوں ہی "براہین قاطعہ" والوں کو گمراہ مانتے ہوئے ان کے کفر قطعی میں توقف کرنے والے ایک عالم سید پا سپل کو "الدولۃ المکیہ" صفحہ ۲۱۲ مطبوعہ کراچی پر "سیدنا" کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔ الغرض من شک کے لزوم کی زد میں مجرم کی تضلیل وتفسیق کرنے والے بھی نہیں آتے بلکہ مجرم کے جرم کی آگاہی کے باوجود اس کو کافر گمراہ یا فاسق نہ ماننے والے من شک کے فتوے کی زد میں آتے ہیں۔

۲۔ بد مذہبوں کے تفسیری حوالوں کا اعتراض:

پیر صاحب نے بد مذہبوں کے حوالے عام غیر اختلافی باتوں کے سلسلے میں بھی تفسیر میں پیش کیے ہیں۔ یہ ایسے ہی ہے جیسے کئی مفسرین نے اسرائیلیات سے زیادہ کام چلایا ہے، یہ رجحان اچھا نہیں ہے تاہم اس سلسلے میں حدیث پاک میں جواز کی گنجائش ملتی ہے۔ حدیث شریف میں ہے "حدثوا عن بنی اسرائیل ولا حرج" (بخاری، مشکوٰۃ) اس کی رو سے یہودیوں کی بے حرج روایت قبول اور بیان کرنے کی اجازت ہے۔

۳۔ اللہ کے لیے ستم ظریفی کے لفظ پر اعتراض:

فیروز اللغات اور نسیم اللغات میں دیکھا گیا تو "ستم" کے لفظ کا استعمال کئی معنوں میں ملا، مثلاً ظلم، تکلیف، بڑا غضب، نہایت سختی، فتنہ، انوکھی بات، تعجب کا کام وغیرہ، مسلمان پر حسن ظن کا حکم سامنے رکھتے ہوئے اب مناسب معنی منتخب بھی کیا جاسکتا ہے اور احتمالات کثیر پائے جانے کی وجہ سے اعتراض بھی رفع کیا جاسکتا ہے۔

۴۔ "موہومہ کوتاہی" پر اعتراض:

سورۃ مومن کی آیت استغفر لذنبک کا ترجمہ پیر محمد کرم شاہ صاحب نے یوں کیا کہ "استغفار کرتے رہیے اپنی (موہومہ) کوتاہی پر" پیر صاحب نے کوتاہی کو موہومہ قرار دے کر واضح کیا ہے کہ یہ حقیقت میں کوتاہی نہیں ہے، بلکہ برائے نام فرضی اور موہوم قسم کی کوتاہی ہے، موہومہ کا تعلق نبی پاک صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں بلکہ کوتاہی سے ہے، اور موہومہ بمعنی غیر حقیقی مستعمل ہے۔

۵۔ ابو زہرہ مصری کے لیے دعا پر اعتراض:

اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ابن تیمیہ کے معتقد و سوانح نگار ابو زہرہ مصری کو پیر صاحب نے بخشش کی دعا (جنت ملنے کی دعا) سے نوازا ہے۔ ابو زہرہ مصری (۱۸۹۸ء۔۱۹۷۴ء) پیر کرم شاہ صاحب کے اساتذہ میں سے ہیں۔ (جمال کرم، مطبوعہ لاہور، ج ۱، ص ۳۰۲) شاگرد کو اپنے استاد کے نظریات کا عموماً علم ہوتا ہے اور وہ اس کے لیے دعائے مغفرت کرے تو یہ استاد کا حق ہے، بشرطیکہ استاد کافر یا مشرک نہ ہو، کیونکہ صرف کافر و مشرک کے لیے دعائے مغفرت کرنا ممنوع ہے۔ (سورۃ توبہ آیت ۱۱۳) پھر خود ابن تیمیہ کو بھی دیکھیں تو اس کے لیے جمہور کے یہاں تو ضال و مضل کا فتویٰ ملتا ہے، مگر ذہبی و ابن کثیر و ملا علی قاری و علامہ شامی اور علامہ نبہانی نے ابن تیمیہ کی تمام تر برائیوں کے باوجود اس کے لیے نرم اور تعریفی کلمات لکھے ہیں۔ (علمی و تحقیقی جائزہ، صفحہ ۲۱۶، از مفتی غلام سرور قادری) تو اگر ابن تیمیہ کو لائق دعا جانے

والے مجرم نہیں تو اس کے سوانح نگار یا زبیرہ کو دعا دینا کون سی بڑی بات ہے۔

۶۔ قاسم نانوتوی کو پاکانِ اُمت میں شمار کرنے کا اعتراض:

پاکانِ اُمت کا فقرہ علیحدہ ہے اگر اس کے بعد (مثلاً) کا لفظ ہوتا اور پھر بانیٔ دیوبند کا نام ہوتا تو کہا جا سکتا تھا کہ پاکانِ اُمت میں بانیٔ دیوبند کو شمار کیا۔ پھر اگر بانیٔ دیوبند پر (رح) کی علامت ہوتی جس طرح حضرت شاہ ولی اللہ پر (رح) کی علامت ہے تو پھر بھی اعتراض ہو سکتا تھا کہ بانیٔ دیوبند کو دعا دے رہے ہیں، جب کہ پیر صاحب نے دیوبندیوں کا منہ بند کرنے کے لیے بانیٔ دیوبند کا حوالہ دیا کہ وہ بھی کہتے ہیں کہ "مدد کر اے کرم احمدی کہ تیرے سوا نہیں ہے قاسم بے کس کا کوئی حامی کار" پیر صاحب نے بانیٔ دیوبند کو رحمۃ اللہ علیہ کہنا اشارتاً بھی گوارا نہیں کیا چہ جائیکہ انہیں پاکانِ اُمت میں تسلیم کیا ہو، پاکانِ اُمت کا فقرہ مکمل اور علیحدہ ہے۔

۷۔ اکٹھی تین طلاق کو ایک ماننے پر اعتراض:

عام لوگوں میں یک وقت تین طلاق دینے کا المیہ بعض اوقات غیر مقلدیت کے فروغ کو راہ دیتا ہے، پیر صاحب اس سلسلے میں متفکر تھے، انہوں نے علماء کی خدمت میں بغرض استفادہ ایک سائل کی حیثیت سے (دعوتِ غور و فکر) دیتے ہوئے اپنی "ناقص رائے" لکھی، مگر شروع میں صاف صاف اعلان کیا کہ "کوئی اسے فتویٰ تصور نہ کرے" (جمالِ کرم، ج ۱، ص ۶۱۰) علماء کا ردِ عمل دیکھ کر اس ناقص رائے کو متروک ہی رکھا اور فتویٰ اس سے پہلے بھی اور بعد میں بھی جمہور کے مطابق ہی دیا۔ (جمالِ کرم، ج ۱، ص ۶۱۱) اب اس قسم کی متروک رائے پر فتویٰ بازی اچھی نہیں لگتی۔

۸۔ تحذیر الناس کی حمایت کا اعتراض:

تحذیر الناس کے بارے میں ۱۹۶۳ء میں پیر محمد کرم شاہ صاحب نے ایک خط لکھا جس میں مصنف و تصنیف دونوں کی تعریف پائی جاتی ہے، وہ خط جون ۱۹۸۴ء میں دیوبندیوں نے شائع کر دیا۔ ۱۷ اپریل ۱۹۸۶ء کو پیر صاحب نے "تحذیر الناس میری نظر میں" لکھی جس میں سابقہ موقف سے رجوع فرمایا، (جمالِ کرم، ج۲، ص ۶۹۵) پیر صاحب نے اپنی ندامت ان الفاظ کے ساتھ ظاہر کی کہ "مجھے افسوس ہے کہ جب پہلی بار میں نے تحذیر الناس کا مطالعہ کیا تو میری توجہ ان خطرناک نتائج کی طرف مبذول نہ ہوئی جو مولانا کی بعض عبارات پر مرتب ہوتے ہیں" (جمالِ کرم، ج۲، ص ۶۸۸) "تحذیر الناس میری نظر میں" میں آپ نے پوری کتاب میں کہیں بھی قاسم نانوتوی کو مسلمان یا رحمۃ اللہ علیہ نہیں لکھا ہے، اور "جمالِ کرم" کے مصنف کی ذاتی رائے کی کوئی حیثیت نہیں ہے۔ پیر صاحب اگرچہ بعض مبینہ عبارات کی

وجہ سے قاسم نانوتوی کو عقیدۂ ختم نبوت کا منکر نہیں سمجھتے۔ (جمالِ کرم، ج۱، ص۶۹۲) تاہم ان کے نزدیک قاسم نانوتوی نے ختم نبوت کے اس مفہوم کی اہمیت ختم کردی جس پر اجماعِ اُمت ہے۔ (جمالِ کرم، ج۱، ص ۶۸۱) اور اس نے سارے صحابہ کو زمرۂ عوام میں شامل کیا اور ان میں کسی کو بھی اہل فہم نہ مانا، اب یہ جسارت مصنف تحذیر الناس کے علاوہ اور کسی نے نہ کی۔ (جمالِ کرم، ج۱، ص۶۸۲) اس قسم کی باتوں کو کوئی قاسم نانوتوی کی تعریف کرنا یا مسلمان ماننا سمجھتا ہے تو یہ ایک ستم ظریفی ہوگی، یا ایک معصومانہ بادشاہی۔ پیر صاحب نے تحذیر الناس پر امام احمد رضا کے فیصلے کو "بے لاگ تنقید" قرار دیا ہے۔ (جمالِ کرم، ج۱، ص ۶۹۰) یہ امام احمد رضا کی تصدیق و توثیق نہیں تو اور کیا ہے؟۔ البتہ قضیہ عرضیہ کو خاتمیت مرتبی سے وابستہ کرنا یہ ظاہر کرتا ہے کہ پیر صاحب نے ابھی بھی تحذیر الناس کا مکمل غور سے مطالعہ نہیں کیا، ورنہ مصنف تحذیر الناس تو خاتمیت مرتبی اور خاتمیت زمانی کو لازم و ملزوم کے درجے میں لیتا ہے۔ یہی کم نظری پیر صاحب کی یہاں لغزش کا سبب بنی ہے۔ چنانچہ انہیں ضیاء الامت ماننے سے تو اختلاف کیا جاسکتا ہے مگر انہیں علمائے اہل سنت میں سے خارج کرنا ہرگز ہرگز صحیح نہیں ہے۔ کسی معتبر سنّی عالم دین نے پیر کرم شاہ مرحوم کو کافر یا گمراہ نہیں لکھا ہے۔ علامہ مفتی عبدالمجید سعیدی مدظلہ نے کسی کے تجسس پر اعتماد کرکے "احمد البیان" میں جو کچھ لکھا اس سے وہ رجوع فرما چکے ہیں۔ تقیہ باز کرنل انور اور اس کا ساقی' ناموس قطعاً غیر معتبر ہیں۔ "تحذیر الناس میری نظر میں" لکھنے سے پہلے والوں کے تبصرے اب منسوخ سمجھے جائیں۔ یوں ہی حضرت خواجہ قمرالدین سیالوی رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے حضرت خواجہ حمیدالدین سیالوی مدظلہ نے پیر محمد کرم شاہ صاحب کی نماز جنازہ پڑھائی۔ (جمالِ کرم، ج۳، ص۲۴) اگر یہ پیر صاحب کو سنّی نہ سمجھتے تو ان کی نماز جنازہ ہرگز نہ پڑھاتے۔

بقیہ: "نور من نور اللہ" کا صحیح مفہوم

۹۔ روپڑی، مولوی عبداللہ محدث، نورِ محمدی کی پیدائش، لاہور، محدث روپڑی اکیڈمی، جامع القدس چوک دال گراں، ۱۹۸۸ء، ص ۳۱

۱۰۔ تھانوی، مولوی اشرف علی، نشر الطیب، لاہور، تاج کمپنی، ص ۶

۱۱۔ انور، مفتی محمد، خیر الفتاویٰ (جلد اوّل)، ملتان، ۱۹۷۸ء، ص ۱۳۶

۱۲۔ آلوسی، سید شہاب الدین محمود، روح المعانی (جلد ۶)، ایران، ص ۲۳

۱۳۔ شرف، علامہ محمد عبدالحکیم، پیکر نور، لاہور، ۱۹۹۳ء، ص ۳۴

وہ دھاگا باندھتا نہیں۔ یہ سُنّی مانتا نہیں

ڈاکٹر حبیب اللہ قادری، الامین کالج، بیجاپور

یہ دور اپنے براہیم کی تلاش میں ہے ☆ صنم کدہ ہے جہاں لا الٰہ الا اللہ

ہر آنے والا دن سائنسی ترقی کی جلوہ سامانی کے ساتھ عجیب خیالات کے بطن سے نمودار ہونے والی فتنہ سامانی بھی لاتا ہے اور انہیں علامات قرب قیامت کو دیکھ کر مشرق سے ابھرنے والا سورج کچھ زیادہ غضبناک سا لگتا ہے۔

فتنہ کبھی فکر پہ حملہ آور ہوتا ہے اور خرافات کو نئی روش تراشتا ہے اور کبھی عمل پر یورش زن ہو کر اس کی صورت کو مسخ کر دیتا ہے اور ایک زمانہ کے بعد اس معمول کے جسم میں بگروی کی روح ڈال دیتا ہے۔ بدلیل قرآنی تو یہ ہے کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے، تم بھی اسے اپنا دشمن سمجھو۔ فکر و عمل کی سطح پر رونما ہونے والی ہر فتنہ سامانی کے پس پردہ اسی دشمن ازلی کی فسوں کاری کی کارستانی ہوتی ہے۔ مولیٰ تعالیٰ اپنی حفظ و امان میں رکھے۔ آمین

دل پہ کندہ ہو ترا نام کہ وہ دزد رجیم ☆ الٹے ہی پاؤں پھرے دیکھ کے طغرہ تیرا

معمولات اہل سنت میں بدمذہبوں کی اختراعات اور خلاف شرع ایجادات کا در آنا اور پھر استحصال محبت کے سوداگروں کے ہاتھوں اس بدعت سیئہ کا عوام اہل سنت میں رواج پکڑ لینا اور علماء اہل سنت کی احیاء سنت کی جدوجہد کو ایک اور لشکر باطل سے پنجہ آزما ہونا، باخبر حلقوں کے لیے تعجب خیز نہیں۔

علماء و اولیاء کے مزارات مقدسہ پہ آداب حاضری کی رعایت اور حسن نیت سے حاضری دینا فیض و برکت سے معمور نعمت ہے، لیکن واپسی پہ رنگ برنگے دھاگے لانا، انہیں بطور تبرک آستانہ احباب و رشتہ دار میں ہاتھ پر باندھنے کے لیے بانٹنا، کس نے رواج کیا، خدا ہی علیم و خبیر ہے۔ ہاں یہ حق ہے کہ جس نے بھی اغواء نفس و شیطان کے سبب اس بات کو ایجاد کیا وہ بلاشبہ مواخذۂ آخرت کی سختیوں میں گرفتار ہے اور مسائل شرعیہ سے ناواقفی کے باوجود ان رنگ برنگے دھاگوں کو باندھنے والے اور اس خلاف شرع خرافات کو بڑھاوا دینے والے سب کے سب اول اول ہونے والی "ایجاد فلاں نہاد" کے دھاگے میں بندھے ہوئے پکڑے جائیں گے۔ مولیٰ تعالیٰ مسلمانان اہل سنت کو ایسے بیکار، فضول اور اوہام و بدنامی کو دعوت دینے والے کاموں سے علماء و اولیاء کرام کے صدقے و طفیل محفوظ رکھے۔ آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسین۔

بالفرض آستانہ عالیہ سے نسبت کی ظاہری علامت ہی تلاش کرنی ہے تو یہ رنگ برنگے دھاگے باندھ کر دوسرے لوگوں کو بدگمانی کے گناہ میں دھکیلنا درست نہیں کیوں کہ اس عمل میں غیروں سے کھلی ہوئی مشابہت ہے اور غیروں سے مشابہت اختیار کرنے کی واضح ممانعت حدیث پاک سے ثابت ہے۔ دیکھنے والے کا بدگمانی کا شکار ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ اس بدگمانی کا ذمہ دار رنگ برنگا دھاگا باندھنے والا ہوگا۔

مذہب اسلام میں شرم و حیا اور شرم و حیا کے آئینہ دار لباس کی بڑی اہمیت اور فضیلت ہے۔ اسلام مکمل دستور حیات ہے۔ کیا ان کٹ دھاگوں سے تیار ہونے والا شرعی لباس یعنی تہذیب اسلامی کی ذات اقدس و اطہر بالا و برتر سے شرف نسبت کی فضیلت سے ہمکنار نہیں ہے۔ جب لباس کے ان دھاگوں کو مرکز ہدایت، منبع شرف و فضیلت صدر وقار و افتخار سے نسبت نورانی میسر آ گئی، پھر کون سی احتیاج عزت باقی رہ جاتی ہے کہ خود ساختہ محبت اولیاء کے تاجروں کا دھاگا فروخت کرنے والی دوکانوں کو خاطر میں لایا جائے اور ایک گمراہی بگروی میں معاون ہونے کا بوجھ اپنے سر لادا جائے۔ ترک واجبات کا بوجھ ہی کیا کم ہے کہ اہتمام خرافات سے اپنی کمر توڑ لی جائے۔

عمل سے زندگی بنتی ہے جنت بھی جہنم بھی ☆ یہ خاکی اپنی فطرت میں نہ نوری ہے نہ ناری ہے

رودادِ پاکستان ۲۰۰۱ء (قسط.....۴)

(۲۲ر اپریل تا ۱۲ر مئی ۲۰۰۱ء)

از: محمد زبیر قادری

صبیح رحمانی صاحب نے مجھے اور برادرم مقصود حسین اویسی صاحب کو اپنی تازہ نعت بھی سنائی جو کہ انھوں نے رات ہی کہی تھی۔ لیکن مَیں اُن کو وہ داد نہ دے سکا جو کہ اُن کا حق تھا۔ چونکہ میرا رجحان صرف نثر نگاری تک محدود ہے۔ اشعار سمجھ میں تو آجاتے ہیں مگر اُن پر سر دُھنا اور داد دینا نہیں آتا۔ اس بات کی وضاحت مَیں نے انھیں ابتدا میں ہی کردی تھی جب انھوں نے مجھ سے دریافت کیا تھا کہ آپ اپنے رسالہ میں نعتیں کیوں نہیں شائع کرتے؟ تب مَیں نے انھیں بتایا تھا کہ مَیں ایک اردو رسالہ کا مدیر تو بن گیا ہوں مگر آج تک مجھے ٹھیک سے اردو نثر لکھنا نہیں آتی۔ اسی طرح نظم نگاری کے قواعد و ضوابط اور اوزان سمجھنے سے بھی قاصر ہوں۔ مگر انھوں نے اپنا تازہ کلام سنانے کے بعد داد نہ ملنے پر ملال کا اظہار نہیں کیا۔ پھر ہمیں بضد ہوکر کھانا بھی کھلایا۔ اور جب ہم رخصت ہونے لگے تو ملتے رہنے کی تلقین کی۔

میرے روانہ ہونے سے قبل انھوں نے مجھے اپنے مجلّہ نعت رنگ کے شائع شدہ تمام شمارے نذر کیے۔ اور ہدایت کی کہ آپ پڑھنے کے بعد اپنے تاثرات سے ضرور نوازنا اور کوشش کرکے ہندوستان کے علما و اسکالر حضرات کے مقالے حاصل کرکے بھجوانا۔ مَیں نے حتی المقدور اُن کو اپنے تعاون کا یقین دلایا۔ اور پھر ہم اپنے اپنے گھروں کی طرف روانہ ہوئے۔

جمعرات ۲۶ر اپریل ۲۰۰۲ء کو سویرے سویرے برادرم مقصود حسین اویسی خادم کی رہنمائی کے لیے حاضر ہوگئے۔ لیکن آج وہ بطور میزبان تشریف لائے۔ وہ بارہا مجھ سے اپنے دولت کدے پر چلنے کی فرمائش کرچکے تھے لیکن مَیں ٹالنے کی کوشش کرتا رہا۔ آج انہوں نے سب سے پہلے اپنے گھر لے جانے کا ہی پروگرام بنایا۔ اُن کا مکان کراچی کے ایک خوش حال علاقہ گل برگ میں واقع ہے۔ مقصود صاحب ایک زمانہ تک معاشی طور پر بہت مستحکم تھے مگر حالات کی خرابی سے اُن کا کاروبار بالکل ہی ٹھنڈا پڑ گیا۔ اچھے دنوں میں انہوں نے اپنے ذاتی صرفے سے مسلک کی خوب اشاعت کی۔ "مفتیِ رضا پبلی کیشنز" کے نام سے انہوں نے ایک اشاعتی ادارہ قائم کیا اور بہترین کتابوں سے مسلکِ اہلِ سنّت کے لٹریچر میں اضافہ کیا۔

وہ مجھے اپنے مکان کے بالائی حصے میں لے گئے۔ اور اپنے کتب خانے کی زیارت کروائی۔ انہوں نے ڈھیر ساری کتابیں احقر کے سامنے لاکر رکھ دیں اور بڑی فیاضی سے کہا کہ یہ سب آپ کے لیے ہیں، چاہیں تو سب لے جائیں یا اپنی مرضی سے انتخاب کرلیں۔ اُن میں سے اکثر کتابیں میرے پاس موجود تھیں

اس لیے صرف چند کتابیں لے لیں۔ پھر انہوں نے بڑے اہتمام کے ساتھ مجھ گناہ گار کو موئے مبارک ﷺ کی زیارت بھی کروائی۔ جو کہ اُن کے پاس ہی رہتا ہے۔ انہوں نے مجھے بتایا تھا کہ موئے مبارک کہاں سے حاصل ہوا مگر میں یاد نہ رکھ سکا۔

انہوں نے مجھے ایک تاثراتی بیاض بھی دکھائی جس میں بہت سے معروف اور اکابر علما و مشائخ حضرات کے تاثرات درج تھے۔ اُن میں حضرت امین ملت ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ (سجادہ نشین مارہرہ مقدسہ) کے تاثرات بھی درج تھے۔ جو گزشتہ چند ماہ قبل ہی وہاں تشریف لائے تھے۔ اور برادرم مقصود صاحب نے اُن کے ذریعہ سے اپنا ایک مکتوب بھی احقر کے نام بھجوایا تھا۔

پھر مقصود بھائی نے دسترخوان لگا کر کھانے کا اہتمام کیا۔ وہاں سے فرصت پانے کے بعد وہ مجھے جناب شوکت حسین صاحب کے دفتر لے آئے۔ شوکت صاحب تو نہیں مل سکے البتہ وہاں ایک عطاری صاحب سے ملاقات ہوگئی۔ مقصود بھائی نے میرا تعارف کروایا پھر مجھے بتایا کہ یہ ادارہ بھی اہل سنت کی ترویج و اشاعت میں سرگرم ہے۔ شوکت صاحب لٹریچر کے ذریعہ خوب دین کی خدمت کر رہے ہیں۔ اُن کا طریقہ یہ ہے کہ اپنے ادارہ کے تحت اصلاح معاشرہ پر مبنی لٹریچر شائع کر کے مفت تقسیم کرتے ہیں۔ جبکہ محمد نجم مصطفائی کے نام سے آپ نے بہت مفید باطل شکن کتابیں تحریر کر کے شائع کیں۔ جن میں اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں سے مسلمانوں کو بیدار رہنے اور اُن کے خلاف ہر دم متحرک رہنے کی طرف توجہ دلائی۔ اُن کی چند تصانیف کے نام یہ ہیں: منزل کی تلاش، حق کی تلاش، وفا کے راہی، بغداد کا مسافر، داستان عرب وغیرہ۔ مجھے افسوس یہ ہوا کہ میں اتنی اہم شخصیت سے ملاقات نہ کر سکا۔ کراچی کے مختصر ایام میں مصروفیات کے باعث میں ان سے ملاقات کے لیے دوبارہ نہ جا سکا۔ زندگی رہی تو پھر کوشش کی جائے گی۔

جمعہ ۲۶ راپریل ۲۰۰۲ء آج چونکہ علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی کی مسجد گل زار حبیب، واقع سولجر بازار میں نماز جمعہ کی ادائگی کا ارادہ تھا۔ اس لیے اطمینان سے تیار ہو کر قریباً ۱۲ بجے مسجد کے لیے روانہ ہوا۔ مَیں یہ سمجھا تھا کہ جماعت کا وقت ڈیڑھ بجے کا ہے۔ اس لیے ایک بجے سے پہلے ہی مسجد میں داخل ہوگیا۔ ایک بجے سے ہی مسجد کا حرم شریف پورا بھر چکا تھا۔ مَیں نے محسوس کیا کہ لوگ بصد شوق خاص علامہ کا بیان سننے کے لیے اس قدر جلد مسجد میں تشریف لائے ہیں۔ ورنہ جمعہ کی نماز تو کوئی کسی بھی قریب کی مسجد میں ادا کر سکتا ہے۔

علامہ کوکب صاحب ٹھیک ایک بجے منبر پر تشریف لے آئے۔ اور اپنے مخصوص انداز میں بیان شروع فرمایا۔ اُن کا دھیما اور محبت بھرا انداز لوگوں کے دل کو موہ لیتا ہے۔ دوران تقریر وہ عوام سے بھی سوال کرتے رہتے ہیں تا کہ لوگ حاضر دماغی سے اُن کا بیان سنتے رہیں اور ساتھ ہی ذہن نشین بھی کرتے

جائیں۔ اور اُن کے سامعین واقعی ذہین اور حاضر دماغ ہوتے ہیں کہ علامہ کے سوالات کے صحیح جوابات دیتے ہیں۔ اُن کا یہ انداز بھی کو بھاتا ہے۔ (اسی سال مارچ ۲۰۰۳ء میں حضرت کو ہندوستان مدعو کیا گیا تھا۔ یہاں بھی لوگ ان کے انداز بیان اور طریقۂ خطابت کے گرویدہ ہو گئے۔ جیسا کہ اُن کے والد محترم کے گرویدہ ہیں۔) علامہ کوکب صاحب بہت ٹھہر ٹھہر کر بیان کرتے ہیں۔ اُن کے بیانات مختصر ہوتے ہیں مگر آہستہ آہستہ بیان کرنے سے تقریر کا دورانیہ اتنا ہی ہو جاتا ہے جو دوسرے علما کا ہوتا ہے۔ مگر اس کا سب سے اہم فائدہ یہ ہے کہ سامعین کی اکثریت کو اُن کے بیانات عرصہ تک یاد رہ جاتے ہیں۔

تقریر کے بعد لوگوں کے آئے ہوئے سوالات کے جوابات کا سلسلہ شروع ہوا۔ علامہ کوکب صاحب آئے ہوئے سوال کی پرچی پڑھتے اور جواب بیان فرماتے۔ بیچ بیچ میں علامہ نے کئی خواتین کے مسائل کے جوابات بھی دیئے۔ جس سے اندازہ ہوا کہ خواتین بھی ان کے خطبات دلچسپی سے سنتی ہیں۔ اس کے بعد مختلف قسم کے اعلانات ہوئے۔ بعدہٗ خطبہ ہوا اور نماز ادا کی گئی۔ دعا سے قبل علامہ کوکب صاحب نے عوام الناس کو بتایا کہ اس وقت ہمارے درمیان دو مہمان موجود ہیں ایک انڈیا سے آئے ہوئے جناب محمد زبیر قادری، ایڈیٹر افکار رضا اور دوسرے مشہور نعت گو جناب خالد محمود صاحب جن کی ایک نعت یہ سب تمہارا کرم ہے آقا بہت مشہور ہے۔ بلکہ اُن کا یہ مصرعہ معلوم ہوتا ہے کہ بارگاہ رسول ﷺ میں قبول ہو گیا ہے۔ آخر میں علامہ نے اجتماعی دعا کی جس میں خاص طور پر احقر کا نام لے کر دعا فرمائی کہ اللہ تعالیٰ ان سے دین کی خوب خدمت لے۔

پھر صلوٰۃ وسلام کے بعد جمعہ کی نماز کا اختتام ہوا۔ اس وقت تک چار ۴ بج چکے تھے۔ بعد میں علامہ کوکب صاحب نے مجھے بتایا کہ کراچی میں سب سے طویل جمعہ یہیں ہوتا ہے۔ میں نے بھی یہ مشاہدہ کیا کہ بے شمار افراد از اوّل تا آخر اطمینان سے بیٹھے رہے۔ یوں لگتا تھا کہ سب اپنے کام دھندے کی چھٹی کر کے آئے ہوئے ہیں۔ یہاں ممبئی میں تو یہ حال ہے کہ ہر شخص کو نماز ختم ہوتے ہی بھاگنے کی جلدی ہوتی ہے۔

اس کے بعد میں نے علامہ کے ساتھ اُن کے والد مرحوم خطیب اعظم علامہ محمد شفیع صاحب اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر فاتحہ پڑھی۔ پھر ہم مسجد سے متصل آفس میں آ بیٹھے۔ اُن کے آفس کی میز پر ایک رجسٹر نظر آیا۔ جس میں کچھ دیر تک علامہ کوکب صاحب کچھ لکھتے رہے۔ انہوں نے بتایا کہ جب تک وہ کراچی میں رہتے ہیں، اس رجسٹر میں وہ اپنی یادداشتیں تحریر کر لیتے ہیں۔

پھر وہ مجھے اپنے ہمراہ لے کر کار میں بیٹھے اور ڈرائیونگ کرتے ہوئے اردو بازار نکل آئے۔ یہ علاقہ کراچی میں اردو کتابوں کی مارکیٹ ہے۔ جہاں ہر طرح کی کتب کی دکانیں موجود ہیں۔ البتہ یہاں عرصہ تک کسی سنّی ناشر کی دکان نہیں تھی۔ حال ہی میں ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور والوں نے یہاں اپنا مکتبہ شروع کیا ہے۔ جس بناء پر اب الحمدللہ یہاں سے بھی مسلک اہل سنت کا لٹریچر عام ہو رہا ہے۔

ضیاء القرآن پبلی کیشنز کے سامنے ہی آنجہانی مفتی محمد شفیع دیوبندی کا مکتبہ "دارالاشاعت" واقع ہے۔ علامہ کوکب صاحب گاڑی پارک کر کے پہلے ضیاء القرآن کے مکتبہ پر گئے۔ سلام، دعا اور خیر و عافیت دریافت کرنے کے بعد آپ نے اپنا رُخ مکتبہ "دارالاشاعت" کی طرف کیا۔ آپ کو قاسم نانوتوی کے ایک خواب کا اصل حوالہ نوٹ کرنے کے لیے ایک کتاب درکار تھی۔ علامہ کوکب صاحب کی یہ عادت ہے کہ حوالہ دیتے وقت ہمیشہ اصل کتاب کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ دوسرے کے حوالہ کی نقل سے کام نہیں چلاتے۔ اور اپنی تحریروں اور تقریروں میں اصل حوالے ہی استعمال کرتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ بدمذاہب اُن سے بہت گھبراتے ہیں کہ جو کچھ بھی آپ اُن کے خلاف کہتے یا لکھتے ہیں اُن کے لیے فرار کی ساری راہیں مسدود کر دیتے ہیں۔

علامہ کوکب صاحب نے اپنی مطلوبہ کتاب طلب کی مگر بتایا گیا کہ وہ کتاب موجود نہیں ہے۔ اُنہوں نے منیجر کو کہا کہ تم لوگوں نے جو پشاور میں ڈیڑھ سو سالہ دیوبند کانفرنس کی تھی مجھے اُس کا رد لکھنے کے لیے یہ کتاب درکار ہے۔ وہ بے چارہ کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں حضرت کا منہ تکتا رہ گیا۔

پھر آپ نے مختلف ریک پر رکھی ہوئی کتابوں میں تلاش کرنا شروع کیا۔ اور آپ کو تلاشِ بسیار کے بعد قاسم نانوتوی کی ایک اور سوانح مل گئی جس میں وہ حوالہ درج تھا۔ یہ کتاب ملنے پر علامہ کی خوشی دیدنی تھی جیسے کوئی خزانہ مل گیا ہو۔ آپ نے زور دے کر زیادہ سے زیادہ ڈسکاؤنٹ کروا کر وہ کتاب خرید لی۔

علامہ کوکب صاحب نے مجھے بتایا کہ اپریل ۲۰۰۱ء میں پشاور میں منعقد ہونے والی دیوبند کانفرنس کے بعد اخبار والے میرے پیچھے پڑ گئے کہ آپ اس پر کچھ مضمون لکھ دیں۔ مگر مَیں بھی کسی کتاب کا اصل حوالہ دیکھے بغیر نقل نہیں کرتا۔ یہی وجہ ہے کہ مَیں نے آپ سے بھی آنے سے قبل اس موضوع پر کتب منگوائی تھیں۔...... بہر حال اب ان شاء اللہ کام بن جائے گا۔

مَیں علامہ کوکب نورانی صاحب اوکاڑوی کے اس عمل سے مبہوت ہو گیا۔ مَیں نے اپنی زندگی میں کسی عالمِ دین کے بارے میں ایسا واقعہ نہ کبھی دیکھا، سنا یا پڑھا کہ وہ بے دھڑک مخالف مکتبۂ فکر کے مکتبہ پر جا کر اُن کے ہی خلاف لکھنے کے لیے کتاب طلب کیا ہو۔ ایسے واقعات پہلے بھی گزرے تو ضرور ہوں گے۔ مگر میری معلومات میں نہیں آئے۔

بعد میں علامہ کوکب صاحب نے اس موضوع پر ایک طویل مقالہ "حقائق نامہ دارالعلوم دیوبند" نام سے تحریر فرمایا۔ جو پاکستان کے کئی اخبارات و رسائل میں شائع ہوا۔ اور کتابی شکل میں بھی شائع ہو کر کثیر تعداد میں تقسیم کیا گیا۔

(باقی آئندہ...... ان شاء اللہ)

خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۱ واں سالانہ عرس مبارک

جانشین اہل سنت کے خطیب اعظم حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی رحمۃ اللہ علیہ کا ۲۱ واں سالانہ دو روزہ مرکزی عرس مبارک جامع مسجد گلزار حبیب، گلستان اوکاڑوی، سولجر بازار، کراچی (پاکستان) میں حسب سابق ماہ رجب کی تیسری جمعرات و جمعہ بمطابق ۲، ۳ ستمبر ۲۰۰۲ء کو مولانا اوکاڑوی اکادمی العالمی اور گلزار حبیب ٹرسٹ کے زیر اہتمام والہانہ عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ اس موقع پر سالانہ یادگاری مجلہ شائع کر کے دنیا بھر میں تقسیم کیا گیا۔ حضور خطیب اعظم کی سوانح پر مشتمل ایک مختصر کتابچہ انجمن طلبہ اسلام کے سابق رہنما جناب سید رفیق شاہ نے بھی شائع کیا۔ عرس مبارک کی دو روزہ تقریبات میں ملک و بیرون ملک سے علما و مشائخ اور عقیدت مند حضرات و خواتین کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ متعدد خانقاہوں، درس گاہوں، سنی تنظیموں اور حلقوں کی طرف سے حضرت خطیب اعظم علیہ الرحمہ کے مرقدِ اقدس پر چادر و گل پاشی کی گئی۔ حضرت سیدنا غوث اعظم، حضرت داتا گنج بخش اور حضرت شیر ربانی میاں صاحب شرق پوری رحمۃ اللہ علیہم اجمعین کے مزارات سے بھیجی گئی خصوصی چادروں کو علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے اپنے بھائیوں ڈاکٹر محمد سبحانی اوکاڑوی، صاحب زادہ حامد ربانی اوکاڑوی اور عقیدت مندوں کے ہمراہ اپنے والد گرامی کے مرقد مبارک پر چڑھا کر عرس مبارک کی تقریبات کا آغاز کیا۔ خطیب ملت علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کہا کہ "میرے والد گرامی نے اپنے نصب العین کے لیے مداہنت و مصالحت کو کبھی نہیں اپنایا اور ان کی مرتبت اور حق پرست استقامت کا اعتراف ان کے مخالفوں کو بھی ہے۔ آج ہمیں عروج اور کامیابی کے لیے انہی کے فکر و عمل کو اپنانا ہوگا۔" مقررین نے علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کو ان کے والد کا سچا جانشین اور فخر اہل سنت قرار دیتے ہوئے انہیں خراج تحسین پیش کیا۔

اجتماع میں ایصال ثواب کرتے ہوئے چار ہزار پانچ سو سینتیس مرتبہ مکمل قرآن کریم کی تلاوت اور نو کروڑ اڑتالیس لاکھ اسی ہزار مرتبہ درود شریف، تینتیس لاکھ اٹھائیس ہزار کلمہ طیبہ اور بغیر شمار کے مختلف اوراد کے ورد کا ہدیہ پیش کیا گیا۔ درود شریف کے ہدیے میں مجلس خواتین گلزار حبیب کا حصہ نمایاں تھا۔ عرس مبارک کے اجتماع میں شرکا کو ملٹی میڈیا اسکرین کے ذریعے تین سو بیس مقدس مقامات و مزارات اور تبرکات اور خطاطی کی زیارت کروائی گئی۔ اختتامی دعا علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی نے کی۔ دنیا بھر کے ۲۷ ممالک میں عقیدت و احترام سے مساجد و مراکزِ اہل سنت میں یوم خطیب اعظم منایا گیا اور اجتماعی طور پر قرآن خوانی ہوئی۔

حضرت امین ملت سجادہ نشین آستانہ عالیہ مارہرہ شریف ڈاکٹر سید محمد امین میاں صاحب قبلہ نے بذریعہ ٹیلی فون یہ بتایا کہ انہوں نے علی گڑھ میں سالانہ یوم خطیب اعظم رحمۃ اللہ علیہ منانے کا اہتمام فرمایا۔ اسی طرح ممبئی اور مالیگاؤں کے عقیدت مندوں نے بھی یوم خطیب اعظم کا انعقاد کر کے حضرت کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ روزنامہ "جنگ" کراچی، روزنامہ "نوائے وقت" کراچی، ماہنامہ "جہانِ رضا" لاہور اور سہ ماہی "افکار رضا" ممبئی نے یوم خطیب اعظم کے موقع پر خصوصی مضامین شائع کیے۔ OOO

سُنّی دعوتِ اسلامی کا ۱۴ رواں سالانہ اجتماع

خواتین کے ذریعہ معاشرہ میں اسلامی ماحول پیدا کیا جاسکتا ہے

الحمد للہ عزوجل سال گذشتہ کی طرح امسال بھی عالمی تحریک سنّی دعوت اسلامی کا سہ روزہ اجتماع وادیٔ نور آزاد میدان، ممبئی میں ۱۷۔۱۸۔۱۹ دسمبر ۲۰۰۲ء کو انعقاد پذیر ہوا۔ اجتماع گاہ میں ایک بڑے سے پنڈال میں بیٹھنے کا انتظام تھا۔ اس کے علاوہ پورا وادیٔ نور (آزاد میدان) ہی اجتماع گاہ بنا ہوا تھا۔ تحریک کا ذاتی بک اسٹال مکتبۂ طیبہ بھی █ وہیں لگا ہوا تھا۔ جہاں پر کتابیں، کیسٹیں اور سی ڈیز کے ذریعہ اشاعتِ دین کا کام ہو رہا تھا۔ اس کے علاوہ شرکائے اجتماع کے لیے مختلف اشیائے خورد ونوش کے بھی اسٹال لگے ہوئے تھے۔ وضو، طہارت کا بھی معقول انتظام موجود تھا۔ غرض کہ تمام سہولیات بہم پہنچانے کی کوشش کی گئی تھی۔

پہلے دن جمعہ ۱۷ دسمبر کو بعد نماز جمعہ سے عشاء تک صرف خواتین کا اجتماع تھا۔ جس میں ہزاروں کی تعداد میں خواتین نے شرکت کی۔ اس اجتماع میں ممبئی کے علاوہ مضافات، تھانے، بھیونڈی، ممبرا، ناسک، دیگھا، بھاؤنگر وغیرہ کئی علاقوں سے بسوں، ٹرینوں اور دیگر سواریوں کے ذریعے خواتین تشریف لائیں۔ اجتماع کا آغاز ڈھائی بجے قرآن مجید کی تلاوت سے ہوا۔ مولانا سید عبدالجلیل رضوی (ممبئی)، حضرت مفتی نظام الدین (دارالعلوم اشرفیہ مبارکپور) نے خواتین کے مسائل پر قرآن وحدیث کی روشنی میں مدلل تقریر کی اور کہا کہ آج خواتین تباہی و بربادی کے دور سے کیوں گزر رہی ہیں۔ آج ہمارے معاشرے میں اچھے علما کیوں تیار نہیں ہو پاتے۔ اس پر افسوس کا اظہار کر کے خواتین کو تاکید کی کہ پہلے تم خود ایک عالمۂ دین بننے کی کوشش کرو۔ جس سے تمہاری گود سے ایک بچہ عالم بن کر نکلے گا۔ جس کی وجہ سے ہمارا معاشرہ ایک اچھا معاشرہ بن کر ابھر سکتا ہے۔ اس کے علاوہ انھوں نے کہا کہ آج ہماری خواتین مغربی فیشن اپناتی جارہی ہیں۔ مرد خواتین بننے کے چکر میں پھنسے ہوئے ہیں اور خواتین مرد بننے کے چکر میں ہیں۔ جس کی مثال ہمیں بسوں اور ٹرینوں میں دیکھنے کو ملتی ہیں۔ بعد میں سوال و جواب کا سلسلہ شروع ہوا۔ بعد نماز عصر مفکر اسلام علامہ قمر الزماں اعظمی (جنرل سکریٹری ورلڈ اسلامک مشن) نے بھی عورتوں کے لیے خطاب فرمایا۔ آپ نے فرمایا کہ اسلامی بہنوں کا یہ عظیم اجتماع اس بات کی غمازی کرتا ہے کہ ہماری بہنیں بھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پیغام کو سننے کے لیے بے قرار ہیں۔ انھوں نے بتایا کہ اسلام میں خواتین کو اگر صحیح خطوط پر لگا دیا جائے تو یقیناً انقلاب برپا کرسکتی ہیں۔ انبیاء کرام نے دنیا کے تمام گوشوں میں اسلام کی دعوت دینے کی پریشانیاں اٹھائیں، اسی طرح سے عورتوں نے بھی اسلام کی تبلیغ واشاعت کے لیے پریشانیاں اٹھائیں۔ انسانی معاشرے میں ایک ایسی منزل ہے جہاں مرد عورت کی برابری نہیں کرسکتا، وہ ہے اولاد کی تربیت۔

اس لیے آج بھی عورتوں کے ذریعے معاشرے میں اسلامی ماحول پیدا ہو سکتا ہے۔...... بعد نماز مغرب امیر سنّی دعوت اسلامی مولانا شاکر علی نوری نے عورتوں سے خطاب فرمایا۔ اسلام میں عورتوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں اس پر تفصیل سے روشنی ڈالی۔ اس کے بعد ذکر و دعا کے ساتھ پروگرام کا اختتام ہوا۔

۱۸؍ دسمبر ہفتہ کے روز اجتماع کا آغاز نماز فجر کے بعد تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ نماز اشراق و چاشت کے فضائل بیان کر کے نمازیں بھی اپنے وقت پر ادا کی گئیں۔ مبلغین نے حلقے ■ کر عوام الناس کو تربیتی نشست میں مختلف امور سکھائے۔ وقفہ وقفہ سے نعت گو حضرات نعت پاک کے پھول نچھاور کر کے سامعین کو تازہ دم کرتے رہے۔ پھر پنڈال بہت جلد ہی مہاراشٹر کے مختلف اضلاع اور ملک بھر کے مختلف صوبوں سے آئے ہوئے ہزاروں کی تعداد میں آئے ہوئے غلامان مصطفےٰ سے بھر گیا۔ مبلغین سنّی دعوت اسلامی مختلف موضوع پر بیانات کر رہے تھے۔ نماز ظہر کے بعد مولانا منصور علی خان (ممبئی) کا بیان بھی ہوا۔ انھوں نے فرمایا کہ ہم سنّی مسلمان اپنی علامتوں کے ساتھ زندہ ہیں۔ اور قیامت میں بھی اپنی علامتوں کے ساتھ ہی اٹھیں گے۔ ہمیں چاہیے کہ ہم نمازوں کی پابندی کریں۔ آپ کے برادر مولانا مقصود علی خان نے بھی ایک بھرپور اصلاحی بیان فرمایا۔ ---- کرانہ راجستھان سے آئے ہوئے مولانا شمس الدین صاحب نے نکاح کے موضوع پر بیان فرمایا۔ شادی' مال و دولت، حسب و نسب، حسن و جمال یا دین داری کی بنیاد پر ہوتی ہے۔ لیکن دین داری کی بنیاد پر ہونے والی شادی ہی کامیاب ہوتی ہے۔ آپ نے مزید فرمایا کہ شادی کو آسان بناؤ۔ ...... جناب محمود مبلغ سنّی دعوت اسلامی، بولٹن، برطانیہ نے اپنی انگریزی تقریر میں کہا کہ سنّی دعوت اسلامی سے منسلک ہو جاؤ تا کہ اصلاح عقائد کے ساتھ ساتھ اصلاح عمل بھی ہو جائے۔ ......
بعدہٗ مولانا عبدالقادر علوی (سجادہ نشین براؤں شریف)، مفتی نظام الدین صاحب کے بیانات ہوئے۔ خصوصی طور پر حضور عزیز ملت علامہ عبدالحفیظ صاحب (سربراہ اعلیٰ الجامعۃ الاشرفیہ) نے شرکت فرما کر شرکائے اجتماع اور مبلغین کی خوب حوصلہ افزائی فرمائی۔ آخر میں علامہ قمرالزماں اعظمی کا خطاب نایاب ہوا۔ مفکر اسلام نے "اسلام اور خدمت انسانیت" کے موضوع پر بڑا ہی پُر مغز بیان دیکر سامعین کی ذہن سازی کی۔ رات دس بجے پروگرام کا اختتام اور صلوٰۃ و سلام و دعا پر ہوا۔

اتوار ۱۹؍ دسمبر کو بھی نماز فجر سے اجتماع کا آغاز ہوا۔ چھٹی ہونے کی وجہ سے آج اس قدر رش تھا کہ اجتماع گاہ میں چہار جانب سر ہی سر نظر آ رہے تھے۔ لگتا تھا ساری بمبئی ہی اُمڈ پڑی ہو۔ دن بھر نعت، بیانات اور تربیت کا سلسلہ جاری رہا۔ علمائے کرام نے اپنے بیانات سے شرکا کی ذہن سازی کی کوششیں کی جبکہ مبلغین حضرات نے عملی تربیت کے ذریعہ عوام الناس کی اصلاح کی کوششیں کی۔ امیر سنّی دعوت اسلامی کا خصوصی بیان نماز مغرب کے بعد ہوا۔ اخیر میں شرکا نے علامہ قمرالزماں کا بہترین خطاب سماعت فرمایا۔

پھر اندھیرے میں ذکر اور دعا کی گئی۔ ہندوستان بھر سے آئے ہوئے لوگوں نے ساری دنیا کے مسلمانوں کے لیے دعائیں کی۔ اسلام امن وسلامتی کا مذہب ہے۔ ہماری دعاؤں میں بھی ہم امن اور سلامتی مانگتے ہیں۔ اپنے لیے بھی اور دنیا بھر کے لیے بھی۔

اس اجتماع میں تنظیم کا سہ ماہی رسالہ "سنّی دعوتِ اسلامی" کا اجراء عمل میں آیا۔ اور امیر سنّی دعوتِ اسلامی مولانا محمد شاکر نوری صاحب کی مرتبہ کتاب "برکاتِ شریعت" کا اجرا بھی ہوا۔

غرض کہ یہ اجتماع گذشتہ اجتماعات سے زیادہ کامیاب رہا۔ کثیر تعداد میں لوگوں نے روحانی اور نورانی فیوض و برکات سمیٹے۔ منتظمین حضرات یوں تو اجتماع کو کامیاب بنانے کے لیے اپنا تن، من، دھن لگا دیتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ کسی کو شکایت کا موقع نہ ہو۔ لیکن چونکہ یہ اجتماع دینِ حق کی ترویج و اشاعت کے لیے منعقد کیا جاتا ہے۔ اس لیے اگر چند معروضات پر توجہ دی جائے تو زیادہ بہتر نتائج برآمد ہو سکتے ہیں۔

(۱) سب سے پہلے تو اس سالانہ سنّی اجتماع کو "عالمی سنّی اجتماع" کہنا اور لکھنا بند کردیں۔ آپ بتائیں کہ سارے عالم میں کہاں کہاں سے کتنے لوگ اس اجتماع میں شرکت کرتے ہیں۔ صرف چند افراد برطانیہ سے یا کوئی مہمان شخص کسی اور دیگر ملک سے آکر شرکت کردے تو اس کی نسبت سے اجتماع عالمی نہیں ہو جاتا۔ اس لفظ کے استعمال سے سنّیوں کو ہی ہزیمت ہوتی ہے۔

(۲) اس اجتماع میں سنّی دعوتِ اسلامی کے ذاتی مکتبہ "مکتبۂ طیبہ" کے علاوہ دیگر کسی سنّی مکتبہ کو کتابوں کا اسٹال لگانے کی اجازت نہیں دی جاتی۔ اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ان کے مکتبہ پر تو کتابیں موجود رہتی ہیں۔ حالانکہ ان کے ذاتی مکتبہ پر گنتی کی صرف چند کتابیں ہی دستیاب ہوتی ہیں۔ جب اس اجتماع کا مقصد دین کی زیادہ سے زیادہ اشاعت ہے تو پھر کیوں کسی کو دینی کتابوں کا اسٹال لگانے نہیں دیا جاتا۔ بیانات تو لوگ سُن کر مستقل یاد نہیں رکھ سکتے جبکہ کتابیں لے جانے والے افراد بار بار دینی معلومات کو تازہ بھی کرسکتے ہیں اور دوسروں تک بھی پہنچا سکتے ہیں۔

(۳) اجتماع کے بعد کوشش کی جائے کہ سارے ہندوستان میں تربیتی قافلے روانہ کیے جائیں۔ دینِ حق کی مضبوط بنیادوں پر اشاعت کے لیے ضروری ہے کہ زیادہ سے زیادہ تربیتی قافلے چھوٹے گاؤں، دیہات اور شہروں میں جائیں جہاں ناخواندہ مسلمان دین کی بنیادی باتوں سے بھی ناواقف ہوتے ہیں۔ اس طرح سے صحیح معنوں میں مسلکِ حق اہلِ سنّت کا کام فروغ پائے گا۔

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اس طرح کہ اجتماعات ہر سال ہوتے رہیں تاکہ لوگ زیادہ سے زیادہ دین سیکھیں اور سکھائیں۔ ایک ہی وقت میں کثیر علمائے کرام کے بیانات سے استفادہ کرکے اپنی آخرت سنواریں۔

رضا کا چمن

از: سگِ سگانِ عطار محمد نوید عاصم عطاری سجادہ شریف

شیخ العرب والعجم، قطبِ مدینہ، حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے خلیفہ "محدث الحرمین، حضرت علامہ مولانا الشیخ سید محمد علوی بن علوی عباس بن عبدالعزیز المالکی الحسنی قادری رضوی ضیائی رحمۃ اللہ علیہ" ۱۵ رمضان المبارک ۱۴۲۵ھ، 29/1 اکتوبر 2004ء بروز جمعۃ المبارک کی صبح اس جہانِ فانی سے عالمِ جاودانی روانہ ہو گئے۔ آپ کی نمازِ جنازہ حرمِ کعبہ میں بعد از نمازِ عشاء ادا کی گئی۔ جس میں دس لاکھ سے زائد افراد نے شرکت کی۔ "سبز چادر" سے ڈھکے ہوئے تابوت میں جب آپ کا جسدِ خاکی "سوئے جنت المعلیٰ" گامزن تھا تو مکے کی گلیوں میں ٹریفک روک دی گئی۔ ایک ہجوم تھا جو با آوازِ بلند کلمۂ طیبہ کا ذکر کرتے ہوئے جنازے کو کندھا دینے کی سعادت پانے کو بے چین تھا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو آپ کی دادی محترمہ سیدہ خدیجہ رحمۃ اللہ علیہا کے پہلو میں دفن کیا گیا۔ اس دوران بلند آواز سے کلمۂ طیبہ کا ذکر جاری رہا اور پھر سورۂ یٰسین کی تلاوت کی گئی۔ خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را۔

سید محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ ۱۹۴۷ء میں مکۃ المکرمہ کے مشہور علمی و روحانی خانوادے میں پیدا ہوئے۔ آپ کے دادا سید عبدالعزیز المالکی الحسنی رحمۃ اللہ علیہ مکۃ المکرمہ کے قاضی اور مسجد الحرام کے امام تھے۔ آپ نے ابتدائی علوم اپنے والد محترم سید علوی عباس رحمۃ اللہ علیہ سے حاصل کیے۔ "مولانا الشیخ السید محمد امین الکتبی الحسنی، الشیخ الشاط، الشیخ محمد نور سیف، الشیخ سعید یمنی اور سید عبداللہ بن صدیق الغماری جیسے اکابرین سے مزید علوم حاصل کیے (رحمۃ اللہ علیہم اجمعین)۔ ۲۵ سال کی عمر میں جامعہ الازہر سے Ph.D کی ڈگری حاصل کی۔ فنِ حدیث کے حوالے سے آپ کا مقالہ بے حد پسند کیا گیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ عظیم مفسر اور بلند پایہ محدث تھے۔ توحید، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد آپ کے خاص شعبے تھے۔ ۱۹۷۰ء میں آپ رحمۃ اللہ علیہ جامعہ ام القریٰ مکۃ المکرمہ میں پروفیسر مقرر ہوئے۔ ۱۹۷۱ء میں اپنے والد محترم الشیخ علوی عباس رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ رحمۃ اللہ علیہ ان کی جگہ مسجد الحرام میں درس دینے لگے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے مختلف موضوعات پر ایک سو سے زائد یادگار تصانیف چھوڑی ہیں۔ آپ کے خاص دوستوں میں سعودی حکمران فہد بن عبدالعزیز، سابق وزیر پیٹرولیم شیخ زکی یمنی، شیخ زید بن نہیان دبئی اور کئی دوسرے نامور لوگ شامل ہیں۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ دنیا بھر سے آنے والے علمائے اہلسنت کی میزبانی فرماتے تھے۔ اسی ہفتے فقیہ عصر مفتی پاکستان حضرت علامہ مولانا ڈاکٹر ابوبکر صدیقی عطاری دامت برکاتہم

العالیہ (وائس چانسلر جامعۃ المدینۃ کراچی) نے علما کے ایک وفد کے ساتھ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کا شرف حاصل کیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے انہیں اپنے آستانہ دورۂ یمن میں ساتھ چلنے کی دعوت دی۔

عالم عرب میں حضرت سید محمد علوی رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ اہل حق کی نقابت کا فریضہ سرانجام دیتے رہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ نے وادیٔ طائف کے تاریخی مناظرے میں "وہابیت کے سرغنہ سعودی مفتی ابن باز" کو لاجواب کر دیا۔ (یہ مناظرہ شاہ فہد کی ذاتی خواہش پر ہوا تھا)۔ اس کے بعد سے آپ ہمیشہ "الدعوۃ والارشاد" کی نظروں میں کھٹکتے رہے۔ "خفیہ وہابی پولیس" آپ کے تعاقب میں رہتی۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی بنا پر اکثر علمائے اہلسنّت کو "خفیہ وہابی پولیس" کے ہاتھوں پریشانی اٹھانا پڑی۔ (نبیرۂ اعلیٰ حضرت، شہزادہ حجۃ الاسلام، نائب مفتی اعظم، ابن مفسر اعظم، تاج الشریعہ حضرت علامہ مولانا اختر رضا الازہری مدظلہ العالی کو آپ رحمۃ اللہ علیہ سے ملاقات کی بنا پر گرفتار کر لیا گیا، تاج الشریعہ ۱۱ روز تک "خفیہ وہابی پولیس" کی حراست میں رہے، کسی "سعودی مولانا" کو "شیر بریلی" کے سامنے آنے کی ہمت نہ ہوئی اور یہ کہہ کر رہا کر دیا کہ "امام اہلسنّت امام احمد رضا بریلوی رضی اللہ عنہ کے عقائد پوچھنے کے لیے آپ کو زحمت دی")۔ "مخصوص سعودی لباس" کی بجائے آپ سفید عمامہ شریف باندھتے، کبھی کبھی سبز عمامہ شریف کا بھی اہتمام فرماتے۔ عقائد اہلسنّت کی وضاحت اور بدمذہبوں کے رد میں شیخ علوی مالکی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب ایک علمی سرمایہ اور "سند" کا درجہ رکھتی ہیں۔ قطب مدینہ، حضرت علامہ مولانا ضیاء الدین احمد مہاجر مدنی قادری رضوی رحمۃ اللہ علیہ کے علاوہ آپ رحمۃ اللہ علیہ کو "امام یمن حبیب احمد مشہور الحداد، مفتی مصر شیخ حسنین مخلوف اور کئی دوسرے مشائخ سے اجازت و خلافت حاصل تھی۔ آپ فرمایا کرتے تھے "امام ہمام مجدد اعظم سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ" سے تعلق اور نسبت ہی سنّیت کی پہچان ہے۔ دل میں بغض رضا رکھنے والا سنّی نہیں ہو سکتا"۔ بے شک سیدی اعلیٰ حضرت رضی اللہ عنہ ہی وہ واحد ہستی ہیں جن کے صدقے اور جن کے نام سے پوری دنیا میں سنّیت کا علم لہرا رہا ہے۔ "بریلی" آج بھی دنیائے اہلسنّت کا مرکز ہے اور قیامت تک رہے گا۔ ان شاء اللہ عزوجل۔

غم کے مارو چلو بے سہارو چلو بے کسوں کے سہارا بریلی میں ہے
ایک عالم منور ہے جس چاند سے ہاں وہی ماہ پارہ بریلی میں ہے
یا حبیب خدا یا رسول خدا جب کسی مرد مومن نے دل سے کہا
خانۂ نجد میں زلزلہ آ گیا، نجدیت پارہ پارہ بریلی میں ہے

رضا نامے

○ خورشید احمد سعیدی، متعلم پی ایچ ڈی (شعبہ تقابل ادیان)، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی، اسلام آباد

اس وقت "افکار رضا" شمارہ ۳، جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء میرے ہاتھوں میں ہے۔ قلت وقت، عدم التفات، کم فہمی، ناقص تربیت یا بشری کمزوریوں جیسی مختلف وجوہات کی بنا پر اس میں کچھ خامیاں پائی جاتی ہیں۔ آپ کے حکم کو بجالاتے ہوئے ان خامیوں کے بارے میں درج ذیل رائے اور اظہار خیال اس نیت سے پیش خدمت ہے کہ "افکار رضا" کے مقالہ نگار اور دیگر شرکاء کے علاوہ کمپوزر بھی آئندہ اس سے محتاط رہیں اور افکار رضا کو عالمی سطح کا علمی اسلامی مجلہ بنا دینے میں اپنا اپنا کردار ادا فرمائیں۔

عزت مآب مفتی محمد عبد المبین نعمانی قادری حفظہ اللہ الکریم نے سچ فرمایا ہے کہ "کمپیوٹر کمپوزنگ میں بار بار دیکھنے کے بعد بھی غلطیاں کچھ زیادہ رہ جاتی ہیں" (افکار رضا جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء، ص-۱۱)۔ لیکن ان کا مقصد یہ ہرگز نہیں ہوگا کہ اگر انسان اپنی توجہ بڑھا بھی دے اور ایک سے زیادہ لوگ کمپوزنگ کی غلطیوں کو دور کرنے کے لیے پروف ریڈنگ کریں تب بھی غلطیاں رہیں۔ قارئین کی نظروں سے بہت سی ایسی کتابیں گذری ہوں گی جن میں کمپوزنگ کی غلطیاں انتہائی شاذ ہوتی ہیں۔ اس سے یہ واضح ہوا کہ توجہ بڑھانے، بار بار مسودہ پڑھنے یا ایک سے زائد آدمیوں کے پروف پڑھنے سے کتاب یا مجلے سے کمپوزنگ کی غلطیاں دور کی جا سکتی ہیں اور اس کا معیار بڑھایا جا سکتا ہے۔

اسی حوالے سے درج ذیل میں کچھ غلطیوں کی نشاندہی کی جائے گی۔ مضمون نگار یا کمپوزر میں سے جو ان کا ذمہ دار ہو آئندہ ان سے اجتناب فرمائے تو بہت بہتر ہوگا۔

افکار رضا جولائی تا ستمبر ۲۰۰۳ء میں کتابت کی غلطیاں

غلط	درست	صفحہ نمبر	سطر نمبر
علیہ ارحمۃ	علیہ الرحمۃ	۲	۱۰
تتبعلو	تتبعلوا	۲۱	۱۳
عطائے یزدی	عطائے ایزدی	۲۵	۴
فاذکروالاء	فاذکروا آلاء	۳۰	۸
وابتغوالیہ	وابتغوا الیہ	۳۶	۴
بہذاالبلد	بہذا البلد	۳۱	۱۳
حصائل	خصائل	۳۲	۱۹

بهذا المعجزة	بهذه المعجزة	۳۶	۶
ينبوع الماء	ينبوع الماء	۳۷	۲
على نبينا عليه السلام	على نبينا وعليه السلام	۳۷	نیچے سے ۲
وضاحت بیان کرتے ہوئے	وضاحت کرتے ہوئے	۳۸	۱۳
بامام شہاب الدین	امام شہاب الدین	۳۹	۱۲
وابصره	والبصره	۴۰	۵
الرسل الكرم	الرسل الكرام	۴۱	۱
مذكورة الصدور	مذكورة الصدر	۴۱	آخری
پھوٹ پھونک کر	پھوٹ پھوٹ کر	۴۵	۲
للنوری	للنووی	۴۷	حاشیہ ۷
دلائل النبوة	دلائل النبوة	۴۸	۱
الفصل الثالث	الفصل الثالث	۴۸	حاشیہ ۷ ع
زمرے	زمرے	۵۷	۴
وجود	باوجود	۷۹	۹
جرمنی سیاح	جرمن سیاح	۷۹	۱۹
وجوہات	وجوہات	۸۰	۱۲
ہے	ہیں	۸۳	۱۳
تبلیغ	تشریح	۹۲	۸
أُخْرِجَتْ	أُخْرِجَتْ	۱۰۰	۱۳
تَنْهَوْنَ	تَنْهَوْنَ	۱۰۰	۱۳
رچ ڈیکن	آرچ ڈیکن	۱۰۱	۱۵
الدراست	الدراسات	۱۰۵	۵
منير العين	منير العهين	۱۰۵	۸
قرأة الجنب	قراءة الجنب	۱۰۵	[illegible]
دل آزادی	دل آزاری	۱۰۸	۱۷
انشاء اللہ	ان شاء اللہ	۱۱۰	۱۹
جمادی الاولی	جمادی الاولی	۱۱۹	نیچے سے ۳

اس کے بعد اب سب سے پہلے ڈاکٹر صابر صاحب کے جائزے کو لیتے ہیں۔ ان کے اس کام کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں۔ اللہ کریم ان کو اس کا دنیا میں اجر عطا فرمائے اور آخرت میں بھی۔ یہ کام ان نادر مثالوں میں سے ہے جو ہمارے لوگ قرآن مجید کی خدمت کے حوالے سے کر رہے ہیں۔

زیر نظر شمارے میں ان کی کاوش کے متعلق دو باتیں عرض کرنا چاہتا ہوں۔ اوّل یہ کہ جہاں بھی لفظ 'سورہ' اور اس کے بعد سورۃ کا نام آتا ہے وہاں فارسی ترکیب کی بجائے اگر عربی ترکیب ہی اختیار کی جائے تو افضل ہے۔ مثلاً 'سورۂ الاحقاف' کی بجائے اگر 'سورۃ الاحقاف' لکھا جائے تو میرے خیال میں یہ مطلب ہوگا کہ ہم فارسی پر عربی ترکیب کو ترجیح دے رہے ہیں۔ اور اس کا پڑھنا اور لکھنا زیادہ آسان بھی ہے۔ تذکیر و تانیث کا معاملہ ہے اور قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ جائزے کے اس حصے میں "پول کھل گئی" ص 8 کو میرے خیال میں "پول کھل گیا" یعنی مذکر استعمال کرنا چاہیے۔ اسی طرح "دھکا دے کر دھکیلے جائیں گے" ص 13 بھی قابل غور ہے۔

دوسری گزارش "صحت نامۂ اغلاط" کے متعلق ہے۔ کہ سہ ماہی مجلے میں سے اس موضوع کا مکمل خاتمہ ہونا چاہیے۔ میرا مطلب ہے کہ اشاعت سے پہلے پروف کو اتنا پڑھنا چاہیے کہ "صحت نامۂ اغلاط" کی ضرورت ہی پیش نہ آئے۔ اگر ایسا ہو گیا تو بہت سی روشنائی اور کاغذ کے صفحات اس سے بہتر مصرف کے لیے بچ جائیں گے۔ یہ بات درست ہے کہ انسان خطا و نسیان و جہل سے مرکب ہے لیکن اگر پروف کو ایک سے زیادہ حضرات پڑھ لیں تو اس اعتذار کی ضرورت پیش ہی نہیں آئے گی۔ امید ہے میری اس گزارش پر ناراض نہ ہوں گے۔

اس کے بعد ص 33 پر "اغلاط کی تصحیح" کے متعلق وہی عرض ہے جو "صحت نامۂ اغلاط" کے متعلق مندرجہ بالا کی ہے۔ اس کا کوئی نہ کوئی حل ضرور نکالیں۔ میری نظروں سے کئی ایسے سہ ماہی مجلے اردو، عربی اور انگریزی زبانوں والے گزرتے رہتے ہیں۔ ان میں "اغلاط کی تصحیح" اور "صحت نامۂ اغلاط" نامی موضوعات نہیں ہوتے۔ یہ چیزیں کتابوں میں ہوتی ہیں جن کے مصنف مناسب توجہ دیے بغیر کتاب چھاپ دیتے ہیں۔ تین ماہ کے بعد سو ڈیڑھ سو صفحات کے مجلے کو صاف ستھرا ہونا چاہیے۔ جزاکم اللہ خیر الجزاء

ڈاکٹر ہیبت اللہ قادری صاحب کا مضمون بہت پسند آیا۔ میں ان کے صرف ایک جملے میں اپنے ذوق کے مطابق ترمیم کی اجازت چاہتا ہوں۔ آپ لکھتے ہیں: "یہ ہماری مشترکہ مجموعی مسلکی مذہبی ذمہ داری ہے کہ اپنے امام کی ذات مبارکہ کا آئینہ ہر وقت اپنے سامنے رکھیں۔" ص 26 میں چاہتا ہوں کہ اس جملے میں دی گئی فکر کو یوں ہونا چاہیے: "یہ ہماری مشترکہ مجموعی مسلکی مذہبی ذمہ داری ہے کہ اپنے امام کی تعلیمات کی روشنی میں ذات مصطفوی علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کا آئینہ ہر وقت اپنے سامنے رکھیں"۔ اعلیٰ حضرت علیہ

الرحمۃ نے ساری زندگی اس کے لیے کوشش فرمائی۔

محمد نعیم برکاتی صاحب کے مضمون "فلاح دارین" سے متعلق پہلی بات یہ عرض ہے کہ وہ عربی عبارات پر اعراب ▪ دیا کریں تو کم علم لوگ بھی اسے آسانی سے سمجھ سکیں گے۔ دوسرا یہ کہ جہاں ان کے مضمون میں کوئی قرآنی آیت آتی ہے تو اس کے آخر میں گول دائرہ کی جگہ '۔' لکھا گیا ہے اس کی بجائے 'O' یعنی انگریزی حروف تہجی سے کیپٹل 'او' لکھ کر مقصد حاصل کیا جا سکتا ہے۔ تیسری بات اس مضمون "فلاح دارین" میں حواشی کے بارے میں ہے۔ یہ مضمون ص 27 تا 33 تک ہے مگر حواشی کی ترتیب ص 27 تا 29 ۱ سے ۵ ہے اور ص 30 پر ۱ تا ۲ ہے پھر ص 31 تا 32 پر ۱ تا ۵ ہے جبکہ مضمون کے اختتام پر ان کی ترتیب ۱ تا ۱۲ ہے۔ اب آپ خود سوچیں یہ کیا ہے؟ میرے خیال میں یہ افکار رضا جیسے معیاری مجلے میں بہت بڑے عیب ہیں۔ انہیں دور بھی کیا جا سکتا ہے۔ اس سلسلے میں توجہ کی ضرورت ہے۔ ان کے دوسرے مضمون "اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی" میں یہ خامی نہیں ہے۔

اس مضمون اور ان کے دوسرے "ترجمانی" والے مضمون کے متعلق یہ بات بھی عرض ہے کہ مضمون کے لیے استعمال کیے گئے مصادر، کتب وغیرہ کے حوالے نعیم صاحب ناقص دیتے ہیں۔ ان سے گزارش ہے کہ مضمون کے آخر میں حوالہ لکھنے کی ترتیب یوں اختیار فرمائیں: مؤلف/مصنف کا نام، تصنیف کا نام، (مترجم کا نام اگر ہو تو)، (مقام طبع: ناشر کا نام، طبع نمبر اگر ہو، سن طباعت)، جلد نمبر اگر ہو تو، صفحہ نمبر۔

تحقیقی مجلات میں یہی طریقہ اختیار کیا جاتا ہے اور اس کے فوائد بہر حال ہیں۔ قرآنی آیات کا حوالہ دینے کے لیے پارہ نمبر لکھنے کی ضرورت نہیں۔ صرف سورۃ کا نام اور آیت نمبر کافی ہے مثلاً یوں: سورۃ المائدہ: ۱۰۰۔ تفسیر روح البیان، تفسیر کبیر، ضیاء القرآن، خازن، رضوی اور نعیمی کیونکہ ایک سے زیادہ جلدوں پر مشتمل ہیں اس لیے ان کا مضمون کے آخر میں حوالہ دیتے وقت وہ طریقہ اختیار فرمائیں جو اوپر بیان کر دیا ہے۔

مضمون کے اندر حوالے کی عبارت نقل کرنے کا ان کا طریقہ بھی اصلاح طلب ہے۔ چاہے یہ قرآن کی آیت ▪ یا کسی کتاب کی عبارت۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

"قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے ....

قل لا یستوی "الخ

نقطے لگانے کا کیا مقصد ہے؟ میری گزارش ہے کہ اسے یوں لکھنا چاہیے۔

قرآن حکیم میں اللہ جل شانہٗ کا ارشاد ہے: "قل لا یستوی "۔

یعنی حوالے کی عبارت کو درج کرنے سے پہلے اوپر نیچے دو نقطے: جسے انگریزی میں کولن (colon) کہتے ہیں لگا کر کاموں کے اندر متعلقہ عبارت لکھی جائے اور اس کے بعد اس پر جو تبصرہ کرنا ہو لکھا جائے۔ یہی

بات ان کے دوسرے مضمون "اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی" کے متعلق بھی ہے۔

ان کے دوسرے مضمون "اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی صحیح ترجمانی" میں سامنے آنے والی کچھ اغلاط کا ذکر ساتھا ہو چکا ہے۔ یہاں پہلی بات یہ کہ ایک کتاب کا نام "المواهب اللدنية " ہے لیکن اس مضمون میں اسے (ص48 پر سطر ۲ میں ایک جگہ کے سوا) تقریباً ہر جگہ "مواهب اللطنية" لکھا ہے۔ ص 37 پر اسے "مواہب الدنیہ" بھی لکھا گیا ہے۔ انہوں نے یا تو یہ کتاب دیکھی نہیں یا عدم التفات ہو گیا ہے۔ اس طرح کی خامیاں ان کی دوسری باتوں کے زور اور وزن کو کم کر دیتی ہیں۔

اسی طرح ان کے مضمون میں تکرار عبارت بھی ہے مثلاً "اور عادت کے" ص40۔ اس کے علاوہ مولوی اشرف علی تھانوی کے بارے میں ان کا ایک جملہ ہے کہ اس نے "اپنی بے ایمانی کا ثبوت پیش کیا ہے۔ ص40 "۔ میرے خیال میں ہمیں وہ زبان استعمال کرنی چاہیے جس سے ہماری صلاحیتیں، وقت اور سرمایہ وغیرہ باہم فضول خرچ نہ ہو۔ عالمی سطح پر رونما ہونے والے واقعات کو سامنے رکھ کر محتاط زبان استعمال ہو تو بہتر ہے ورنہ وہ لوگ ہمارے بارے میں لکھیں گے ہم ان کے بارے میں اور دشمن ہمیں لڑتا کٹتا دیکھ کر نہ صرف خوش ہو گا بلکہ جب ہم تھک جائیں گے تو وہ ہمیں دبوچ لے گا۔ درحقیقت وہ ایسا کر چکا ہے۔ ہمیں ایران عراق کی باہمی جنگ اور اس کے بعد موجودہ صورتحال سے سبق سیکھنا چاہیے اور ترجیحات کا تعین کرنا چاہیے۔ اس کے بعد ان کا یہ جملہ "ان پر معجزات کا ظاہر کرنے کی استعداد پیدا ہوگی۔ ص41 " بھی توجہ طلب ہے۔ وہ کیا کہنا چاہتے ہیں؟ اس کے بعد انہوں نے اعلیٰ حضرت علیہ الرحمۃ کے ایک رسالے کا نام "النور النورق الاسفار الماء المطلق، ص42 " لکھا ہے۔ یہ رسالہ میری نظروں سے نہیں گذرا لیکن میرا خیال ہے کہ رسالے کا یہ نام نہیں ہو سکتا۔ اس کے نام کے ہر لفظ کا معرف باللام ہونا کھٹکتا ہے۔ اس کی وضاحت فرما دیں۔ اسی ص43 پر ان کا "حسن علی الطهور المبارک والبرکة من الله " لکھنا غلط معلوم ہوتا ہے۔ انہوں نے اس کا جو ترجمہ لکھا ہے وہ بھی اس عبارت کو کھلنے میں مدد نہیں دیتا۔

"ترجمانی" کے آخر پر انہیں بحث کا خلاصہ نکات کی شکل میں یا پیراگراف کی صورت میں ضرور لکھنا چاہیے کہ اس شعر سے کیا کیا نکات سامنے آتے ہیں جو ترجمانی کے بغیر اوجھل رہتے ہیں۔

اس مضمون کے آخر میں حوالہ جات میں کئی غلطیاں ہیں کچھ میں تو اصلاح کا پہلے ذکر ہو چکا ہے۔ یہاں یہ عرض ہے کہ انہوں نے بہت سی کتب کے نام کے ساتھ لفظ "شریف" لکھا ہے۔ کسی کتاب کا نام ادب سے لینے کے لیے یہ لفظ بول دینا تو ٹھیک ہے لیکن جب اس کتاب کا نام لکھا جا رہا ہو تو یہ لفظ غلط فہمی میں ڈال دیتا ہے۔ مصنف نے خود اس کے نام میں جب شریف کا لفظ نہیں لکھا تو ہمیں بھی نہیں لکھنا چاہیے۔ میں یہاں بہت سی باتیں چھوڑ رہا ہوں۔ صرف اشارۃً کچھ عرض کیا ہے۔ ان سے میری گذارش

ہے کہ ایک تو وہ اصولِ تحقیق (Research Methodolgy) پر اچھی کتابوں کا مطالعہ کر لیں اور دوسرا یہ کہ وہ عالمی سطح کے تحقیقی مجلات میں شائع شدہ مضامین کا مشاہدہ کر لیں تو انہیں بہت فائدہ ہوگا اور افکار رضا مجلے کو بھی۔

اس کے بعد ص 50 تا 52 پر آپ نے میرے مرشد کریم رحمۃ اللہ علیہ رحمۃً واسعۃً کی ایک تحریر شائع کی ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو جزائے خیر عطا فرمائے۔ یہ پہلے میری نظروں سے نہیں گزری تھی۔ یہ یقیناً آج بھی ہمارے لیے اتنی ہی مفید ہے جتنی ۱۹۷۱ء میں تھی۔ امید ہے اس حوالے سے آپ مزید بھی شامل اشاعت کریں گے۔

خلیل احمد رانا صاحب کی ترتیب ص 53 تا 59 بہت اچھی لگی۔ بزرگوں کی باتیں ہمارے لیے مشعل راہ ہیں، انہیں سامنے آتے رہنا چاہیے۔

علامہ کوکب نورانی اوکاڑوی کا مضمون بہت معلوماتی تھا۔ مجھے ان کا یہ جملہ: "انہیں دیکھنے کی للک حاجی محمد علی صاحب کو بھی تھی۔ ص 61 سطر "۵" کچھ نہیں آیا۔ ص 77 پر موجود "اخبار رضا" بہت اچھا سلسلہ ہے۔ اسے جاری رکھیں اور بہتری کے پہلو پیدا کریں۔

اس کے بعد ص 78 تا 81 پر محترم غلام مصطفیٰ رضوی صاحب کا مضمون فکر انگیز ہے۔ ہم سب کو اس قسم کے موضوعات پر اظہار خیال کرنا چاہیے۔ ہم کیا تھے اور کیا رہ گئے ہیں؟ اور کیا بنتے جا رہے ہیں؟ اور اصل میں بننا کیا چاہیے؟ ایک بار ہماری یونیورسٹی کے موجودہ پریذیڈنٹ نے سنّی طلبہ کی تنظیم انجمن طلبا اسلام کے ایک پروگرام بعنوان "کارواں کے دل سے احساس زیاں جاتا رہا" ہالیڈے ان ہوٹل، اسلام آباد میں خطاب کرتے ہوئے کہا تھا کہ دشمن نے ہمارا سیاسی نظام تباہ کر دیا ہے، تعلیمی نظام تباہ کر دیا ہے، ہمارا سماجی نظام بہت تیزی سے اسلامیت سے ہٹا کر مغربیت کی طرف لے جایا جا رہا ہے، ہمارا معاشی نظام زیرو کر دیا گیا ہے۔ اس وقت ہمارے پاس جو رہ گیا ہے وہ صرف حبِ رسول اور عشقِ رسول ﷺ کی دولت ہے۔ اب دشمن اپنا سارا زور اسے تہس نہس کرنے پر لگا رہا ہے۔ اگر ہم اسے بچانے میں کامیاب ہو گئے تو اپنے دوسرے نظاموں کو بھی واپس لے آسکیں گے لیکن اگر اسے بھی نہ بچا سکے تو کچھ بھی بچا نہ سکیں گے۔ میں کہتا ہوں انہوں نے سچ کہا تھا۔ محترم غلام مصطفیٰ رضوی صاحب کا مضمون بھی اسی فکر کو اجاگر کرنے کی ایک سعی ہے۔ اللہ انہیں اس کا اجرِ جمیل عطا فرمائے۔

آپ نے کمال محبت کا اظہار فرماتے ہوئے اس کے بعد بندۂ ناچیز کا ایک مقالہ ص 82 تا 104 پر شائع فرمایا ہے۔ یہ تو میں نے آپ کو کمپوز شدہ ارسال کیا تھا اور آپ نے صرف یہ کرنا تھا کہ افکار رضا کے سائز میں اسے ترتیب دینا تھا۔ کمپوز شدہ ہونے کے باوجود اس میں غلطیوں کا ہو جانا کیوں؟ اس مضمون

میں غلطیاں دیکھنے کے بعد جب میں نے اپنے کمپیوٹر میں موجود اس مضمون میں دیکھا تو وہاں یہ غلطیاں بالکل نہیں تھیں۔

اس مقالہ میں اردو کے الفاظ اور قرآنی آیات کے اعراب میں غلطیوں کی نشاندہی اوپر جدول میں کر دی گئی ہے۔ یہاں ان غلطیوں کا ذکر کرنا چاہتا ہوں جو یونانی زبان کے الفاظ میں ہو گئی ہیں۔ تاکہ محترم قارئین اسے درست فرمالیں۔ یہ غلطیاں چار صفحات یعنی 98-95 پر ہیں۔ میرا خیال ہے کہ آپ نے مقالے کی سیٹنگ (setting) کرنے کے بعد اسے سلیکٹ (select) کرکے Times New Roman کے فونٹ کو کلک کر دیا تھا اس لیے یہ غلطیاں ہو گئی ہیں۔ انہیں اب یہاں ذکر کرنے سے پہلے ایک تجویز دینا چاہتا ہوں۔ میرے مضمون کو سیٹ کرنے سے پہلے آپ اس کا ایک پرنٹ نکال لیا کریں یا پھر اسے اپنے کمپیوٹر کی ڈسک پر محفوظ رکھیں اور اشاعت سے پہلے سیٹ کیے ہوئے کو اس محفوظ کے ساتھ ملا لیا کریں۔ اس طرح کرنے سے وہ غلطیاں ان شاء اللہ نہیں ہوں گی جن کی نشاندہی اب میں پیش کرنے لگا ہوں۔

صفحہ 95 پر تین جگہ انگریزی میں عبارت ہے مگر غلطی صرف دوسری عبارت میں ہے۔ یہ شائع شدہ شکل میں یوں ہے:

"There can be little doubt that the words <u>hlqen gar o uioV tou angrwpou (zhthsai kai) swsai to apolwloV</u> are spurious here, being omitted by the earliest witnesses representing several textual types (Alexandrian, pre-Caesarean, Egyptian, Antiochian), and manifestly borrowed by copyists from Lk 19.10. The reason for the interpolation was apparently to provide a connection between ver. 10 and verses 12-14." (52)

جبکہ اس میں خط کشیدہ عبارت کو یوں ہونا چاہیے تھا:

"There ■ be little doubt that the words <u>ηλθεν γαρ ο υιος του ανθρωπου (ζητησαι και) σωσαι το απολωλος</u> are spurious here, being omitted by the earliest witnesses representing several textual types (Alexandrian, pre-Caesarean, Egyptian, Antiochian), and manifestly borrowed by copyists from Lk 19.10. The reason for the interpolation was apparently to provide ■ connection between ver. 10 and verses 12-14." (52)

اس کے بعد ص 96 کی آخری اور ص 97 کی پہلی عبارت یوں شائع ہوئی ہیں:

staurwsanteV de auton, diemerisanto ta imatia autou, ballonteV klhron. <u>ina plhrwqh to rhqen upo tou projhtou, Diemerisanto ta imatia mou</u>

eautoiV, kai epi ton imatismon mou ebalon klhron.(55)

اور

staurwsanteV de auton, diemerisanto ta imatia autou, ballonteV klhron.(56)

جبکہ ان عبارتوں کو یوں ہونا چاہیے تھا:

σταυρωσαντες δε αυτον, διεμερισαντο τα ιματια αυτου, βαλλοντες κληρον. ινα πληρωθη το ρηθεν υπο του προφητου, Διεμερισαντο τα ιματια μου εαυτοις, και επι τον ιματισμον μου εβαλον κληρον.(55)

اور

σταυρωσαντες δε αυτον, διεμερισαντο τα ιματια αυτου, βαλλοντες κληρον.(56)

اس کے بعد صفحہ 98 پر عبارت یوں شائع ہو گئی ہے:

"Although it could be argued that the passage fell out by reason of homoeoteleuton, the eye of the copyist passing from *klhron* to *klhron*, the committee was impressed by the absence of the passage from early witnesses of the Alexandrian and the Westem types of text ..." (60)

ترجمہ: اگرچہ یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ ایک لفظ پر سطر کے اختتام کی وجہ سے کاتب کی آنکھ پہلے کلے رن 'klhron' سے آگے 'klhron' پر"

اس کے خط کشیدہ الفاظ کو یوں ہونا چاہیے تھا (یہ خط کشیدہ آپ کو سمجھانے کے لیے کیا ہے):

"Although it could be argued that the passage fell out by reason of homoeoteleuton, the eye of the copyist passing from κληρον to κληρον, the committee was impressed by the absence of the passage from early witnesses of the Alexandrian and the Westem types of text ..." (60)

ترجمہ: اگرچہ یہ دلیل دی جا سکتی ہے کہ ایک لفظ پر سطر کے اختتام کی وجہ سے کاتب کی آنکھ پہلے کلے رن 'κληρον' سے آگے 'κληρον' پر"

اس کے بعد آپ نے (علامہ) عبدالستار ہمدانی کی جانب سے ایک خوشخبری شائع کی ہے۔ ایک دیرینہ تمنا تھی اللہ کا شکر ہے کہ پوری ہو رہی ہے۔ ہم سنیوں کا تصانیف کے ذریعے عالم عرب سے کوئی رابطہ ہی نہیں۔ یہ بہت ضروری ہے۔ چلو اچھا ہوا کسی نے تو اس کے لیے کمر کسی۔ جزاہ اللہ احسن الجزاء۔
اس صفحہ پر بھی کچھ غلطیاں ہیں جن کی نشاندہی سابقاً کر دی ہے۔

اس کے بعد آپ کی رودادِ پاکستان ہے۔ بہت خوب مگر اس جملے "وہ سراپا عجز و نیاز کے پیکر ہیں۔ ص 107 " میں آپ کی اردو کیسی ہے؟ میرے خیال میں اسے یا تو "وہ سراپا عجز و نیاز ہیں۔" لکھیں یا پھر "وہ عجز و نیاز کے پیکر ہیں۔" لکھیں۔ آپ کا کیا خیال ہے؟ ضرور بتائیں۔

اس کے بعد رضا نامے ہیں۔ مفتی عبدالمبین نعمانی قادری صاحب نے جو باتیں لکھی ہیں وہ ہم سب کے لیے لمحۂ فکریہ ہیں۔ کاش ہم سب کی سوچ اسی طرح بلند ہو۔ ان کے اس مکتوب میں ایک جملہ ہے جو میرے خیال میں سیاق کے تقاضے کی بنا پر ذرا تبدیل ہونا چاہیے۔ ص 109 پر لکھا ہے: "ایسا لگتا ہے کہ مفتی صاحب کو عزیزی صاحب سے کوئی دشمنی تھی" ۔ میرے خیال میں اس جملے کو یوں ہونا چاہیے: "ایسا لگتا ہے کہ عزیزی صاحب کو مفتی صاحب سے کوئی دشمنی تھی" ۔ اس کے بعد کی عبارت بھی چاہتی ہے۔ ولکن الکاتب اعلم منی بکثیر مما کتبہ۔

اور اب آخر میں کچھ بات آخری دو صفحوں (119 اور 120) پر شائع شدہ اشاریہ کے بارے میں ہو جائے۔ بہت عرصہ قبل آپ سے اس کے لیے گذارش کی تھی۔ آپ کا بہت شکریہ کہ آپ نے میری معروض کو پذیرائی بخشی۔ لیکن ایسا لگتا ہے کہ آپ کی نظروں سے دوسرے مجلات کے اشاریے نہیں گذرے۔ ماہنامہ اگست ۲۰۰۱ء میں ضیائے حرم کے کچھ سالوں کا اشاریہ شائع کیا گیا ہے۔ اسی طرح لوکاڑہ سے شائع ہونے والے مجلہ نورالحبیب میں بھی غالباً ہر سال اشاریہ شائع ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ ادارہ تحقیقات اسلامی، انٹرنیشنل اسلامک یونیورسٹی اسلام آباد کے مجلہ فکر و نظر کا دو جلدوں میں اشاریہ شائع ہو چکا ہے۔ اور انگریزوں نے صرف اپنے مجلات کے نہیں بلکہ تقریباً تمام اسلامی مجلات (قطع نظر زبانوں) کے اشاریے مرتب کیے ہوئے ہیں اور مسلسل ایسا کرتے رہتے ہیں۔ یہ سارا عرض کرنے کا مقصد یہ ہے کہ آپ کے مرتب کردہ اشاریہ میں کچھ خامیاں ہیں۔ کم از کم جن مجلات کا میں نے ذکر کیا ہے آپ ان کے اشاریوں پر ایک نظر ڈال لیں تاکہ آئندہ غلطیوں سے محفوظ رہیں۔

آپ کے حکم کی تعمیل اگرچہ میں نے پوری پوری نہیں کی اور افکارِ رضا کے صرف ایک شمارہ پر تبصرہ کیا ہے۔ اگر میں سابقہ شماروں کو تبصرہ میں شامل کرتا تو خود اندازہ فرمالیں کہ پھر یہ کتنا طویل ہو جاتا۔ امید ہے آپ میری اسی خدمت کو قبول فرمالیں گے۔ ہاں، اس کے ساتھ میرا ایک تازہ مقالہ بھی حسب ارشاد بذریعہ ای میل حاضر ہے۔ اسے بھی قبول فرمائیں۔
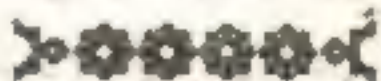
اخبارِ رضا

O المجمع الاسلامی، ۹۵، انڈیا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ نے مبلغ اسلام علامہ عبدالعلیم صدیقی علیہ الرحمہ
انگریزی تصنیف "How to Preach Islam?" کو خورشید احمد سعیدی (اسلام آباد) کے ذریعہ اردو
قالب میں ڈھال کر بنام "تبلیغ اسلام کے اصول اور فلسفہ" شائع کردیا ہے۔ قیمت: ۳۲/- روپے۔ O
المجمع الاسلامی نے محقق اور تذکرہ نویس جناب خلیل احمد رانا کی دو کتابیں شائع کی ہیں۔ ۱) "ذرود تاج پر
اعتراضات اور اُن کا جواب" ۲) "مرثیہ گنگوہی علمائے دیوبند کی نظر میں"۔ O تحریک فکر رضا ۹۵، انڈیا
اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ نے حسام الحرمین کے سو ۱۰۰ سال مکمل ہونے پر ڈاکٹر الطاف حسین سعیدی
صاحب کا تحقیقی مقالہ "حسام الحرمین کے سو سال" شائع کیا ہے۔ ہدیہ ۲۰/- O تحریک فکر رضا نے اعلیٰ
حضرت کے تین رسائل کے انگریزی ترجمے شائع کیے ہیں۔ (۱) Beacons of Hope (۲) Divine
Vision (۳) Forty Ahadith on intercession of Holy Prophet۔ O سُنی یوتھ
فیڈریشن، ۹۵، انڈیا اسٹریٹ، ناگپاڑہ، ممبئی۔ ۸ نے مفتی احمد یار خان صاحب کی جاء الحق کے بدعت کے
موضوع کے باب کا انگریزی ترجمہ "What is Bid'at in Islam?" شائع کیا ہے۔ O ڈاکٹر عبدالنعیم
عزیزی صاحب کی تحریک پر پروفیسر فاروق احمد صدیقی صاحب کی نگرانی میں بہار یونی ورسٹی، مظفر پور سے
مقالہ "بدرالقادری۔ حیات اور شاعری" پر اسکالر محمد ذیشان بریلوی کو پی۔ ایچ۔ ڈی کے لیے نوٹی فی کیشن
جاری کردیا گیا ہے۔ ہم انھیں مبارک باد پیش کرتے ہیں۔ O رضا اکیڈمی، اسٹاک پورٹ (برطانیہ) کی
سلور جبلی (۲۵ سال) پر اکیڈمی کے بانی و چیئرمین الحاج محمد الیاس کشمیری کو مبارک باد! اس اکیڈمی نے امام
احمد رضا کے درجنوں کتب و رسائل کے انگریزی تراجم شائع کرکے یورپ و امریکہ اور برصغیر میں پہنچا دیا۔
علاوہ ازیں رضویات، اسلامیات و دینیات پر برصغیر یورپ و امریکہ کے مصنفین خاص طور سے انگریز نومسلم،
ڈاکٹر محمد ہارون صاحب مرحوم نیز دیگر نومسلم اسکالروں کی تصانیف و مقالات درجنوں کی تعداد میں اردو/انگریزی
میں شائع کیا۔ رضویات پر انگریزی زبان میں لٹریچر شائع کرنے والا یہ اوّلین ادارہ ہے۔ O مرکز اہل
سنت برکات رضا، امام احمد رضا روڈ، پوربندر، گجرات نے مندرجہ ذیل نئی کتب شائع کی ہیں: ۱) "دینی
مدارس اور عہد حاضر کے تقاضے" مصنف: ڈاکٹر غلام یحییٰ انجم مصباحی، قیمت: ۶۰/- روپے ۲) "مصحب
عائشہ میں حکمتِ خدا وندی" مصنف: علامہ عبدالستار ہمدانی، ۳) "مجرموں کی بارات" مصنف: علامہ
عبدالستار ہمدانی، ۴) "الصواعق الٰھیة فی الرد علی الوھابیة" مصنف: الشیخ سلیمان بن عبدالوہاب
النجدی ۵) "عورت اور آزادی" مصنف: غلام مصطفیٰ رضوی باسنوی۔ O "چشم و چراغ خاندانِ برکاتیہ" از:
پروفیسر ڈاکٹر محمد مسعود احمد' نوری مشن، مالی گاؤں نے شائع کرکے مفت تقسیم کی ہے۔ OOOO

تحریک فکر رضا
ہمارے مقاصد:
☆ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کے افکار و نظریات کو زیادہ سے زیادہ متعارف کرانا۔
☆ علماءِ اہلِ سنّت و جماعت کی رہنمائی میں مفکرین اور محققین کی ایک ٹیم کا فکر رضا کی ترویج و اشاعت میں دن رات کوشاں رہنا۔
☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو سہل انداز میں جدید اسلوب کے ساتھ شائع کرنا۔
☆ امام احمد رضا کی تصانیف کو ملک کی مختلف اور بین الاقوامی زبانوں میں شائع کرانا۔
☆ اربابِ فکر و دانش کو امام احمد رضا کی تحقیقات کی طرف متوجہ کرنا۔
☆ ہر اُٹھتے ہوئے سوالوں کا امام احمد رضا کی تحقیقات کی روشنی میں جواب دینا۔
فکرِ رضا کو عام کرنے کے لیے آپ ہمارا تعاون کیجیے۔
آپ کا تعاون جہاد بالقلم میں ہمارا مدد گار ہوگا۔
If undelivered please return it to:
Muhammad Ishaq : Mumbai - 400 003
بشکریہ جناب خلیل احمد رانا صاحب
پیشکش: محمد احمد ترازی
Raza Graphics : 9860 6280